اللّٰھم صلّ علیٰ سیّدنا محمّد وسلّم

نشر الطّیب

فی

ذکر النّبی الحبیب ﷺ

تالیف

حضرت حکیم الاُمّۃ مُجدّد المِلّۃ

مولانا شاہ محمّد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ

خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ : گلشنِ اقبال، کراچی پاکستان

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲ کراچی، پاکستان

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ

اللّٰھم صلِّ علٰی سیّدنا محمّد و سلّم

تالیف

حضرت حکیم الاُمّۃ مجدّد المِلّۃ مولانا شاہ محمّد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ

حسبِ ہدایت و ارشاد

حلیم الامت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

فرزند و نائب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز بیعت

شیخ المشائخ محی السنہ
حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرستِ مضامین

فصل	عنوان	صفحہ
	مقدمہ	10
پہلی فصل	(نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم)	12
دوسری فصل	انبیاء سابقین میں آپ ﷺ کے فضائل کا اظہار	18
تیسری فصل	(آپ ﷺ کی نسبی شرافت)	24
چوتھی فصل	آپ ﷺ کے والد ماجد اور جد امجد میں آپ ﷺ کے نور مبارک کے آثار	27
پانچویں فصل	(آپ ﷺ کے حمل مبارک کی برکات)	30
چھٹی فصل	(ولادت شریفہ کے وقت پیش آنے والے واقعات)	32
ساتویں فصل	(آپ ﷺ کی پیدائش کا وقت اور جگہ)	38
آٹھویں فصل	(آپ ﷺ کے بچپن کے واقعات)	40
نویں فصل	(دودھ پلانے والیوں اور پرورش کرنے والوں کے نام)	47
دسویں فصل	(جوانی سے نبوت تک کے کچھ حالات)	49
گیارہویں فصل	(نزول وحی اور کفار کی مخالفت)	52
بارہویں فصل	(واقعہ معراج شریف)	57
تیرہویں فصل	ہجرتِ حبشہ	112
چودہویں فصل	نبوت کے بعد مکہ کے اہم واقعات	114
پندرہویں فصل	ہجرت مدینہ	117
سولہویں فصل	مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد کے واقعات	122
سترہویں فصل	غزوات اور مشہور واقعات کی سالانہ ترتیب	124
اٹھارہویں فصل	وفود کے بیان میں	149
انیسویں فصل	حکام اور اہل کاروں کا تعین	152
بیسویں فصل	بادشاہوں اور سلاطین کے نام خطوط	154
اکیسویں فصل	آں حضرت ﷺ کی خصائل وعادات اور اخلاق حسنہ	157
بائیسویں فصل	آپ ﷺ کے معجزات	198
تیئیسویں فصل	آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ	212
چوبیسویں فصل	آپ ﷺ کی چند خصوصیات	216
پچیسویں فصل	آپ ﷺ کا کھانا پینا اور سواریاں وغیرہ	220
چھبیسویں فصل	من المواہب	232
ستائیسویں فصل	آپ ﷺ کا وصال	238
اٹھائیسویں فصل	آں حضرت ﷺ کے عالم برزخ میں قیام کے احوال	252
انتیسویں فصل	آں حضرت ﷺ کے قیامت کے دن ظاہر ہونے والے بعض خاص فضائل	256
تیسویں فصل	آپ ﷺ کے جنت میں ظاہر ہونے والے خاص فضائل	262
التّیسویں فصل	آپ ﷺ کا تمام مخلوق سے افضل ہونا	266
بتیسویں فصل	آں حضرت ﷺ کی فضیلت میں چند آیتیں	269
تینتیسویں فصل	آپ ﷺ کا افضل البشر ہونا	275
چونتیسویں فصل	آں حضرت ﷺ کی اپنی امت پر شفقت	279
پینتیسویں فصل	امت پر آں حضرت ﷺ کے حقوق	283
چھتیسویں فصل	آں حضرت ﷺ کی شانِ عظمت	288
سینتیسویں فصل	آں حضرت ﷺ پر درود شریف بھیجنے کی فضیلت	297
اڑتیسویں فصل	آں حضرت ﷺ کے وسیلے سے دعا کرنا	303
انتالیسویں فصل	آں حضرت ﷺ کے اقوال وافعال کا ذکر	309
چالیسویں فصل	خواب میں آں حضرت ﷺ کی زیارت	313
اکتالیسویں فصل	صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور علماء سے محبت	317

ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکات

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں ایک کتاب لکھی، جس کا نام نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ کتاب عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس کا مصنف کتنا بڑا عاشقِ رسول ہے۔ اتنے بڑے عاشقِ رسول کو جو لوگ بدنام کرتے ہیں کل قیامت کے دن ان کو جواب دینا پڑے گا۔ بہرحال جب حضرت تھانوی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل پر اس کتاب کو لکھ رہے تھے، اُس زمانے میں تھانہ بھون میں طاعون پھیلا ہوا تھا، تو جس دن کتاب لکھتے قصبہ میں کوئی موت نہیں ہوتی تھی اور جس دن ناغہ ہو جاتا تھا اُس دن کئی اموات ہو جاتی تھیں۔ جب حضرت کو یہ روایت پہنچی تو آپ روزانہ لکھنے لگے اور جب روزانہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل اور آپ کی شان کو لکھنے لگے تو وہاں طاعون ختم ہو گیا،

«لہٰذا درود شریف کی کثرت بلاؤں کو ٹالنے کے لیے بھی اکسیر ہے»

اور ایک درود شریف پر دس درجے بلند ہوتے ہیں، دس نیکیاں ملتی ہیں اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا حق بھی ادا ہوتا ہے۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نامِ کتاب

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ

تالیف

حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ

تاریخ اشاعت

۱۹ شعبان ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۳ اپریل ۲۰۲۰ء

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

پوسٹ بکس: 11182 رابطہ: +92.21.34972080 ، +92.316.7771051

ای میل: khanqah.ashrafia@gmail.com

قارئین و محبین سے گزارش

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہوکر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہوسکے۔

(مولانا) حکیم محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

وجہ تالیف رسالہ ھذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَلَّذِیْ مَنَّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ"

امابعد! یہ گرسنۂ رحمت غفار و تشنۂ شفاعت سیدالابرار صلی اللہ علیہ وعلی الہ الاطہار۔ واصحابہ الکبار۔ عاشقان نبی مختار و محبوب حبیب پروردگار کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ ایک مدت سے بہت سے احباب کی فرمائش تھی کہ حضور پرنور ﷺ کے کچھ حالات قبل نبوۃ و بعد نبوۃ کے صحیح روایت سے تحریر کیے جاویں کہ اگر کوئی متبع سنت بخلاف طریق اہل بدعت بغرض ازدیاد محبت آپ کے ذکر مبارک سے شوق سے پیہم چند دیندار دوستوں کے خطوط اسی استدعا میں آئے جن میں مجموعاً اس غرض کی اس طرح تقریر کی گئی کہ جو شرائط اس ذکر مبارک سے برکات حاصل کرنے کے اس احقر نے بعض رسائل میں لکھے ہیں کوئی شخص اسی طرح ان حالات کو پڑھے مثلاً جمعہ میں نمازی جمع ہوگئے ان کو سنادیا یا اپنے گھر کی مستورات کو بٹھلالیا اور ان کو سنادیا اسی طرح اور شرائط کی رعایت واہتمام رکھے تو ایسے موقع کے لیے ایسا رسالہ لکھ دیا جاوے حاصل تقریر ختم ہوا۔

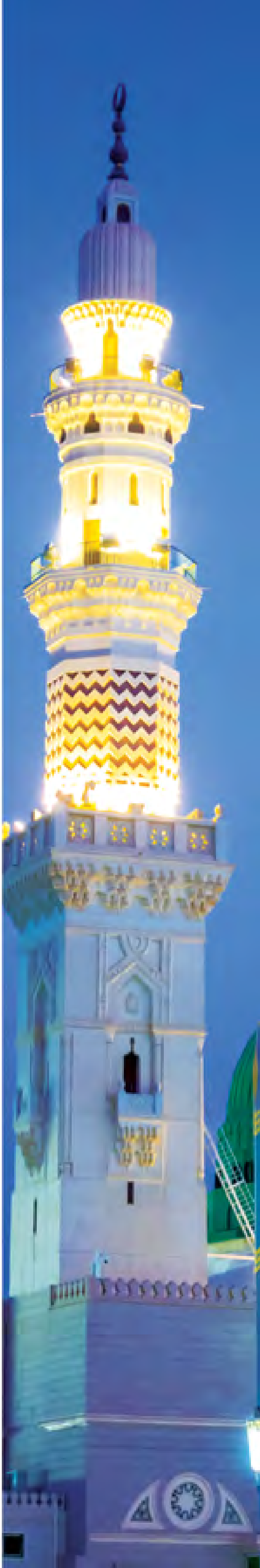

ایسی تصریح کے بعد بامید اس کے کہ یہ مجموعہ آلہ ہو جاوے گا ازدیاد محبت برعایت طریق سنت کا لکھنا مصلحت معلوم ہونے لگا اور اس کا مصلحت ہونا اس سے اور زیادہ ہو گیا کہ منجملہ خطوط مذکورہ کے ایک میں یہ استدعاء ظاہر کی گئی کہ موقع موقع سے اس میں مناسب مواعظ و نصائح بھی بڑھا دیے جاویں سو اس طور پر اور زیادہ نفع کی توقع ہوئی پھر ان دونوں مصلحتوں کے ساتھ ہی اس وجہ سے اور زیادہ آمادگی ہوئی کہ آج کل فتن ظاہری جیسے طاعون اور زلزلہ و گرانی و تشویشات مختلفہ کے حوادث سے عام لوگ اور فتن باطن جیسے شیوع بدعات والحاد و کثرت فسق و فجور سے خاص لوگ پریشان خاطر اور مشوش رہتے ہیں ایسے آفات کے اوقات میں علماء امت ہمیشہ جناب رسول اللہ ﷺ کی تلاوت و تالیف روایات اور نظم مدائح و معجزات اور تکثیر سلام و صلوٰۃ سے توسل کرتے رہے ہیں چناں چہ بخاری شریف کے ختم کا معمول اور حصن حصین کی تالیف اور قصیدہ کی تصنیف کی وجہ مشہور و معروف ہے میرے قلب پر بھی یہ بات وارد ہوئی کہ اس رسالہ میں حضور ﷺ کے حالات و روایات بھی ہوں گے جا بجا اس میں درود شریف بھی لکھا ہو گا پڑھنے سننے والے بھی اس کی کثرت کریں گے کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ ان تشویشات سے نجات دیں چناں چہ اسی وجہ سے احقر آج کل درود شریف کی کثرت کو اور وظائف سے ترجیح دیتا ہے اور اس کو اطمینان کے ساتھ مقاصد دارین کے لیے زیادہ نافع سمجھتا ہے اور اس کے متعلق ایک علم عظیم کہ اب تک مخفی تھا ذوقی طور پر ظاہر ہوا ہے **والحمد للہ علیٰ ذلك** اور نیز رسالہ ہذا میں جو ذکر حالات ہو گا اس ذکر حالات سے معرفت اور معرفت سے محبت اور محبت سے قیامت میں معیت اور شفاعت کی امیدیں اعظم مقاصد سے ہیں غرض ایسے رسالہ سے منافع و مصالح ہر قسم کے متوقع ہوئے ان وجوہ سے بنام خدا آج کے روز کہ اتفاق سے ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن پہلا عشرہ ہے شروع کر دیا اللہ تعالیٰ اتمام کو پہنچا کر مقبول و نافع اور وسیلہ نجات **عن الفتن ما ظہر منہا وما بطن** کا دونوں عالم میں فرماویں، آمین۔

بحرمة سيد المرسلين خاتم النبيين شفيع المذنبين صلى الله تعالىٰ عليه وبارك وسلم ابد الآبدين ودهر الداهرين

اور رسالہ ہذا کو حسب ضرورت مضامین ایک مقدمہ اور اکتالیس فصول اور ایک خاتمہ پر منقسم کرتا ہوں مقدمہ میں رسالہ ہذا کا طرز اور ماخذ مذکور ہے۔ فصول میں مقاصد مختلفہ رسالہ کے مذکور ہیں۔ خاتمہ میں بعض دیگر مضامین ضروریہ متعددہ مذکور ہوں گے۔

وبالله التوفيق وهو نعم المولى ونعم الرفيق

مُقَدِّمَة

مقدمہ مشتمل تین مضمون پر:

مضمون اول۔ اس رسالہ کے لکھنے کے وقت یہ کتابیں میرے پیش نظر تھیں۔ مشکوٰۃ۔ صحاح ستہ میں مع شمائل ترمذی۔ مواہب لدنیہ۔ زادالمعاد ابن القیم۔ سیرۃ ابن ہشام۔ **الشمامۃ العنبریۃ فی مولد خیر البریۃ** تصنیف مولوی صدیق حسن خاں قنوجی مرحوم جس کو انہوں نے شیخ امام سید شبلنجی معروف بمومن کی کتاب نورالابصار سے ملخص کیا ہے۔ تاریخ حبیب الہ۔ قصیدہ بردہ۔ الروض النظیف (یہ منظوم ہے) وغیرہ ذلک۔

مضمون دوم۔ ان خطوط فرمایشی میں سے ایک خط میں اس استدعا کا تو اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اس میں مواعظ اور نصائح بھی جا بجا لکھے جاویں اور ایک خط میں یہ استدعا تھی کہ کہیں کہیں مناسب لطائف و نکات بھی لکھ دیے جاویں اور سیر و احوال کی استدعا تو سب میں مشترک اور اصل مضمون تھا اس لیے احقر نے اول اس رسالہ کو بلحاظ انہیں تینوں مضامین کے تین باب پر منقسم کرنے کی تجویز کی تھی کہ پہلا باب حالات و سیر نبویہ میں ہو اور اس باب کا نام باب الاخبار ہو دوسرا باب بعض مواعظ و نصائح مناسبہ میں ہو اور اس کا نام باب الانوار ہو۔ تیسرا باب بعض لطائف و فوائد علمیہ میں ہو اور اس کا نام باب الاسرار ہو تاکہ اگر کبھی وقت کم ہو اور مجمع میں اتفاق سے سب یا اکثر ایسے صلحا ہوں جن کو صرف حالات کا سننا بھی نافع ہو سکتا ہے ایسے موقع پر صرف باب الاخبار پر اکتفا کر لیا جاوے۔ اور اگر کہیں مواعظ و نصائح کی بھی ضرورت محسوس ہوئی تو باب الانوار بھی پڑھ دیا جاوے۔ اور اگر کہیں اہل علم و اہل فہم جمع ہو گئے تو باب الاسرار کو بھی شامل کر لیا جاوے لیکن چوں کہ خود روایات و اخبار کا حصہ خیال سے زائد

بڑھ گیا تو دو باب اخیر لکھنے سے بہت حجم بڑھ جاتا اور عام انتفاع میں تکلف ہوتا اس لیے یہ تجویز موقوف کرکے اخبار کو متن میں اور کسی کسی موقع پر نصائح و لطائف کو حواشی میں رکھنے پر اکتفا کیا کہ اگر کہیں موقع ہوا اس کو حاشیہ میں دیکھ کر پڑھ لیا یا سنا دیا۔ اور اس رسالہ کو شروع کرکے چند فصلیں لکھی تھیں پھر بعض اتفاقات سے تخمیناً ڈیڑھ یا اڑھائی سال کا (یاد نہیں رہا) توقف ہوگیا کہ یکایک دو امر محرک تکمیل پیش آئے اول یہ کہ اتفاق سے ایک رسالہ مسمّٰی بہ شیم الحبیب مصنفہ مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کاندھلہ میں نظر پڑا اس کی وجازت بلاغت کو دیکھ کر دل چاہا کہ اس کو بتمامہا اپنے رسالہ کا جزو اعظم بنایا جاوے بلکہ اپنے رسالہ کو اس رسالہ کا ترجمہ قرار دیا جاوے اور جو اس سے زائد ہو وہ ملحقات کے حکم میں سمجھا جاوے پس جہاں سے وہ شروع ہوگا اسے ختم تک اپنے رسالہ کے دو کالم کردوں گا ایک میں اصل رہے گا دوسرے میں ترجمہ اور اتنے حصہ کا نام بھی مستقل کہہ دینا مناسب معلوم ہوا اور بمصلحت طرز رسالہ کے اس رسالہ کو بھی ایک فصل کے عنوان سے نقل کیا گیا۔ ثانی مشفقی مولوی فتح محمد خان صاحب سلمہ بستوی مصنف رسائل متعددہ نے شوق ظاہر کیا کہ اس رسالہ کی تکمیل کی جاوے اور طبع کے لیے ان کو دیا جاوے چناں چہ اس کا وعدہ کرلیا گیا اور بنام خدا اس رمضان ۱۳۲۸ھ میں اس کا قصد کیا گیا۔

مضمون سوم۔ اس رسالہ میں بعض بعض مقام پر شوق میں اشعار لکھ دیے ہیں اگر مستورات کے مجمع میں پڑھنے کا اتفاق ہو تو اشعار چھوڑ دیے جاویں۔

فقط

وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ

پہلی فصل — نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

پہلی روایت

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں! مجھے بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور کے فیض سے تمہارے نبی (ﷺ) کے نور کو پیدا کیا۔ پھر جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ نور سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت تھی نہ جہنم، نہ آسمان تھا نہ زمین، نہ سورج تھا نہ چاند، نہ جن تھے اور نہ انسان۔ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے۔ ایک حصے سے قلم، دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش پیدا کیا۔ الخ

(رواہ عبدالرزاق بسندہٖ عن جابر رضی اللہ عنہ)

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سب سے پہلے نورِ محمدی ﷺ کو پیدا کیا گیا نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن چیزوں کے بارے میں دیگر احادیث میں یہ آیا ہے کہ انہیں پہلے پیدا کیا گیا ہے، وہ سب چیزیں در حقیقت نورِ محمدی ﷺ کے بعد پیدا ہوئیں۔

دوسری روایت

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت ہی خاتم النبیین بن چکا تھا جس وقت (حضرت) آدم علیہ السلام گارے کی شکل میں تھے (یعنی ابھی ان کا پتلا بھی نہیں بنا تھا)۔

(رواہ احمد والبیہقی وصاحب المشکوٰۃ، والحاکم وصححہ الحاکم)

تیسری روایت

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ ﷺ کو نبوت کب ملی؟آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (مجھے اس وقت نبوت مل چکی تھی) جب (حضرت) آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے (یعنی ان کے جسم میں روح نہیں ڈالی گئی تھی)۔

(رواہ الترمذی و قال حدیث حسن و بمثلہ رواہ الحاکم وصحّحہ)

چوتھی روایت

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:- یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کب نبی بنائے گئے؟آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس وقت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے، اس وقت مجھ سے (نبوت کا) عہد لیا گیا تھا ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ اور جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا آپ سے بھی اور نوح سے بھی۔

(رواہ ابن سعد عن جابر جعفی کما ذکرہ ابن رجب)

پانچویں روایت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں (حضرت) آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے پروردگار کے حضور ایک نور تھا۔

(ذکر فی روایات احکام بن القطان عن الامام زین العابدین)

فائدہ: یعنی کم از کم چودہ ہزار سال پہلے پیدا کیا گیا۔ پس اگر کسی روایت میں زیادہ عرصہ کا ذکر ہو تو اس میں شبہ نہ کیا جائے، باقی رہا کہ پھر چودہ ہزار کو کیوں ذکر کیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ اس عدد (چودہ ہزار) کو اس وقت کی صورت حال کے مطابق کسی خاص ضرورت کی وجہ سے ذکر کیا گیا ہو۔

چھٹی روایت

حضرت سہل بن صالح ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام

محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: کہ رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء سے اول کیسے ہیں؟ حالاں کہ آپ ﷺ سب سے آخر میں تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام روحوں سے عہد لیتے وقت تمام انبیاء کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا اور ان سے یہ اقرار لیا: ”کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟“ تو جواب میں سب سے پہلے آں حضرت ﷺ نے بَلٰی (کیوں نہیں؟ آپ ہی ہمارے رب ہیں) کہا تھا۔ اسی لیے آپ ﷺ کو تمام انبیاء سے اول ہونے کا شرف حاصل ہے، اگرچہ آپ ﷺ سب سے آخر میں تشریف لائے۔

(ذکر فی جزء لامالی ابی سہل قطاف عن سہل بن صالح حمدانی)

فائدہ: اگر عہد لیتے وقت روح کا جسم سے تعلق ہو بھی گیا ہو تو بھی روح ہی کے احکام غالب ہیں۔ اس لیے اس روایت کو نور والی روایات میں ذکر کرنا مناسب سمجھا اوپر حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے آپ ﷺ سے عہد لیا گیا اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد عہدِ الست لیا گیا۔ ممکن ہے کہ وہ عہد، عہدِ نبوت ہو جس میں دوسرے شریک نہ ہوں جیسا کہ اس حدیث کے ذیل میں اس طرف اشارہ بھی ہے۔

ساتویں روایت

آپ ﷺ غزوۂ تبوک سے مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں آپ ﷺ کی تعریف میں کچھ اشعار کہوں۔ (چوں کہ حضور ﷺ کی تعریف عبادت ہے، اس لیے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہو، اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو صحیح سالم رکھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے یہ اشعار پڑھے۔

مِنْ قَبْلِها طِبْتَ فی الظِّلالِ وفی
مُسْتَوْدَعٍ حیثُ یَخْصَفُ الوَرَقُ
ثُمَّ هَبَطْتَ البِلادَ لا بَشَرٌ
أنتَ ولا مُضْغةٌ ولا عَلَقُ

بَـلْ نُطْفَةٌ تَـرْكَـبُ السَّفِينَ وقدْ
أَلْـجَـمَ نَـسْرًا وأهْـلَـهُ الـغَـرَقُ
وَرَدْتَ نَـارَ الخَلِيلِ مُكْتَتِمًا
فـى صُـلْبِـهِ أنـتَ، كيفَ يَـحـتَرِقُ
تُـنْـقَـلُ مِـنْ صَـالِـبٍ إلـى رَحِـمٍ
إذَا مَـضَـىٰ عـالَـمٌ بَـدا طَـبَـقٌ
حتَّى احْـتَـوَىٰ بَيتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ
خِـنْـدِفَ عَـلْـيـاءَ تَحْتَها النُّطُقُ
وأنـتَ لَمَّـا وُلِـدْتَ أشْرَقَـتِ
الْأرْضُ وضَـاءَتْ بِـنُـورِكَ الأُفُـقُ
فنحنُ فى ذٰلكَ الضِّياءِ وفى ال نُورِ
وسُـبْـلَ الـرَّشَـادِ نَـخْـتَرِقُ

ترجمہ: زمین پر آنے سے پہلے آپ ﷺ اپنی ودیعت گاہ (حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ) میں تھے۔ اور جنت کے سائے میں خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے تھے، جہاں حضرت آدم علیہ السلام جنت کے درختوں کے پتے اوپر تلے جوڑ رہے تھے، (حضرت آدم علیہ السلام زمین پر آنے سے پہلے جب جنت میں تھے، آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے، ودیعت گاہ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ ہے جیسا کہ **فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ** کی تفسیر میں مفسرین نے کہا ہے، اور پتے جوڑنا اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے ممنوع درخت کا پھل کھالیا اور جنت کا لباس اتر گیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے درختوں کے پتے ملاملا کر اپنا بدن ڈھانپا یعنی اس وقت بھی آپ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں تھے) اس کے بعد آپ ﷺ زمین پر تشریف لائے، اس وقت آپ ﷺ نہ بشر تھے اور نہ **مُضْغَةٌ** (گوشت کا لوتھڑا) اور نہ **عَلَقٌ** (جما ہوا خون) کیوں کہ یہ حالتیں ماں کے پیٹ میں بچے کے جسم بننے کے وقت ہوتی ہیں اور زمین پر اترتے وقت آپ ﷺ کی ایسی حالت تو تھی نہیں کیوں کہ آپ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ زمین پر اترے، غرض آپ ﷺ نہ بشر تھے نہ علقہ نہ مضغہ) بلکہ (باپ دادوں کی پیٹھ میں) صرف پانی کا ایک مادہ تھے، وہ مادہ (حضرت نوح علیہ السلام کی) کشتی میں بھی سوار تھا۔ اس

وقت نسر بُت اور اس کے ماننے والوں (یعنی قوم نوح) کو طوفان نے گردنوں تک اپنے اندر غرق کیا ہوا تھا (یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے ذریعے وہ مادہ کشتی میں سوار تھا) مولانا جامی رحمہ اللہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔

زجودش گر نہ گشتے راہ مفتوح
بجودی کے رسیدے کشتی نوح

اگر آپ ﷺ کی مہربانی سے راستہ نہ کھلتا تو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ تک کیسے پہنچتی، اور وہ مادہ (اسی طرح واسطہ در واسطہ) ایک صلب سے دوسرے رحم تک منتقل ہوتا رہا، جب ایک عالم گزر جاتا تو دوسرا عالم شروع ہو جاتا تھا (یعنی وہ مادہ باپ داداؤں کے مختلف طبقات میں ایک سے دوسرے میں منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو) آپ ﷺ آتش نمرودی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیٹھ میں مختفی تھے۔ پھر بھلا حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں کیسے جل سکتے تھے! (پھر آپ ﷺ اسی طرف آگے منتقل ہوتے رہے) یہاں تک کہ آپ ﷺ کی خاندانی شرافت وفضیلت خندف کی اولاد میں ایک بلند چوٹی (خاندان بنی ہاشم) پر جا کر ٹھہر گئی۔ جس کے نیچے اور چھوٹی چوٹیاں تھیں (یعنی دوسرے خاندان) تھے (خندف آپ کے دور کے دادا مدرکہ بن الیاس کی والدہ کا لقب ہے یعنی ان کی اولاد میں آپ کے خاندان اور دوسرے خاندانوں کا آپس میں ایسا تعلق تھا جیسے پہاڑ میں اوپر کی چوٹی اور نیچے کی چوٹی کے درمیان ہوتا ہے۔ اور چھوٹی چوٹی سے اس طرف

> آپ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ زمین پر اترے، غرض آپ ﷺ نہ بشر تھے نہ علقہ نہ مضغہ (بلکہ (باپ دادوں کی پیٹھ میں) صرف پانی کا ایک مادہ تھے، وہ مادہ (حضرت نوح علیہ السلام کی) کشتی میں بھی سوار تھا۔

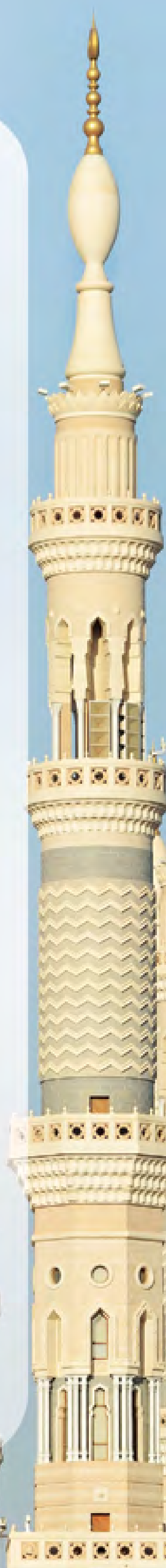

اشارہ ہے کہ خندف کی اولاد کے علاوہ باقی خاندان خندف کے سامنے ایسے ہی ہیں جیسا کہ پہاڑ کی اونچی چوٹی کے مقابلہ میں نیچے چھوٹی چھوٹی چوٹیاں ہوتی ہیں، گویا ہاشمی خاندان پہاڑ کی سب سے بلند چوٹی اور خندف کی اولاد پہاڑ کی چھوٹی چوٹی ہے اور ان کے علاوہ باقی خاندان پہاڑ کے نیچے کا حصہ ہیں) اور آپ ﷺ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ ﷺ کے نور سے تمام جہاں منور ہو گیا، ہم اس روشنی اور نور سے ہدایت کے راستے طے کر رہے ہیں۔

مِنَ الْقَصِيْدَة

وَكُلُّ آيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمٖ
فَاِنَّهٗ شَمْسَ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا
يَظْهَرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِى الظُّلَمِ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

۱۔انبیاء کرام علیہم السلام کو تمام معجزات حضور پر نور ﷺ کی بدولت ملے ہیں۔

۲۔ کیوں کہ آپ ﷺ فضل و کمال کے سورج ہیں اور دیگر انبیاء علیہم السلام اس سورج کے چاند تارے ہیں۔

۳۔اے اللہ ! آپ اپنے حبیب ﷺ پر ہمیشہ ہمیشہ درود وسلام بھیجتے رہیں جو تمام مخلوق میں سب سے افضل ترین ہستی ہیں۔

دوسری فصل
انبیاء سابقین میں آپ ﷺ کے فضائل کا اظہار

پہلی روایت

حضرت آدم علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا: اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔

(رواہ الحاکم وصححہ)

فائدہ: اس روایت میں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے آپ ﷺ کی فضیلت کا اظہار واضح طور پر موجود ہے۔

دوسری روایت

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہو گئی تو انہوں نے (اللہ تعالیٰ سے) عرض کیا: اے اللہ! میں آپ کو محمد ﷺ کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری مغفرت کر دیجئے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم! تمہیں محمد ﷺ کا کیسے علم ہوا؟ حالانکہ میں نے تو ابھی ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! مجھے اس طرح معلوم ہوا کہ جب آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح (مبارک) میرے اندر پھونکی تو میں نے سر اُٹھا کر دیکھا، عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا تھا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ ایسے ہی شخص کا نام ملایا ہو گا جو آپ کو تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہو گا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم سچ کہتے ہو یقیناً وہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کا

واسطہ دے کر مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔

(البیہقی، الحاکم)۔ وہ تمہاری اولاد میں سے آخری نبی ہیں (الطبرانی)۔

تیسری روایت

حضرت آدم علیہ السلام نے جب حضرت حوا علیہا السلام کے قریب ہونا چاہا تو انہوں نے مہر طلب کیا، حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی (اور پوچھا) اے اللہ! میں ان کو (مہر میں) کیا چیز دوں؟ ارشاد ہوا کہ اے آدم! میرے حبیب محمد ﷺ پر بیس مرتبہ درود بھیجو، (یہی تمہارا مہر ہے) چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

چوتھی روایت

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا (کا نتیجہ) ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت (کا مصداق) ہوں۔

فائدہ: اس حدیث میں دو آیتوں کے مضمون کی طرف اشارہ ہے ایک آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا اور دوسری آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت مذکور ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا مندرجہ ذیل آیت میں مذکور ہے:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ الی قولہ تعالیٰ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ الخ

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم دونوں (حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام) کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک جماعت کو بھی اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری توبہ قبول فرما بیشک آپ ہی توبہ قبول کرنے والے رحم کرنے والے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہماری اولاد میں ایک رسول بھیج۔۔۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت مندرجہ ذیل آیت میں مذکور ہے:

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ

اے بنی اسرائیل! بیشک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں جو میرے ساتھ تورات موجود ہے اس کی تصدیق کر رہا ہوں اور تمہیں خوشخبری دے رہا ہوں کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہو گا۔

پانچویں روایت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تورات میں آپ ﷺ کی تعریف میں یہ لکھا ہے (کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ سے فرمایا) اے پیغمبر! ہم نے آپ کو امت کے حال کا گواہ بنا کر بھیجا ہے، آپ (جنت کی) بشارت دینے والے، (جہنم سے) ڈرانے والے اور ان پڑھ لوگوں (اُمّی لوگوں) کے لیے جائے پناہ ہیں، (اس سے مُراد امت محمدیہ (ﷺ) ہے جیسا کہ خود حضور ﷺ کا ارشاد ہے ہم ایک اُمّی جماعت ہیں) آپ (ﷺ) میرے بندے اور میرے پیغمبر ہیں، میں نے آپ (ﷺ) کا نام متوکل (توکل کرنے والا) رکھا ہے، آپ (ﷺ) نہ بد اخلاق ہیں نہ سخت مزاج، نہ آپ (ﷺ) بازاروں میں شور مچاتے ہیں اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے ہیں۔ میں آپ کو اس وقت تک دنیا سے نہ بلاؤں گا جب تک کہ آپ (ﷺ) کی برکت سے غلط راستے (یعنی کفر) کو درست راستے (یعنی ایمان) سے نہ بدل دوں گا کہ لوگ کلمہ پڑھنے لگیں۔ یہاں تک کہ میں اس کلمہ کی برکت سے نہ دیکھنے والی آنکھوں کو، نہ سننے والے کانوں کو اور بند دلوں کو کھول دوں گا (مطلب یہ ہے کہ جب تک اسلام خوب پھیل نہ جائیگا، اس وقت تک آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف نہ لے جائیں گے)۔

(مشکوٰۃ عن بخاری)

چھٹی روایت

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تورات میں لکھا ہے (کہ اللہ تبارک

وتعالیٰ فرماتے ہیں) : محمد رسول اللہ (ﷺ) میرے پسندیدہ بندے ہیں وہ مکہ میں پیدا ہونگے مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے جو بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کردیتے ہیں اور در گزر فرماتے ہیں، اور ان کی سلطنت کا مرکز ملک شام ہوگا۔

(مشکوٰۃ، دارمی)۔

فائدہ: چنانچہ خلفاء راشدین کے بعد اسلامی سلطنت کا مرکز ملک شام بنا۔ اور وہاں سے اسلام خوب پھیلا۔

ساتویں روایت

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات میں آں حضرت ﷺ کی مذکورہ بالا صفات کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کے ساتھ مدفون ہوں گے۔

(مشکوۃ عن ترمذی)

فائدہ: آخری تین روایتوں کے راوی پہلی آسمانی کتابوں کے عالم ہیں، بعض آیات بھی ان احادیث کے ہم معنی ہیں۔ چنانچہ دو آیتوں کا مضمون تو اس فصل کی چوتھی روایت کی شرح میں مذکور ہوچکا ہے۔ باقی تین آیتیں مزید ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی آیت

سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ

ترجمہ: جو لوگ اُمی رسول اور نبی کی پیروی کرتے ہیں وہ ان کا ذکر توراۃ اور انجیل میں اس طرح لکھا ہوا پاتے ہیں کہ وہ ان کو نیک کام بتائیں گے، بری بات سے منع کریں گے، پاک وصاف چیزوں کو ان کے لیے حلال قرار دیں گے اور گندی چیزوں

کو حرام قرار دیں گے اور جو احکام ان کے لیے بہت سخت ہیں ان کو ختم کر دیں گے۔

دوسری آیت

سورۃ فتح میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۖۚ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫

ترجمہ: "محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلے میں سخت ہیں۔ آپس میں مہربان ہیں۔ تو جب انہیں دیکھے گا وہ رکوع و سجود میں مشغول ہوں۔گے وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ ان کے چہرے پر سجدے کے نشانات ہیں ان کی یہ صفات ہیں تورات وانجیل میں بھی مذکور ہیں"۔

تیسری آیت

سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَ لَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ٘

ترجمہ: "جب اہل کتاب کے پاس ان کے علوم کی تصدیق کرنے والی کتاب (یعنی قرآن) آئی اور وہ لوگ اس (رسول) کے آنے سے پہلے کفار (ومشرکین) کے مقابلہ میں آپ ﷺ کے وسیلے سے فتح کی دُعا کیا کرتے تھے (یا ان کو آپ ﷺ کے آنے کی خبر دیا کرتے تھے) تو جب ان کے پاس جانی پہچانی چیز پہنچی (یعنی قرآن اور آں حضرت ﷺ) تو وہ اس کے منکر ہو گئے۔

فائدہ: آپ ﷺ کو پہچاننے اور آپ ﷺ کے وسیلے کے ذریعے فتح کی دعا

سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا ذکر پہلی کتابوں میں بھی موجود تھا۔ اسی پہچان کو سورۃ البقرہ کی ایک آیت میں اس طرح فرمایا گیا ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ ؕ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب (یعنی تورات و انجیل) دی وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو ایسے پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

وَمِنَ الْقَصِیْدَةِ

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ خَلْقٍ وَفِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْهُ فِیْ عِلْمٍ وَلَا کَرَمٍ
وَکُلُّھُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ مُلْتَمِسٌ
غُرْفًا مِنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّیَمِ
وَوَاقِفُوْنَ لَدَیْهِ عِنْدَ حَدِّھِمْ
مِنْ نُقْطَةِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَکْلَةِ الْحِکَمِ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

۱۔ حضور اکرم ﷺ حسن صورت و حسن سیرت میں تمام انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر ہیں اور وہ سب حضرات علم و کرم میں آپ ﷺ کی برابری نہیں کر سکتے۔

۲۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام حضور اکرم ﷺ کے دریائے معرفت سے ایک چلوکے اور آپ کے علم کی موسلا دھار بارش سے ایک قطرے کے طالب ہیں۔

۳۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ ﷺ کے سامنے اپنے اپنے مرتبے کے مطابق کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے علم و حکمت کی حد آپ ﷺ کے علم و حکمت کے مقابلہ میں اسی طرح ہے جس طرح کتاب کے سامنے ایک نقطے یا ایک زبر، زیر، پیش کی ہوتی ہے کہ پوری کتاب کہاں اور ایک نقطہ یا ایک اعراب کہاں، گویا کوئی نسبت ہی نہیں۔

اے اللہ! آپ اپنے حبیب ﷺ پر ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام بھیجتے رہیں جو تمام مخلوق میں سب سے افضل ترین ہستی ہیں۔

تیسری فصل
آپ ﷺ کی نسبی شرافت

پہلی روایت

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں عبد اللہ کا بیٹا اور عبد المطلب کا پوتا ہوں، میں محمد ہوں، اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اچھے گروہ یعنی انسانوں میں پیدا کیا۔ پھر انسانوں میں دو فرقے پیدا کیے عرب اور عجم، مجھے اچھے فرقے یعنی عرب میں پیدا کیا۔ پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھے سب سے اچھے قبیلے یعنی قریش میں پیدا کیا پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھے سب سے اچھے خاندان یعنی بنی ہاشم میں پیدا کیا، اس لیے میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندانی اعتبار سے بھی سب سے اچھا ہوں۔

(ترمذی)

دوسری روایت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، بدکاری سے پیدا نہیں ہوا، آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک کسی میں جاہلیت کی بدکاری کی کوئی ملاوٹ نہیں ہے (یعنی زمانہ جاہلیت میں جو بے احتیاطی ہوا کرتی تھی میرے آباؤاجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب اس سے پاک رہے۔ میرے نسب میں کوئی میل نہیں ہے)۔

(طبرانی اوسط، ابو نعیم، ابن عساکر، مواہب)

تیسری روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے آباؤاجداد میں سے کبھی کوئی مرد و عورت بدکاری سے نہیں ملے (کبھی بھی بدکاری

سے نہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ جس ملاپ کو میرے نسب میں بھی دخل نہیں ہے، یعنی جس میں حمل نہ ٹھہرے، وہ ملاپ بھی بلا نکاح نہیں ہوا۔ یعنی میرے سب باپ دادا مرد وعورت ہمیشہ برے کام سے پاک رہے) اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاکیزہ پیٹھوں سے پاک رحموں میں پاک وصاف طریقے سے منتقل کرتا رہا، جب کبھی دو شعبے ہوئے (جیسے عرب وعجم پھر قریش وغیر قریش وغیرہ وغیرہ) میں ہمیشہ بہترین شعبہ میں رہا۔

(ابونعیم، مواہب)

چوتھی روایت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: میں تمام مشرق ومغرب میں پھرا، میں نے کوئی شخص محمد ﷺ سے افضل اور کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل نہیں دیکھا۔

(ابونعیم فی الدلائل، طبرانی اوسط۔ صحح ابن حجر متنہ)

فائدہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اس قول کا اس شعر میں گویا ترجمہ کیا گیا ہے۔

آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

"میں اطراف عالم میں گھوما ہوں اور بہت محبوب بنائے ہیں۔ میں نے بہت سے حسین دیکھے ہیں لیکن تو چیز ہی کچھ اور ہے۔"

پانچویں روایت

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا۔اور ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔

(مسلم،ترمذی)

مِنَ الْرَّوْضِ

اَکْــرَمُ بِـہٖ نَسَبًاطَابَتْ عَـنَـاصِرُہٗ
اَصْــلًاوَ فَرعًاوَقَدْ سَــادَتْ بِہٖ الْبَشَرُ
مُطَّہَرٌ مِـنْ سِفَاحِ الْجَاہِلِیَّۃ لَا
یَشُوْبُہٗ قَـطٌّ لَا نَقْصُ وَلَا کَـدَرُ
یَـــارَبِّ صَــلِّ وَسَــلِّــمْ دَائِـمًــا اَبَــدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَـتْ بِہٖ الْعَصْرُ

ا۔آپ ﷺ کا نسب کیسا باکرامت ہے کہ اس کی اصل اور فرع (یعنی آباؤ واجداد اور اولاد) سبھی پاکیزہ ہیں آپ ﷺ کی وجہ سے انسانیت کو شرف حاصل ہوا۔

۲۔وہ نسب جاہلیت کی ہر برائی سے پاک ہے۔اس میں نقص اور میل کی ملاوٹ نہیں ہوئی۔

۳۔اے پروردگار! ہمیشہ ہمیشہ اپنے حبیب ﷺ پر درود وسلام بھیجئے جن سے زمانوں کو زینت حاصل ہوئی۔

چوتھی فصل

آپ ﷺ کے والد ماجد اور اجداد امجدین میں آپ ﷺ کے نور مبارک کے آثار

پہلی روایت

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک (ہوتے ہوتے) حضرت عبد المطلب میں منتقل ہوا۔ جب وہ جوان ہوئے تو ایک دن حطیم میں سو رہے تھے۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے، سر میں تیل لگا ہوا ہے اور خوبصورت لباس بدن پر موجود ہے۔ انہیں سخت حیرت ہوئی کہ معلوم نہیں یہ کس نے کیا ہے۔ ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کر قریش کے کاہنوں کے پاس لے گئے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ انہوں نے پہلے قیلہ سے نکاح کیا اور ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا۔ وہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے ساتھ حاملہ ہوئیں۔ حضرت عبد المطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کا نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ جب قریش میں قحط ہوتا تو وہ عبد المطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف جاتے اور ان کا واسطہ دے کر بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ نورِ محمدی ﷺ کی برکت سے خوب بارش فرماتے تھے۔ الخ۔

(المواہب)

دوسری روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عبد المطلب اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو نکاح کے لیے لے کر گئے تو ایک یہودی کاہنہ کے پاس سے گزرے جس نے سابقہ کتب پڑھی ہوئی تھیں۔ اس کا نام فاطمہ خثعمیہ تھا۔ اس

نے حضرت عبداللہ کے چہرہ میں نورِ نبوت دیکھ کر حضرت عبداللہ کو اپنی طرف (نکاح کے لیے) بلایا مگر حضرت عبداللہ نے انکار کر دیا۔

(المواہب)

تیسری روایت

اصحابِ فیل کے بادشاہ ابرہہ نے خانہ کعبہ گرانے کے لیے مکہ پر چڑھائی کی تو حضرت عبدالمطلب قریش کے چند آدمیوں کے ساتھ جبل ثبیر پر چڑھے۔ اس وقت حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں چاند کی طرح گول اور خوب روشن نورِ مبارک ظاہر ہوا۔ یہاں تک کہ اس کی شعاعیں خانہ کعبہ پر پڑیں۔ عبدالمطلب نے یہ دیکھ کر قریش سے کہا: اب چلو، اس نور کا میری پیشانی میں اس طرح چمکنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہم لوگ غالب رہیں گے۔

ابرہہ کے لشکر کے لوگ عبدالمطلب کے اونٹ پکڑ کر لے گئے تھے۔ عبدالمطلب ان کو واپس لینے کے لیے ابرہہ کے پاس گئے۔ ابرہہ نے ان کی صورت دیکھی تو ابرہہ کے دل میں ان کے چہرے پر موجود نور کی اتنی عظمت اور ہیبت پیدا ہوئی کہ اس نے ان کی خوب تعظیم کی۔ وہ تخت سے اترا اور ان کو اپنے پاس بٹھایا۔ غرض یہ کہ نورِ مبارک کی ایسی عظمت تھی کہ اس کی ہیبت سے بادشاہ بھی ڈر جاتے تھے اور خوب عزت واحترام سے پیش آتے تھے۔

(تواریخ حبیب الہ)

مِنَ الْرَّوْضِ

مَافِيهِ اِلَّا ہُمَامٌ قَدْ سَمَّاعَظْمًا
اَو سَيِّدٌ نَحْوَ فِعْلِ الْخَيْرِ مُبْتَدِرٌ
حَتىٰ بَدَا مُشرِقًامن وَّالِدَيْهِ وَقَدْ
تَجَمَّلت بِجَلَاهٗ الشَمْسُ وَالْقَمَرُ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعَصْرُ

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ نسب میں سب بڑے اور بڑی شان و عظمت والے ہیں۔ اور ایسے سردار ہیں جو خیر کی طرف آگے بڑھنے والے ہیں۔

۲۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روشن ہو کر اپنے والدین سے دنیا میں تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی کے انوار سے سورج چاند بھی روشن ہو گئے۔

پانچویں فصل
آپ ﷺ کے حمل مبارک کی برکات

پہلی روایت

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ حمل میں آئے تو انہیں خواب میں بشارت دی گئی: ”تم اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو، جب وہ پیدا ہوں تو یوں کہنا اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ (میں ہر حسد کرنے والے سے اکیلے (اللہ) کی پناہ مانگتی ہوں) اور ان کا نام محمد رکھنا۔“

(سیرۃ ابن ہشام)

دوسری روایت

حمل کے وقت آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس میں انہیں شام کے شہر بصرہ کے محل نظر آئے۔

(سیرۃ ابن ہشام)

فائدہ: یہ نور اس نور کے علاوہ ہے جو عین ولادت کے وقت انہیں نظر آیا۔

تیسری روایت

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے (کسی عورت کا) کوئی حمل آپ ﷺ سے زیادہ تیز اور آسان نہیں دیکھا۔

(سیرۃ ابن ہشام)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کوئی حمل حضور ﷺ کے برابر تیز اور آسان نہ تھا۔ نہ مشکل تھا اور آسان کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی تکلیف، متلی، سستی یا بھوک نہ لگنے کی شکایت وغیرہ تھی۔

شمامہ میں ہے کہ بعض احادیث میں آیا ہے : حمل کے وقت حضرت آمنہ کو کچھ بوجھ محسوس ہوا جس کی شکایت انہوں نے عورتوں سے کی۔ حافظ ابو نعیم نے کہا ہے کہ یہ بوجھ حمل کی ابتداء میں تھا۔ پھر مکمل آسانی رہی۔ بہر حال یہ حمل عام حالت سے ہٹ کر تھا۔

مِنَ الْرَّوْضِ

هٰـذا وقـد حَمَلَتْ اُمُّ الْحَبِيْبِ بِهٖ
وَلَيْسَ فِىْ حَمْلِهَا كَـرْبٌ وَلَا ضَرَرٌ
يَـارَبِّ صَـلِّ وَسَـلِّـمْ دَائِـمًـا اَبَـدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

ا۔ یہ تو ہو چکا اور آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حاملہ ہو گئیں اور ان کے حمل میں نہ درد تھا نہ کوئی تکلیف۔

چھٹی فصل
ولادت شریفہ کے وقت پیش آنے والے واقعات

پہلی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت) آمنہ بنت وہب فرماتی ہیں: جب آپ ﷺ میرے پیٹ سے جدا ہوئے تو آپ ﷺ کے ساتھ ایک نور نکلا جس سے مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ زمین پر آئے اور آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں پر سہارا لیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے خاک کی مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔

(مواہب)

فائدہ: اسی نور کا ذکر ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے: ”اس نور سے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے شام کے محل دیکھے۔“ حضور ﷺ نے اسی واقعہ کے بارے میں خود ارشاد فرمایا: **رؤیا امی التی رأت** (یہ میری والدہ کا خواب ہے جو انہوں نے دیکھا تھا) اور اس میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے **وکذا امھات الانبیاء یرین** (انبیاء علیہم السلام کی مائیں ایسا ہی نور دیکھا کرتی ہیں)۔

(اخرجہ احمد والبزار والطبرانی والحاکم والبیہقی عن العرباض بن ساریۃ و قال الحافظ ابن حجر صححہٗ ابن حبان والحاکم۔ مواہب)

دوسری روایت

حضرت ام عثمان فاطمہ بنت عبداللہ روایت کرتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو آپ ﷺ کے پیدا ہونے کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے بھر گیا اور میں نے ستاروں کو دیکھا کہ وہ زمین سے اس قدر قریب آ گئے تھے کہ مجھے گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔

(بیہقی والمواہب)

تیسری روایت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنی والدہ شفا سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ (بچوں کے معمول کے مطابق) آپ ﷺ کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا: رحمك الله (اے محمد ﷺ! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) حضرت شفا کہتی ہیں: (آپ ﷺ کے پیدا ہوتے ہی) تمام مشرق و مغرب کے درمیان روشنی ہو گئی یہاں تک کہ میں نے روم کے بعض محل دیکھے پھر میں نے آپ ﷺ کو دودھ دیا (اپنا نہیں بلکہ آپ ﷺ کی والدہ کا کیوں کہ حضرت شفا کو کسی نے دودھ پلانے والیوں میں ذکر نہیں کیا) اور آپ ﷺ کو لٹا دیا۔ تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ مجھ پر تاریکی، رعب اور لرزہ چھا گیا اور آپ ﷺ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ اس نے کہا: ان کو کہاں لے گئے تھے؟ جواب دینے والے نے کہا: مشرق کی طرف۔ وہ کہتی ہیں: اس واقعہ کی عظمت مستقل میرے دل میں رہی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا، میں اول اسلام لانے والوں میں سے ہوئی۔

(مواہب)

فائدہ: مشرق کے ذکر سے مغرب کی نفی نہیں ہوئی۔ دوسری روایت میں مغرب کا ذکر بھی ہے۔ (الشمامۃ)

شاید اس روایت میں مشرق کی فضیلت کی وجہ سے اس کو ذکر کیا گیا ہے کیوں کہ وہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے جیسا کہ سورۃ الصافات کے شروع میں رب المشارق فرمایا گیا ہے (کہ اللہ تعالیٰ مشرقوں کے رب ہیں اور مغارب کو ذکر نہیں کیا گیا)۔

چوتھی روایت

آپ ﷺ کی ولادت کے عجیب واقعات میں یہ واقعات بھی روایت کیے گئے ہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت کے وقت کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے اور بحیرہ طبریہ فوراً خشک ہو گیا۔ اور فارس کا آتش کدہ بجھ گیا جو ایک ہزار سال سے مستقل روشن تھا اور کبھی نہ بجھتا تھا۔

(رواہ البیہقی وابو نعیم والخرائطی فی الھواتف، وابن عساکر کذا فی المواہب)

فائدہ: ان واقعات میں فارس اور شام کی سلطنت کے زوال کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

پانچویں روایت

فتح الباری میں ہے کہ آپ ﷺ نے پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا۔

(مواہب)

اب کچھ روایتیں وہ ذکر کی جاتی ہیں جن میں اہل کتاب سے آپ ﷺ کی ولادت کا ذکر موجود ہے۔

چھٹی روایت

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں سات آٹھ سال کا تھا اور سمجھ بوجھ رکھتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے اچانک چلانا شروع کر دیا: اے یہودیو! سب یہودی جمع ہو گئے۔ میں ان کی باتیں سن رہا تھا۔ لوگوں نے کہا: کیا ہوا؟ کہنے لگا: آج رات احمد (ﷺ) کا وہ ستارہ طلوع ہو گیا جس کی ساعت میں آپ ﷺ نے پیدا ہونا تھا۔

(رواہ البیہقی وابو نعیم والمواہب)

محمد بن اسحاق صاحب السیر کہتے ہیں: میں نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت سعید سے پوچھا: جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عمر کیا تھی؟ انہوں نے فرمایا: ساٹھ سال تھی۔ اور حضور ﷺ ترپن سال کی عمر میں تشریف لائے ہیں تو اس حساب سے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (حضور ﷺ سے سات سال بڑے ہوئے اور انہوں) نے یہودی کی یہ بات سات سال کی عمر میں سنی۔

ساتویں روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی مکہ میں آیا ہوا تھا۔ جس رات حضور ﷺ پیدا ہوئے اس نے کہا: اے قریش! کیا آج رات تم

میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمیں تو معلوم نہیں۔ کہنے لگا: دیکھو! آج کی رات اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے جس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشانی ہے (یعنی مہر نبوت ہے) چنانچہ قریش نے جا کر تحقیق کی تو خبر ملی: عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ وہ یہودی آپ ﷺ کی والدہ کے پاس آیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو ان لوگوں کے سامنے کر دیا۔ جب اس یہودی نے وہ نشانی دیکھی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کہنے لگا: بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو گئی۔ قریشیو! سن لو! واللہ! تم پر یہ ایسے غالب ہوں گے کہ مشرق اور مغرب میں ان کی شہرت پھیل جائے گی۔

مِنَ الْقَصِیْدَةِ

أَبَانَ مَوْلِدُهُ عَنْ طِيْبِ عُنْصِرِهِ
يَا طِيبَ مُبتَدَإٍ منه ومُخْتَتَمِ
يَوْمٌ تَفَرَّسَ فِيْهِ الفُرسُ أَنهُمُ
قَدْ أُنذِرُوا بِحُلُولِ البُؤسِ والنِّقَمِ
وَبَاتَ اَيْوَانُ كِسرَى وَهُوَ مُنْصَدِعٌ
كَشَملِ أصحابِ كِسْرٰى غيرَ مُلتَئِمِ
وَالنَّارُ خَامِدَةُ الْأَنْفَاسِ مِنْ أَسَفٍ
عَلَيْهِ والنهرُ ساهي العَيْنِ مِن سَدَمِ
وَسَآءَ سَاوَةَ أَنْ غاضَتْ بُحَيرَتُهَا
وَرُدَّ وارِدُهَا بِالغَيْظِ حِيْنَ ظَمِى
كَأَنَّ بِالنَّارِ مَا بالماءِ مِن بَلَلٍ
حُزْنَاً وَبِالْمَاءِ مَا بِالنَّارِ مِن ضَرَمِ
والجِنُّ تَهتِفُ والأنوارُ ساطِعَةٌ
والحقُّ يظهَرُ مِن مَعْنىً ومِن كَلِمِ
عَمُوا وصَمُّوا فَاِعلانُ البَشَائِرِ لَمْ
تُسمَعْ وبارِقُ الاِنْذَارِ لَمْ تُشَمِ
مِن بعدِ ما أخبَرَ الأَقْوَامَ كَاهِنُهُم
بِأَنَّ دينَهُمُ المُعوَجَّ لم يَقُمِ

وَبَعْـدَ مَا عَايَنْطْ فِى الْأُفُقِ مِنْ شُهُبٍ
مُنقَضَّةٍ وَوَفْـقِ مَا فِى الْأَرْضِ مِن صَنَمِ
يَـارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۱۔آپ ﷺ کی ولادت نے (بڑی بڑی کرامتوں کی وجہ سے) آپ کی اصل مبارک کی عمدگی ولطافت کو ظاہر کر دیا۔اے خوشبو! آؤ،آپ کی ابتداء کا حسن اور انتہاء کی خوبی دیکھو۔

۲۔آپ ﷺ کی پیدائش کا دن وہ مبارک دن ہے جس دن اہل فارس نے اپنی فراست سے (کہ اس وقت واضح نشانیاں بکثرت ظاہر ہوئیں) سمجھ لیا کہ ان کی سلطنت کے زوال کا اوران پر مصائب کا زمانہ قریب آگیا۔

اور اب انہیں اپنے انجام سے ڈرنا چاہیے۔

۳۔اور نوشیرواں کا محل ولادت باسعادت کے وقت گر کر ایسا پاش پاش ہو گیا کہ لشکرِ کسریٰ کو پھر اکٹھا ہونا نصیب نہ ہوا۔

۴۔اور مجوس کی آگ جو ہزار سال سے روشن تھی افسوس کی وجہ سے بجھ گئی اور نہر فرات ایسی حیران اور بے خود ہوئی کہ اپنا بہاؤ چھوڑ کر ساوہ (جگہ کا نام) کے

کھالے میں جا گری۔

۵۔ اور ساوہ کے لوگ اس بات سے غمگین ہوئے کہ ان کے دریا کا پانی خشک ہو گیا اور ان کے دریا پر آنے والے پیاسے ناکام واپس ہوتے ہیں۔

۶: گویا کہ آگ کو غم کی وجہ سے پانی کی تری والی صفت اور پانی کو آگ والی صفت حاصل ہو گئی۔

۷: اور جنات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی آوازیں لگا رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار ظاہر ہو رہے ہیں اور باطنی اور ظاہری باتوں سے حق ظاہر ہو رہا ہے۔

۸: وہ بہرے تھے، لہٰذا ان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی خوشخبریاں نہ سنی گئیں اور ڈرانے والی بجلی ان سے نہ دیکھی گئی۔

۹: (اور حیرت اس بات پر ہے کہ) کاہنوں کے اپنی قوم کو یہ خبر دینے کے بعد کہ ان کا غلط دین اب باقی نہیں رہے گا، وہ لوگ اندھے اور بہرے بنے۔

۱۰: اور یہ دیکھنے کے بعد کہ) آسمان کے اطراف میں آگ کے شعلے جنات کو مارے جاتے ہیں وہ منہ کے بل زمین پر گرتے ہوئے بتوں کی طرح (مثل اوندھے اور بہرے) ہو چکے ہیں اور زمین پر منہ کے بل گر رہے ہیں۔

ساتویں فصل
آپ ﷺ کی پیدائش کا وقت اور جگہ

دن و تاریخ

سب کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ پیر کے دن پیدا ہوئے، البتہ تاریخ میں اختلاف ہے کہ آٹھویں تھی یا بارہویں۔

(الشمامۃ)

مہینہ

سب کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش کا مہینہ ربیع الاول تھا۔

سال

سب کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش کا سال عام الفیل تھا (جس سال اصحاب الفیل ہلاک کیے گئے)۔ علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول اس قصہ سے پچاس دن بعد جبکہ بعض حضرات کے نزدیک پچپن دن بعد آپ ﷺ پیدا ہوئے۔

(الشمامۃ)

وقت پیدائش

بعض حضرات نے رات کے وقت اور بعض حضرات نے دن کے وقت۔

(الزرکشی)

جبکہ بعض حضرات نے طلوع فجر کے وقت کہا ہے۔

(الشمامہ)

مقام پیدائش

بعض حضرات کے نزدیک آپ ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے۔ بعض کے نزدیک شعب

(حضرت ابو طالب کی گھاٹی) میں (یہ گھاٹی مکہ مکرمہ کا حصہ ہے۔ عبدالعظیم)۔ اور بعض کے نزدیک (مکہ کے حصے) ردم میں پیدا ہوئے جبکہ بعض حضرات کے نزدیک عسفان میں پیدا ہوئے۔

(مواہب)

مِنَ الرَّوْضِ

وَكَانَ مَوْلَدُهٗ اَيْضًا وَنَقْلَتُهٗ
لِيَوْمِ الْاِثْنَيْنِ هٰذَا الْاَمْرُ مُعْتَبَرٌ

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

ا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ اور وفات شریف پیر کے دن ہوئی۔ یہی بات درست ہے۔

آٹھویں فصل
آپ ﷺ کے بچپن کے واقعات

پہلی روایت

حضرت ابن شیخ نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کا جھولا فرشتے جھلایا کرتے تھے۔

(مواہب)

دوسری روایت

حضرت حلیمہ کہتی ہیں: میں نے جب آپ ﷺ کا دودھ چھڑایا تو آپ ﷺ نے دودھ چھوڑتے ہی سب سے پہلے جو بات فرمائی وہ یہ تھی اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا (اللہ تعالیٰ سب سے بڑے ہیں، وہ بہت بڑے ہیں اور صبح شام اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح ہے)۔ جب آپ ﷺ ذرا بڑے ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر ان سے علیحدہ رہتے (یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے)۔

(المواہب)

تیسری روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو دور نہ جانے دیا کرتی تھیں۔ ایک بار انہیں معلوم نہ ہوا اور آپ ﷺ اپنی رضاعی بہن حضرت شیماء کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مویشیوں کی طرف چلے گئے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی تلاش میں نکلیں۔ دیکھا کہ آپ ﷺ بہن کے ساتھ ہیں، حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا (حضرت شیماء رضی اللہ عنہا سے) کہنے لگیں: اس گرمی میں ان کو یہاں لیے پھر رہی ہو۔ بہن نے کہا: اماں جان! میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی، میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا

جو ان پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ جب یہ ٹھہرتے تھے وہ بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب یہ چلنے لگتے تھے وہ بھی چلنے لگتا تھا۔ اس جگہ تک ہم اسی طرح پہنچے ہیں (۱)۔

(ابن سعد، ابو نعیم، ابن عساکر)

چوتھی روایت

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں (طائف سے) قبیلہ بنو سعد کی عورتوں کے ساتھ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ آئی۔ (اس قبیلہ کا یہی کام تھا) اس سال سخت قحط تھا، میری گود میں میرا ایک بچہ تھا مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس اکیلے کو بھی کافی ہوتا۔ رات بھر (وہ بھوک کی وجہ سے) روتا رہتا اور اس کے چلّانے سے ہمیں نیند نہ آتی تھی۔ (اسی طرح) ہماری اونٹنی کا دودھ بھی نہیں تھا۔ میں ایک دراز گوش (گدھے) پر سوار تھی جو انتہائی کمزوری کی وجہ سے قافلے کے ساتھ چل نہیں سکتا تھا جس کی وجہ سے ہمسفر بھی اس سے تنگ تھے۔ ہم مکہ آئے تو رسول اللہ ﷺ کو جو عورت دیکھتی اور سنتی کہ آپ ﷺ یتیم ہیں تو قبول نہیں کرتی تھی (کیوں کہ زیادہ انعام واکرام کی امید نہ ہوتی۔ ادھر حضرت حلیمہ کو دودھ کی کمی کی وجہ سے کوئی بچہ نہ ملا تو) میں نے اپنے شوہر سے کہا: یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ میں خالی جاؤں! میں تو اس یتیم بچہ ہی کو لے آتی ہوں۔ شوہر نے کہا: بہتر ہے شاید اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمادے۔ غرض میں آپ ﷺ کو لے آئی۔ میں جب اپنی قیام گاہ پر پہنچی اور آپ ﷺ کو گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو اس قدر دودھ آیا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی (میرے بچے) نے خوب آرام سے پیا اور آرام سے سو گئے۔ میرے شوہر نے جب اونٹنی کو جاکے دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ غرض انھوں نے دودھ نکالا اور ہم سب نے خوب سیر ہو کر پیا، اور رات بڑے آرام سے گزری۔ اس سے پہلے ہمارے نصیب میں سونا نہیں تھا، شوہر کہنے لگا: اے حلیمہ تُو تو بڑی برکت والے بچے کو لائی ہے۔ میں نے کہا ہاں، مجھ کو بھی یہی امید ہے۔ پھر ہم مکہ سے روانہ ہوئے میں آپ ﷺ کو لے کر اسی دراز گوش (گدھے کے لیے یہ لفظ ادبًا استعمال کیا گیا) پر سوار ہوئی۔ اب تو اس کا یہ حال تھا کہ کوئی سواری اس کی تیز رفتاری کے سبب اس کو پکڑ نہ سکتی تھیں۔ میری ہمسفر عورتیں تعجب سے کہنے لگیں، حلیمہ: ذرا آہستہ چلو! کیا،

یہ وہی دراز گوش ہے جس پر تم آئی تھی؟ میں نے کہا: وہی ہے وہ کہنے لگیں: لگتا ہے کوئی خاص بات پیش آئی ہے۔ پھر ہم اپنے گھر پہنچے، اگرچہ وہاں سخت قحط تھا لیکن میری بکریاں دودھ سے بھری ہوتیں اور دوسروں کو اپنے جانوروں سے ایک قطرہ تک دودھ نہ ملتا تھا۔ میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے: تم بھی وہاں جانور چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود ان کے جانور خالی آتے اور میرے جانور بھرے آتے (کیوں کہ چراگاہ میں کیا رکھا تھا اصل بات تو اور تھی) غرض ہم برابر خیر و برکت حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ ﷺ کا دودھ چھڑا دیا، آپ ﷺ دو سال کی عمر میں خوب بڑے لگنے لگے، پھر ہم آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ ﷺ کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا تھا کہ آپ ﷺ کچھ دن اور ہمارے پاس رہیں، اس لیے آپ ﷺ کی والدہ سے اصرار کر کے اور مکہ میں وباء کے بہانے سے ہم آپ ﷺ کو پھر اپنے گھر لے آئے۔ چند ہی مہینے بعد ایک بار آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ چراگاہ میں پھر رہے تھے کہ یہ بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے اور اپنے ابو سے کہنے لگا: میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑوں والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور ان کا پیٹ چاک کر دیا، میں اسی حال میں ان کو چھوڑ کر آیا ہوں۔ ہم دونوں گھبرائے ہوئے وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ آپ ﷺ کھڑے ہیں اور آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ خوف سے اڑا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا: بیٹا کیا ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے، انہوں نے مجھے لٹایا اور میرا پیٹ چاک کر کے اس میں کچھ ڈھونڈ کر نکالا، معلوم نہیں کیا نکالا۔ ہم آپ ﷺ کو واپس اپنے گھر لے آئے۔ میرے شوہر نے مجھ سے کہا: حلیمہ! اس لڑکے کو آسیب ہوا ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ اثر بڑھے ان کو ان کے گھر پہنچا آؤ، چنانچہ میں آپ ﷺ کو ان کی والدہ کے پاس لے آئی۔ وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگی تم تو اس کو اور رکھنا چاہتی تھی پھر کیوں لے آئی؟ میں نے کہا: اب خدا کے فضل سے یہ ہوشیار ہو گئے ہیں، اور میں اپنی خدمت ادا کر چکی۔ خدا جانے کیا اتفاق ہو جائے۔ اس لیے لے آئی ہوں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ بات نہیں، سچ بتاؤ کیا بات ہے؟ میں نے سارا قصہ بیان کیا، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: تمہیں ان پر شیطان کے اثر کا

اندیشہ ہے؟میں نے کہا: ہاں، کہنے لگیں: ہر گز نہیں! واللہ ان پر شیطان کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا، میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے۔ پھر انہوں نے حمل اور ولادت کے چند حالات بیان کیے (جو پانچویں فصل میں مذکور ہیں) اور فرمایا: اچھا ان کو چھوڑ دو اور بخیر و عافیت واپس چلی جاؤ۔

فائدہ: حضرت حلیمہ کے اس لڑکے کا نام حضرت عبد اللہ ہے اور یہ حضرت انیسہ اور حضرت جذامہ (جو حضرت شیما کے نام سے مشہور ہیں) کے بھائی ہیں۔ یہ سب حارث بن عبد العزیٰ (حضرت حلیمہ کے شوہر) کی اولاد ہیں۔

(زاد المعاد)

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ سب حضرات بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔

پانچویں روایت

حضرت ثور بن یزید فرماتے ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان دو سفید پوش شخصوں سے ایک نے دوسرے سے کہا: ان کو ان کی اُمّت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا۔ پھر اسی طرح سو کیساتھ پھر ہزار کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میں بھاری نکلا۔ پھر اس نے کہا کہ بس کرو، واللہ! اگر ان کو ان کی تمام اُمت کے ساتھ بھی وزن کروگے تو بھی یہی وزنی نکلیں گے۔

(سیرۃ ابن ہشام)

فائدہ: شق صدر (سینہ چاک کرنا) اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا۔ ایک تو یہی جو مذکور ہوا۔ دوسری بار دس سال کی عمر میں صحرا میں۔ تیسری بار نبوت ملنے کے وقت رمضان کے مہینے میں غار حرا میں۔ چوتھی بار شب معراج میں اور پانچویں بار ثابت نہیں۔

(الشمامۃ)

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرّہ نے سورۃ الم نشرح کی تفسیر میں اس کے متعلق ایک نکتہ لکھا ہے کہ پہلی مرتبہ سینہ اس لیے چاک کیا گیا کہ لڑکوں کے دلوں میں کھیل کود کی جو فضول محبت ہوتی ہے وہ نکل جائے۔ اور دوسری مرتبہ اس لیے چاک کیا گیا کہ جوانی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں ایسے کاموں کی رغبت نہ ہو جو

جوانی کی وجہ سے گناہ کا ذریعہ بنتی ہے۔ اور تیسری مرتبہ اس لیے کہ آپ ﷺ کے دل میں وحی برداشت کرنے کی قوت پیدا ہو سکے۔ اور چوتھی بار اس لیے کہ آپ ﷺ کے دل میں فرشتوں کے عالم اور اللہ تعالیٰ کے مراتب کو دیکھنے کی قوت پیدا ہو سکے۔

چھٹی روایت

آپ ﷺ دائیں پستان کا دودھ پیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی طبیعت میں بچپن ہی سے ایسا عدل تھا کہ بایاں پستان اپنے رضاعی بھائی یعنی حضرت حلیمہ کے بیٹے کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ آپ ﷺ کی طبیعت میں اتنا انصاف تھا۔ لڑکپن میں آپ ﷺ نے پیشاب پاخانہ کبھی اپنے کپڑوں میں نہیں کیا، بلکہ پیشاب پاخانے کا وقت مقرر تھا۔ اس وقت جن لوگوں کے پاس آپ ﷺ ہوتے وہ آپ ﷺ کو اٹھا کر لے جاتے اور پیشاب کرا کر لے آتے۔ کبھی آپ ﷺ کا ستر برہنہ نہ ہوتا۔ اگر کبھی کپڑا اتفاقاً اٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے۔

(تواریخ حبیب الہ)

ایک بار حضور ﷺ نے خود اپنے بچپن کا واقعہ بیان فرمایا: میں ایک بار بچوں کے ساتھ پتھر اٹھا کر لا رہا تھا وہ سب اپنی لنگی اتار کر گردن پر رکھتے اور اس پر پتھر رکھ کر لاتے تھے۔ میں نے بھی ایسا کرنا چاہا (کیوں کہ اتنے بچپن میں انسان مکلّف بھی نہیں ہوتا اور طبعی طور پر بھی اور عرف میں بھی اتنے چھوٹے بچے کا ایسا کرنا حیاء کے خلاف نہیں سمجھا جاتا) کہ اچانک (غیب سے) زوردار دھکا لگا اور یہ آواز آئی: اپنی لنگی باندھو! میں نے فوراً لنگی باندھی اور گردن پر (رکھ کر) پتھر لانے شروع کر دیے۔

(سیرۃ ابن ہشام)

ساتویں روایت

حضرت حلیمہ بن عرفطہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سخت قحط کے دنوں میں مکہ معظّمہ پہنچا۔ قریش نے حضرت ابوطالب سے کہا: اے ابوطالب! دعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ بارش برسائے۔ حضرت ابوطالب چلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا جو

اس قدر حسین تھا جیسے بادل میں سے سورج نکلا ہو۔ (یہ جناب رسول اللہ ﷺ تھے جو اس وقت حضرت ابوطالب کی پرورش میں تھے)۔ حضرت ابوطالب نے ان صاحبزادے (آں حضرت ﷺ) کی پیٹھ خانہ کعبہ سے لگائی اور صاحبزادے نے انگلی سے اشارہ کیا۔ اس وقت آسمان میں بادل کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔ لیکن جب صاحبزادے نے انگلی اٹھائی تو ہر طرف سے بادل آنا شروع ہوئے اور خوب بارش ہوئی۔

(ابن عساکر، المواہب)

یہ واقعہ آپ کی کم سنی میں ہوا۔

(تواریخ حبیب الہ)

آٹھویں روایت

ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت ابوطالب کے ساتھ بارہ سال کی عمر میں تجارت کی غرض سے شام کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں عیسائیوں کے راہب بحیرا کے پاس قیام ہوا۔ راہب نے آپ ﷺ کو نبوت کی علامتوں سے پہچانا اور پورے قافلہ کی دعوت کی، اور حضرت ابوطالب سے کہا: یہ پیغمبر اور دنیا جہاں کے سردار ہیں۔ اہل کتاب یہودی اور عیسائی ان کے دشمن ہیں ان کو ملک وشام میں نہ لے جاؤ! ایسا نہ ہو کہ یہودی اور عیسائی ان کو (پہچان کرانہیں) کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش کریں۔ یہ سن کر حضرت ابوطالب نے مال تجارت وہیں بیچا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ لوٹ آئے۔

(تواریخ حبیب الہ)

نویں روایت

جس وقت آپ ﷺ حضرت ابوطالب کی کفالت وتربیت میں تھے جب بھی آپ ﷺ ان کے گھر والوں کے ساتھ کھانا کھاتے توسب کا پیٹ بھر جاتا تھا اور جب آپ ﷺ کھانا نہ کھاتے تو وہ بھوکے رہ جاتے تھے۔

(الشمامۃ)

مِنَ الرَّوْضِ

وَيَاهَنَا ابْنَةِ سَعْدٍ فَهِيَ قَدْ سَعَدَتْ

سَعَادَةً قَدْرُهَا بَيْنَ الْـوَرٰى خَطِرٌ
اِذْ اَرْضَعَتْ خَيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمْ
هٰـذَا هُوَ الْفَوْزُ لَا مَلِكٌ وَّلَا وَزَرٌ
رَاَتْ لَهٗ مُعْجِزَاتٍ فِى الرِّضَاعِ بَدَتْ
وَشَـاهَـدَتْ بَرَكَاتٍ لَيْسَ تَنْحَصِرُ
وَحَـدَّثَـتْ قَوْمَهٗ اَهْـلُ الْكِتٰبِ بِمَا
يَكُوْنُ مِنْ شَانِهٖ مُذْ شَخْصَهٗ نَظَرُوْا
يَـارَبِّ صَـلِّ وَسَـلِّـمْ دَائِـمًـا اَبَـدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَـتْ بِهِ الْعَصْرُ

ا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بڑی خوش قسمت ہیں کہ ان کو ایسی سعادت حاصل ہوئی جس کی تمام مخلوق کے ہاں بڑی قدر ہے۔

۲۔ کیوں کہ انہوں نے تمام مخلوق میں سب سے بہترین شخص کو دودھ پلایا۔ یہ ایسی بڑی کامیابی ہے جس کے برابر نہ کوئی بادشاہت ہے نہ وزارت۔

۳۔ انہوں نے آپ ﷺ کے بہت سے معجزات دیکھے ہیں جو دودھ پلانے کے وقت ظاہر ہوئے اور انہوں نے ایسی برکات کا مشاہدہ کیا جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

۴۔ اور جب اہل کتاب نے آپ ﷺ کو دیکھا تو اپنی قوم سے آپ ﷺ کے عظیم الشان حالات بیان کیے۔

نویں فصل

دودھ پلانے والیوں اور پرورش کرنے والوں کے نام

آپ ﷺ زمانہ حمل ہی میں تھے کہ آپ ﷺ کے والد حضرت عبد اللہ کی وفات ہو گئی۔

(سیرت ابن ہشام)

آپ ﷺ کے حمل کو صرف دو مہینے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ قریش کے قافلہ کے ساتھ تجارت کے لیے شام گئے اور وہاں سے واپس آتے ہوئے مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیمار ہو کر ٹھہر گئے اور وہیں وفات پا گئے۔

(تواریخ حبیب الہ)

جب آپ ﷺ چھ سال کے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ آمنہ آپ کو لے کر اپنے رشتہ داروں سے ملنے مدینہ گئیں وہاں سے مکہ واپس آتے ہوئے مکہ و مدینہ کے درمیان ابواہ نامی جگہ میں وفات پا گئیں۔

(سیرت ابن ہشام)

اس وقت حضرت ام ایمن بھی ساتھ تھیں۔ (المواھب) پھر آپ ﷺ اپنے دادا حضرت عبد المطلب کی پرورش میں رہے۔ جب آپ ﷺ آٹھ سال کے ہوئے تو عبد المطلب بھی وفات پا گئے۔

(سیرت ابن ہشام)

حضرت عبد المطلب نے وفات سے قبل حضرت ابوطالب کو آپ ﷺ کے بارے میں وصیت کی تھی کہ میرے بعد آپ ﷺ کی تربیت تم کرنا، چنانچہ پھر آپ ﷺ حضرت ابوطالب کی کفالت میں رہے، (تواریخ حبیب الہ)

یہاں تک کہ آپ ﷺ کو نبوت عطا ہو گئی۔

آپ ﷺ کو دودھ پلانے والیوں کے نام

آپ ﷺ نے سات روز تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔

(زاد المعاد)

پھر چند دن حضرت ثوبیہ نے دودھ پلایا جو ابو لہب کی آزاد کی ہوئی باندی تھیں۔ ان کے اسلام میں اختلاف ہے، انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو سلمہ اور حضرت حمزہ کو بھی دودھ پلایا، اس وقت ان کا بیٹا مسروح دودھ پیتا تھا ان کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا اور اس دودھ کے شریک بہن بھائیوں کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

حضرت حلیمہ نے آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت ابو سفیان بن الحارث بن عبد المطلب کو بھی دودھ پلایا ہے، یہ فتح مکہ کے سال میں مسلمان ہوئے اور بڑے مرتبہ کے صحابہ میں شمار ہونے لگے، اس زمانے میں حضرت حمزہ بھی قبیلہ بنی سعد میں کسی عورت کا دودھ پیتے تھے۔ ایک دن جب آپ ﷺ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے تو اس عورت نے بھی آپ ﷺ کو دودھ پلایا، اس طرح حضرت حمزہ دو عورتوں کے دودھ کی وجہ سے آپ ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں۔ ایک ثوبیہ کے دودھ سے دوسرے اس سعدیہ کے دودھ سے۔

جن کی آغوش میں آپ ﷺ رہے

آپ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضرت ثوبیہ، حضرت حلیمہ، آپ ﷺ کی رضاعی بہن حضرت شیماء رضی اللہ عنہ اور حضرت ام ایمن حبشیہ جن کا نام برکت تھا، یہ آپ ﷺ کو آپ کے والد سے میراث میں ملی تھیں اور آپ ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کیا تھا، جس سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے۔

شاباش آں صدف کہ چناں پرورد گہر
آباء ازو مکرم وابناء عزیز تر
صلّوا علیہ ما طلع الشمس والقمر
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

”شاباش ہے اس سیپی کو جس نے ایسا موتی پالا جس کے سبب آبا واجداد کو عزت اور اولاد کو محبت ملی، جب تک سورج چاند نکلتے رہیں ان پر درود بھیجتے رہو۔ مختصر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی بزرگ ہیں۔“

دسویں فصل
جوانی سے نبوت تک کے کچھ حالات

پہلی روایت

جب آپ چودہ پندرہ سال کے ہوئے اور بعض کے بقول بیس سال کے ہوئے تو قریش اور قیس عیلان میں لڑائی ہوئی، اس لڑائی میں آپ ﷺ نے بھی شرکت کی، اور فرمایا: میں اپنے چچاؤں کو دشمن کے تیروں سے بچاتا تھا۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ شروع سے ہی بہادر تھے۔

دوسری روایت

جب آپ ﷺ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد نے جو قریش میں ایک مالدار خاتون تھیں اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت کے لیے دیا کرتی تھیں، آپ کی سچائی، امانت داری، حسن معاملہ اور اخلاق کی خبر سن کر آپ ﷺ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت پر شام لے جائیں، میرا اغلام میسرہ آپ کے ساتھ جائے گا۔ جسے آپ ﷺ نے قبول فرمالیا، چنانچہ آپ ﷺ ان کا مال لے کر شام تشریف لے گئے۔

جب آپ ﷺ شام پہنچے تو کسی جگہ ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا، وہاں ایک راہب کا عبادت خانہ تھا۔ اس نے آپ ﷺ کو دیکھا تو میسرہ سے پوچھا، یہ کون ہیں؟ میسرہ نے کہا: حرم میں رہنے والے ایک قریشی ہیں، راہب نے کہا اس درخت کے نیچے نبی کے علاوہ کبھی کسی نے قیام نہیں کیا۔ اس کے علاوہ میسرہ نے یہ بھی دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ شام سے خوب نفع لے کر واپس ہوئے۔ جب آپ مکہ پہنچے اور حضرت خدیجہ کا مال ان کے حوالہ کیا تو حضرت خدیجہ نے دیکھا کہ دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا، (یہ آپ ﷺ کے صدق وامانت کی واضح دلیل تھی) اس کے علاوہ میسرہ نے حضرت خدیجہ سے

راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا قصہ بیان کیا، حضرت خدیجہ نے ورقہ بن نوفل سے، جو ان کے چچازاد بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے، ان باتوں کا ذکر کیا۔ ورقہ نے کہا: خدیجہ! اگر یہ بات صحیح ہے تو محمد اس امت کے نبی ہیں۔ اور مجھے (آسمانی کتابوں سے) معلوم ہے کہ اس امت میں ایک نبی آنے والا ہے اور اس کا زمانہ یہی ہے۔

حضرت خدیجہ بڑی عقلمند تھیں، یہ سب سن کر انہوں نے آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا اور کہا: میں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں کیوں کہ میری آپ ﷺ کے ساتھ رشتہ داری ہے۔ اور آپ پوری قوم میں عزت دار، امانت دار، اچھی بات کرنے والے اور سچے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں سے اس بات کا ذکر کیا اور ان کے انتظام سے نکاح ہو گیا۔ (زاد المعاد)

اس راہب کا نام نسطورا تھا۔

(سیرت ابن ہشام)

تیسری روایت

جب آپ ﷺ پینتیس سال کے ہوئے تو قریش نے خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا، جب حجر اسود کی جگہ تک تعمیر پہنچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر میں رکھوں۔ قریب تھا کہ ان میں لڑائی جھگڑا ہوتا اور ہتھیار چلنے لگتے، آخر قوم کے عقلمندوں نے مشورہ دیا کہ جو مسجد حرام کے دروازہ سے سب سے پہلے آئے سب اس کے فیصلہ پر عمل کریں۔ چنانچہ سب سے پہلے تشریف لانے والے آپ ﷺ تھے،

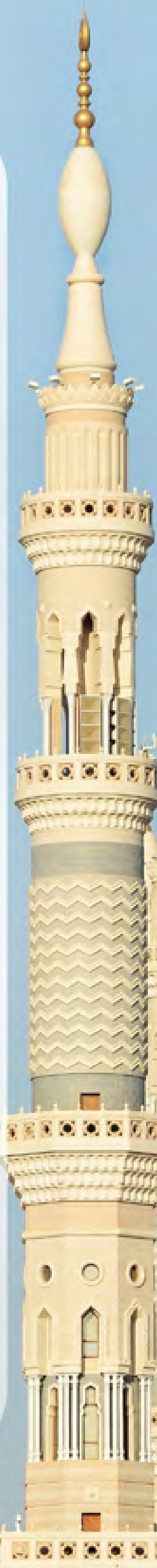

یہ دیکھ کر سب کہنے لگے یہ محمد (ﷺ) ہیں امین ہیں، قریش آپ ﷺ کو نبوت سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے، چنانچہ سب نے آپ ﷺ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک بڑا کپڑا لاؤ، ایک بڑا کپڑا لایا گیا۔ آپ ﷺ نے حجر اسود اپنے دست مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا: ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک کنارہ پکڑ لے اور خانہ کعبہ تک لائے، جب حجر اسود اپنی جگہ تک پہنچ گیا تو آپ ﷺ نے حجر اسود کو خود اُٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

اس فیصلہ سے سب راضی ہو گئے اُٹھانے کا شرف بھی سب کو حاصل ہو گیا اور چوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ سب آدمی مجھے حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھنے کے لیے اپنا وکیل بنا دیں اور وکیل کا کام اپنا ہی کام شمار ہوتا ہے، اس طرح گویا سب رکھنے میں بھی شریک ہو گئے۔

مِنَ الرَّوْضِ

وَفِـىْ خَدِيْجَةِنِ الْـكُـبْرٰى وَقِصَّتِهَا
عَجَائِبٌ يَا اُوْلِـى الْاَبْصَارِ فَاعْتَبِرُوْا
اِخْتَارَتِ الْمُصْطَفٰى بَعْلًا وَقَدْ نَظَرَتْ
فِى مُعْجِزَاتِ رَسُــوْلِ اللّٰهِ تَنْتَشِرُ
يَـارَبِّ صَــلِّ وَسَـلِّـمْ دَائِـمًـا اَبَـدً
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَـتْ بِهِ الْعَصْرُ

(۱) اے عقلمندو! سوچو حضرت خدیجہ کا قصہ کتنا عجیب ہے۔

(۲) انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ظاہر معجزات دیکھ کر انہیں اپنا شوہر منتخب کیا۔

گیارویں فصل
نزول وحی اور کفار کی مخالفت

جب آپ ﷺ چالیس سال کے ہوئے تو آپ ﷺ تنہائی پسند ہو گئے۔ آپ ﷺ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی دن وہاں رہتے۔ نبوت سے چھ مہینے پہلے ہی سے آپ ﷺ سچے خواب دیکھنے لگے تھے۔ اور پھر اچانک ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ کو پیر کے دن حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور سورۃ اقرأ کی شروع کی آیتیں آپ ﷺ پر پڑھیں اور آپ ﷺ کو نبوت عطا ہو گئی۔

اس واقعہ کے ایک عرصہ بعد سورہ مدثر کی شروع کی آیتیں نازل ہوئیں آپ ﷺ نے فَاَنْذِرْ (ڈرائیے) کے حکم کے مطابق دعوت اسلام تو شروع کر دی مگر یہ دعوت پوشیدہ دی جاتی رہی، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (آپ ﷺ کو جو حکم دیا جا رہا ہے اس کو علی الاعلان بیان کر دیجیے) تو آپ ﷺ نے علی الاعلان دعوت دینی شروع کر دی۔

اس دعوت کے شروع ہونے کی دیر تھی کہ کفار نے آپ ﷺ کو تکلیف دینا شروع کر دی لیکن حضرت ابو طالب آپ ﷺ کی حمایت کرتے تھے۔

ایک بار کفار نے جمع ہو کر حضرت ابوطالب سے کہا: تم محمد ﷺ کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہمارے ساتھ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ حضرت ابوطالب نے آپ ﷺ کو کفار کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا، جس پر کفار نے آپ ﷺ کے قتل کا پکا ارادہ کر لیا چنانچہ حضرت ابوطالب آپ ﷺ کو لے کر تمام بنی ہاشم اور بنی مطلب کے ساتھ ایک گھاٹی میں آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے چلے گئے۔ کفار نے آپ ﷺ سے اور بنی ہاشم و بنی مطلب سے تعلق توڑ لیا اور تاجروں کو بھی منع کر دیا کہ ان لوگوں کے ہاتھ کوئی چیز نہ بیچیں۔ اور ایک کاغذ پر اس تعلق توڑنے کا معاہدہ لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا، تین سال تک آپ اور بنی ہاشم و بنی

مطلب اس گھاٹی میں نہایت تکلیف میں رہے۔ آخر کار آپ ﷺ کو وحی الٰہی سے معلوم ہوا کہ اس معاہدہ کے کاغذ کو کیڑے نے کھالیا اور سوائے اللہ کے نام کے ایک حرف بھی باقی نہیں بچا، آپ ﷺ نے یہ بات حضرت ابوطالب کو بتائی، انہوں نے گھاٹی سے نکل کر یہ بات قریش کو بتائی اور کہا اس کاغذ کو دیکھو، اگر محمد کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے اور اگر صحیح نکلے تو اتنا کرو کہ تم اس قطع رحمی سے باز آجاؤ۔ قریش نے اس کاغذ کو دیکھا تو واقعی ایسا ہی تھا۔ اس وقت قریش اس ظلم سے باز آئے اور عہد نامہ کو پھاڑ ڈالا یوں حضرت ابوطالب آپ ﷺ کو اور بنی ہاشم و بنی مطلب کو لے کر گھاٹی سے نکل آئے آپ ﷺ پھر پہلے کی طرح دعوت الی اللہ میں مشغول ہو گئے تھے۔

(تواریخ حبیب الہ)

یہ عہد نامہ منصور بن عکرمہ بن ہشام نے لکھا تھا اور یکم محرم کو نبوت کے ساتویں سال بیت اللہ میں لٹکایا گیا تھا، اللہ کے حکم سے اس منصور بن عکرمہ بن ہشام کا ہاتھ سوکھ گیا تھا، آپ ﷺ نبوت کے دسویں سال گھاٹی سے باہر آئے، گھاٹی سے نکلنے کے آٹھ مہینے بعد حضرت ابوطالب کا انتقال ہو گیا اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی۔

(شمامۃ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے مکہ میں دو نکاح ہوئے، ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی، پھر مدینہ آنے کے بعد نو سال کی عمر میں رخصت ہو

کر آئیں، اور دوسرا حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے، یہ بیوہ تھیں، یہ آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ آئیں اور ہمیشہ زوجہ رہیں۔

(تاریخ حبیب الہ)

دسویں سال آپ ﷺ قبیلہ بنی ثقیف کے پاس طائف تشریف لے گئے آپ ﷺ نے انہیں دعوت اسلام دی اور انہیں اپنی مدد کے لیے تیار کرنا چاہا (کیوں کہ حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد کوئی ذی وجاہت آدمی آپ ﷺ کا حامی نہ تھا) لیکن وہاں کے سرداروں نے آپ ﷺ کی کچھ مدد نہ کی، بلکہ آوارہ لوگوں کو بہکا کر آپ ﷺ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ آپ ﷺ وہاں سے پریشان ہو کر مکہ واپس ہوئے، جب آپ ﷺ بطن نخلہ نامی جگہ پر پہنچے جو مکہ سے ایک دن کی مسافت پر ہے تو آپ ﷺ نے رات کو وہاں قیام فرمایا۔ آپ ﷺ نماز میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے کہ اسی دوران نینویٰ (موصل کے ایک گاؤں) کے سات یا نو جن وہاں پہنچے اور قرآن کی تلاوت سن کر ٹھہر گئے۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے تو وہ ظاہر ہوئے۔ آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی، وہ سب فوراً مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے جا کر اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی سورۂ احقاف کی آیت وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ (اور جس وقت ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ ﷺ کی طرف متوجہ کیا) میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ پھر آپ ﷺ مکہ تشریف لائے اور مسلسل مخلوق خدا کی ہدایت کے کام میں مصروف ہو گئے۔

آپ ﷺ عربوں کے بازار "عکاظہ" و "مجنہ" و "ذی المجاز" میں جاتے اور دعوت دیتے مگر کوئی قبیلہ اسلام کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ نبوت کے گیارھویں سال موسم حج میں آپ ﷺ اسلام کی طرف دعوت دے رہے تھے کہ انصار کے کچھ لوگ آپ ﷺ کو ملے۔ آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے مدینہ کے یہودیوں سے سنا ہوا تھا کہ عنقریب ایک پیغمبر پیدا ہونے والے ہیں۔ یہود انصار سے مغلوب رہتے تھے اور کہتے تھے کہ جب وہ پیغمبر پیدا ہوں گے ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو ختم کر دیں گے، انصار نے آپ ﷺ کی دعوت سن کر کہا، یہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر یہود کرتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان سے آملیں۔ چنانچہ ان میں سے چھ آدمی

اسلام لے آئے اور اقرار کیا کہ آئندہ سال ہم پھر آئیں گے۔ چنانچہ مدینہ جا کر انہوں نے آپ ﷺ کا ذکر کیا اور ہر گھر میں آپ ﷺ کا پیغام پہنچایا۔

نبوت کے آئندہ سال یعنی بارہویں سال بارہ آدمیوں نے مدینہ منورہ سے آکر آپ ﷺ سے ملاقات کی جن میں پانچ پہلے والے اور سات نئے تھے۔ انہوں نے بیعت کی کہ اسلام کے احکام مانیں گے اور آپ ﷺ کی اطاعت کریں گے، اس کا نام بیعت عقبہ اُولیٰ ہے۔ آپ ﷺ نے ان کی درخواست پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید اور شریعت کی تعلیم کے لیے مدینہ بھیجا۔ حضرت مصعب نے قرآن و شریعت کی تعلیم اور اسلام کی دعوت شروع کی تو انصار کے اکثر آدمی مسلمان ہو گئے۔

پھر اگلے سال نبوت کے تیرھویں سال ستر آدمی انصار کے معزز افراد میں سے آئے اور مشرف باسلام ہوئے، اور آپ ﷺ کے ساتھ عہد و پیمان کیا کہ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائیں گے تو ہم خدمت گذاری میں کوتاہی نہ کریں گے، اگر آپ ﷺ کا دشمن مدینہ پر حملہ کرے گا تو ہم اس سے لڑیں گے اور جانثاری میں کمی نہیں کریں گے۔ اس بیعت کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے، عقبہ کے معنیٰ گھاٹی کے ہیں، ایک گھاٹی پر یہ دونوں بیعتیں ہوئیں تھیں۔

(تاریخ حبیب الہ، سیرت ابن ہشام)

(اس لیے ان دونوں بیعتوں کو بیعت عقبہ کہا جاتا ہے)

مِنَ الرَّوْضِ

وَعِنْدَهٗ مَاجَآءَ جِبْرَيْلُ وَقَالَ لَهٗ
اِقْرَأْ وَاُنْزِلَتِ الْاٰيَاتُ وَالسُّوْرُ
دَعٰى لِدِيْنِ اِلٰهِ الْعَرْشِ فَابْتَدَرَتْ
لَمَّا دَعٰى زُمَرٌ مِنْ بَعْدِهَا زُمَرُ
وَقَامَ يُنْذِرُ قَوْمًا خَالَفُوْا سَفَهًا
وَكَذَّبُوا حَسَدًا وَالْحَقَّ هُمْ بَطَرُوْا
فَبَرَّأَ اللّٰهُ مِمَّا قَدْ رَمُوْهُ بِهٖ
وَزَوَّرُوْهُ فَاَقْوَالُ الْعِدٰى هَذَرُ
وَقَايَةُ اللّٰهِ اَغْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةٍ

مِنْ الدُّرُوعِ فَمَا الْاَرْمَاحُ وَالْبُتَرُ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعَصْرُ

۱۔جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر آپ ﷺ سے فرمایا: پڑھیے ! تو آیات اور سورتیں نازل ہونا شروع ہو گئیں۔

۲۔آپ ﷺ نے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا تو آپ ﷺ کی دعوت کو جماعت در جماعت بہت لوگوں نے قبول کیا۔

۳۔آپ ﷺ نے ان لوگوں کو خدا سے ڈرایا جنھوں نے بے وقوفی کی وجہ سے آپ ﷺ کی مخالفت کی، حسد کی وجہ سے آپ ﷺ کو جھٹلایا اور حق کو تکبر کے سبب چھوڑ دیا۔

۴۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان جھوٹی تہمتوں سے بری کر دیا جو انہوں نے آپ ﷺ پر لگائی تھیں اور مخالفین کی تمام باتیں غلط تھیں۔

۵۔اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی وجہ سے آپ ﷺ کو زرہوں کے اوپر تلے پہننے کی ضرورت نہ تھی، آپ ﷺ کے لیے نیزے اور تلواریں کیا چیز تھیں۔

بارھویں فصل
واقعہ معراج شریف

یہ فصل بڑی شان والی ہے لہٰذا اسے

"تنویرالسراج فی لیلۃ المعراج"

کا لقب دیتا ہوں۔ کمالات نبویہ کے عظیم الشان واقعات میں سے ایک واقعہ معراج کا بھی ہے جو امام زہری کے قول کے مطابق مکہ میں سن ۵ نبوی میں ہوا۔

(النووی)

جس کے راوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ،

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ، حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ، حضرت ابو حبر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما، حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہ بہت سے صحابہ کرام ہیں۔

پہلا واقعہ

آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں لیٹا تھا۔

(رواہ البخاری)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ شعب ابی طالب میں تھے۔

(الواقدی)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ حضرت ام ہانی کے گھر میں تھے۔

(الطبرانی)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ گھر میں تھے اور چھت کھولی گئی۔

(البخاری)

فائدہ: ان تمام روایات میں جمع کی صورت یہ ہے کہ پہلے آپ ﷺ حضرت ام ہانی کے گھر میں تھے جو شعب ابی طالب کے پاس تھا۔ ان کے گھر کو اپنا گھر فرمایا وہاں سے آپ ﷺ حطیم میں گئے اور آپ ﷺ پر اس وقت نیند کا اثر باقی تھا اس لیے وہاں پہنچ کر بھی لیٹ گئے۔

فائدہ: چھت کھولنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ ﷺ کو بھی ابتداء ہی سے معلوم ہو جائے کہ میرے ساتھ غیر معمولی واقعہ پیش آنے والا ہے۔

دوسرا واقعہ

آپ ﷺ کچھ سوتے اور کچھ جاگتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ

مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور ایک روایت میں ہے کہ تین شخص آئے، ایک نے کہا وہ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان (حاضرین) میں سے کون ہیں۔ دوسرا بولا وہ جو سب سے اچھے ہیں، تیسرا بولا تو پھر جو سب سے اچھا ہے اسی کو لے لو۔ اگلی رات کو پھر وہ تینوں آئے اور کچھ نہیں بولے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر لے گئے۔

(البخاری)

فائدہ: یہ حالت کہ "کچھ سوتے اور کچھ جاگتے تھے" ابتداء میں تھی، اسی کو سونا کہہ دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاگ اٹھے اور تمام واقعہ میں جاگتے رہے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ معراج کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں جاگ اُٹھا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس حالت میں افاقہ ہو گیا۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ حدیث کے آخر میں اس کا اضافہ درست نہیں۔ یہ جو کہا گیا کہ ان حاضرین میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش خانہ کعبہ کے آس پاس سویا کرتے تھے۔

(الطبرانی)

اول حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل آئے اور یہ گفتگو کر کے چلے گئے پھر تین شخص آئے۔

(ایضاً)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک کہنے والے کو سُنا جو کہہ رہا تھا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان تینوں میں سے درمیان والے ہیں۔ (مسلم)

دو شخصوں سے مُراد حضرت حمزہ و حضرت جعفر ہیں کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کے درمیان سوئے ہوئے تھے۔

(البلقینی)

تیسرا واقعہ

پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ اوپر سے نیچے پیٹ تک چاک کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل نکالا گیا اور سونے کے تھال میں زم زم شریف کا پانی لے کر اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل دھویا گیا۔ پھر ایک تھال آیا جو ایمان اور حکمت سے لبریز تھا۔ وہ ایمان و حکمت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے دل میں بھر دیے گئے اور دل کو اسی جگہ رکھ کر درست کر دیا گیا۔

(مسلم)

فائدہ: ملائکہ نے زم زم شریف سے آپ ﷺ کے دل کو دھویا حالانکہ حوض کوثر سے بھی پانی آسکتا تھا۔ بعض علماء کے نزدیک یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آب زمزم آب کوثر سے افضل ہے۔

(البلقینی)

سونے کے برتن کے منع ہونے کے باوجود سونے کے تھال کے استعمال میں کئی وجوہات ہو سکتی ہیں اول یہ کہ سونے کے حرام ہونے کا حکم بعد میں نازل ہوا، اس وقت سونے کا استعمال حرام نہ تھا۔

(فتح الباری)

دوسرا یہ کہ معراج آخرت کے امور میں سے ہے اور آخرت میں سونے کا استعمال جائز ہے، تیسرا یہ کہ وہ تھال آپ ﷺ نے خود استعمال نہیں کیا بلکہ ملائکہ نے استعمال کیا اور ملائکہ اس حکم کے مکلّف نہیں۔

(ابن ابی حمزہ)

سونے کے تھال میں ایمان و حکمت میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا جوہر غیبی تھا جس سے ایمان اور حکمت میں ترقی ہو۔ جیسے دنیا میں بعض جواہر کے استعمال سے قوت اور فرحت بڑھتی ہے۔ چوں کہ وہ جوہر حکمت و ایمان کا سبب تھا اس لیے اس کا یہی نام رکھ دیا گیا۔

(النووی)

چوتھا واقعہ

پھر آپ ﷺ کے پاس ایک سفید رنگ کا جانور براق لایا گیا، جو گدھے سے ذرا بڑا خچر سے ذرا چھوٹا تھا اور وہ اس قدر تیز رفتار تھا کہ جہاں تک نظر جاتی وہاں تک اس کا ایک قدم ہوتا تھا، (النووی) اور اس پر زین و لگام بھی تھی، جب آپ ﷺ اس پر سوار ہونے لگے تو وہ شوخی کرنے لگا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس سے کہا، تجھ کو کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ ﷺ سے زیادہ عزت والا

کوئی شخص تجھ پر سوار نہیں ہوا، بس وہ (شرمندگی سے) پسینہ پسینہ ہو گیا (اور اس کی ساری شوخی ختم ہو گئی) آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے لیے رکاب پکڑی اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے لگام تھامی۔ (شرف المصطفیٰ)

فائدہ: براق کی شوخی غصّہ کی وجہ سے نہ تھی بلکہ خوشی کی وجہ سے تھی۔ پھر جب آپ ﷺ کے مرتبہ کا استحضار ہوا تو اسے تنبیہ ہوئی اور اس نے شرمندہ ہو کر ہلنا بند کر دیا۔ جیسے ایک بار حضور ﷺ پہاڑ پر تشریف فرما تھے اس کو حرکت ہوئی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اثبت فانما علیك نبی و صدیق و شهیدان“ ٹھہر جا! تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ یہ سنتے ہی پہاڑ ساکن ہو گیا۔

بعض روایات میں جو آیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان دنیا پر پہنچے (البخاری) اور بعض میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے براق پر اپنے پیچھے سوار کیا۔ (ابن حبان) ان روایات میں اور روایت بالا میں کوئی تعارض نہیں کیوں کہ ممکن ہے کہ اول حضرت جبرئیل بھی اس مصلحت سے براق پر سوار ہوئے ہوں کہ آپ ﷺ کو طبعی خوف نہ ہو اور پھر اتر کر رکاب تھام لی ہو اور ممکن ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام دونوں حالتوں میں کبھی کبھی ضرورت کے وقت آپ ﷺ کو تھامنے کے لیے آپ ﷺ کے ہاتھ بھی پکڑ لیتے ہوں۔

پانچواں واقعہ

جب آپ ﷺ منزل مقصود پر روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کا گذر ایک ایسی زمین پر ہوا جس میں کھجور کے درخت بہت زیادہ تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا: اتر کر یہاں نماز (نفل) پڑھ لیجیے، آپ ﷺ نے اتر کر نماز پڑھی، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ ﷺ نے یثرب (مدینہ) میں نماز پڑھی ہے۔ پھر سفر شروع ہوا اور ایک سفید زمین پر آپ ﷺ کا گذر ہوا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پھر کہا (یہاں بھی) اتر کر نماز پڑھیے، آپ ﷺ نے نماز پڑھی، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا، آپ ﷺ نے مدین میں نماز پڑھی۔ پھر سفر شروع ہوا۔ اور آپ ﷺ کا گذر بیت اللحم پر ہوا، آپ ﷺ سے وہاں بھی نماز پڑھوائی گئی، اور کہا گیا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

(بزاز، طبرانی، بیہقی)

ایک روایت میں بجائے مدین کے طور سینا ہے۔آپ ﷺ نے طور سینا پر نماز پڑھی ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ بیہقی، (ابن کثیر)

چھٹا واقعہ

واقعہ معراج کے دوران آپ ﷺ نے برزخ کے عجیب واقعات بھی ملاحظہ فرمائے۔آپ ﷺ کا گذر ایک بڑھیا پر ہوا جو راستہ میں کھڑی تھی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: جبرئیل! یہ کیا ہے؟انہوں نے کہا چلیے چلیے، آپ ﷺ چلتے رہے۔ پھر ایک بوڑھا ملا جو راستے کی ایک جانب کھڑا تھا اور آپ ﷺ کو بلا رہا تھا کہ محمد ادھر آیئے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا چلیے چلیے، پھر آپ کا گذر ایک جماعت پر ہوا۔انہوں نے آپ ﷺ کو ان الفاظ سے سلام کیا (السلام علیک یا اول السلام علیک یا آخر)، (السلام علیک یا حاشر) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا ان کو جواب دیجیے۔

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: وہ بڑھیا جو آپ ﷺ نے دیکھی وہ دنیا تھی، دنیا کی اتنی عمر رہ گئی ہے جتنی بڑھیا کی عمر رہ جاتی ہے۔اور جس بوڑھے نے آپ ﷺ کو پکارا تھا وہ ابلیس تھا، اگر آپ ﷺ ابلیس یا دنیا کے پکارنے کا جواب دے دیتے تو آپ ﷺ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔ جنہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔

(البخاری)

طبرانی اور بزاز میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن میں بو بھی لیتے تھے اور کاٹ بھی لیتے تھے اور جب وہ کاٹ لیتے تھے پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کاٹنے سے پہلے تھا۔آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے؟انہوں نے کہا: یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں کہ ان کی نیکیاں سات سو گنا تک بڑھتی ہیں، یہ وہ لوگ

ہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس کا نعم البدل (بہترین بدلہ) عطا فرماتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

پھر آپ ﷺ کا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا، جن کے سر پتھر سے پھوڑے جا رہے تھے، اور جب وہ کچل دیے جاتے پھر دوبارہ صحیح ہو جاتے، اور مسلسل ایسا ہوتا رہا، آپ ﷺ نے پوچھا: جبرئیل یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز ادا نہیں کرتے تھے، پھر آپ ﷺ کا گذر ایک قوم پر ہوا جن کی شرمگاہ پر آگے پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے اور وہ جانوروں کی طرح چر رہے تھے اور زقوم (جہنم کا درخت) اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتے تھے، ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا، آپ (ﷺ) کا رب اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

پھر آپ ﷺ کا گذر ایک قوم پر ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت اور ایک ہانڈی میں کچا سڑا ہوا گوشت رکھا تھا۔ وہ سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے تھے اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ ﷺ کی امت کے وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال پاک بیبیاں تھی مگر وہ ناپاک عورتوں کے پاس آتے اور ساری رات ان کے پاس گذار دیتے تھے۔ اسی طرح یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال پاک شوہر کے پاس سے اٹھ کر کسی ناپاک مرد کے پاس آتیں اور ساری رات ان کے پاس گذار دیتی تھیں۔

پھر آپ ﷺ کا گذر ایک ایسے شخص پر ہوا جس نے لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کر رکھا تھا اور وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا تھا مگر پھر بھی وہ اس میں اور لکڑیاں لا کر رکھتا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ (ﷺ) کی امت کا وہ شخص ہے جس کے ذمے لوگوں کے بہت حقوق اور امانتیں ہیں اور وہ انہیں ادا کرنے پر قادر نہیں، مگر وہ اور زیادہ حقوق اور امانتیں اپنے ذمہ لیتا چلا جاتا ہے۔

پھر آپ ﷺ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے اور کٹنے کے بعد پہلے کی طرح ہو جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا، یہ لوگوں کو گمراہ کرنے والے واعظ ہیں۔

پھر آپ ﷺ کا گذر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جس سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا تھا پھر وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا تھا لیکن جا نہیں سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ ان لوگوں کا حال ہے جو بڑی بات منہ سے نکالتے ہیں اور شرمندہ ہو کر اس کو واپس لے جانا چاہتے ہیں۔

پھر آپ ﷺ کا گذر ایک وادی پر ہوا اور وہاں آپ ﷺ کو مشک کی خوشبو سے معطر ٹھنڈی پاکیزہ ہوا آئی، اور آپ ﷺ نے ایک آواز سنی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ جنت کی آواز ہے، وہ کہتی ہے: اے اللہ آپ نے جس چیز کا مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے وہ چیز مجھے دیجئے کیوں کہ میری نعمتیں (بالاخانے، استبرق، ریشم، سندس، عبقری، موتی، مونگے، چاندی، سونا، گلاس، طشتریاں، کوزے، سواریاں، شہد، پانی، دودھ اور شراب وغیرہ) بہت بڑھ گئی ہیں، اب آپ میرے وعدے کی چیز (جنتی لوگ) مجھے دیدیں، (کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں) اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں: میں تجھے ہر وہ مسلمان مرد و عورت دے دوں گا جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائے، جنہوں نے میرے ساتھ شرک نہیں کیا، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ جو مجھ سے ڈرے گا وہ امن میں رہے گا، جو مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا، جو مجھے قرض دے گا، میں اس کو جزا دوں گا، جو مجھ پر توکل کرلے گا میں اس کے لیے کافی ہو جاؤں گا، میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں وعدہ خلافی نہیں کرتا، بے شک مومنوں کے لیے ہی کامیابی ہے اور اللہ تعالیٰ احسن الخالقین بڑی برکتوں والے ہیں۔ یہ سن کر جنت کہتی ہے: میں راضی ہو گئی۔

پھر آپ ﷺ کا گذر ایک وادی پر ہوا اور آپ ﷺ نے ایک وحشت ناک آواز سنی اور آپ ﷺ کو بدبو محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ جہنم کی آواز ہے جو کہہ رہی ہے: اے ربّ! مجھ سے آپ نے جس چیز کا وعدہ کیا ہے (دوزخیوں کا) مجھ کو عطا فرمایئے، کیوں کہ میرا عذاب (زنجیریں، طوق، شعلے، گرم پانی، پیپ وغیرہ) بہت بڑھ گیا ہے، میری گہرائی بہت لمبی اور گرمی بہت تیز ہو گئی ہے، اللہ تعالیٰ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: ہر مشرک مرد و عورت اور کافر مرد و عورت اور ہر متکبر اور سرکش کو جو آخرت

پر یقین نہیں رکھتا، تجھ میں داخل کروں گا۔ دوزخ کہتی ہے: میں راضی ہو گئی۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے دائیں طرف سے ایک پکارنے والے نے پکارا: مجھے دیکھیے! میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا، پھر ایک اور شخص نے مجھے بائیں طرف سے اسی طرح پکارا میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عورت نظر آئی، وہ ہر طرح کی خوبصورتی سے مزین تھی، اس نے ہاتھ پھیلا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا، اے محمد! مجھے دیکھیے! لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توجہ نہیں کی۔ اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا، پہلا پکارنے والا یہودکا داعی تھا، اگر (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کو جواب دیتے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت یہودی ہو جاتی۔ اور دوسرا پکارنے والا عیسائیت کا داعی تھا، اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کو جواب دیتے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت عیسائی ہو جاتی۔ اور وہ عورت دنیا تھی (یعنی اس کی پکار پر جواب دینے کا اثر یہ ہوتا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی جو اوپر آچکا ہے۔ ظاہر میں یہ واقعات آسمان پر جانے سے پہلے دیکھے گئے اور بعض روایات میں آسمان پر جانے کے بعد دیکھنے کی صراحت آئی ہے)۔

اسی حدیث بالا میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان دنیا پر تشریف لے گئے اور وہاں آدم علیہ السلام کو دیکھا اور دیکھا کہ بہت سے خوان رکھے ہوئے ہیں جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہے، مگر اس پر کوئی شخص نہیں۔ اور دوسرے خوانوں پر سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اس پر بہت سے آدمی بیٹھے کھا رہے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو حلال چھوڑ کر حرام کھاتے ہیں۔

اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ کوٹھڑیوں جیسے تھے، جب ان میں سے کوئی اٹھنے لگتا فوراً گر پڑتا تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: یہ سود خور ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گذر ایسی قوم پر بھی ہوا جن کے ہونٹ اونٹ جیسے تھے۔ وہ لوگ چنگاریاں نگل رہے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں۔

آپ ﷺ کا گذر ایسی عورتوں پر بھی ہوا جو پستانوں سے بندھی لٹک رہی تھیں، وہ زنا کرنے والیاں تھیں۔

آپ ﷺ کا گذر ایسی قوم پر بھی ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹ کر ان ہی کو کھلایا جاتا تھا۔ وہ لوگ چغل خور اور عیب جو تھے۔

فائدہ: عالم برزخ جگہ کے اعتبار سے کہیں بھی ہو مگر اس کے نظر آنے کے لیے یہ شرط نہیں کہ دیکھنے والا بھی اسی جگہ ہو، اور دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ ان صورتوں کے احوال نظر آئے ہوں جو آدم علیہ السلام کے بائیں طرف تھیں جن کا ذکر دسویں واقعہ میں آئے گا اور دیکھی گئی چیزوں کے بارے میں وضاحت نہیں کہ آسمان پر جانے سے پہلے دیکھی گئیں یا بعد میں دیکھی گئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ ﷺ کا گذر بعض ایسے انبیاء پر ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور بعضے ایسے انبیاء پر جن کے ساتھ چھوٹا مجمع تھا اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا گذر ایک بہت بڑے مجمع پر ہوا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کون صاحب ہیں؟ کہا گیا: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم۔ لیکن اپنا سر اوپر اٹھائیے اور دیکھیے، میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عظیم الشان مجمع ہے جس نے سارے آسمان کو گھیر رکھا ہے۔ مجھے کہا گیا: یہ آپ ﷺ کی امت ہے اور آپ ﷺ کی امت میں سے ستر ہزار اور ہیں جو بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگاتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور شگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ (ترمذی)

ساتواں واقعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (جب میں بیت المقدس پہنچا تو) میں نے براق اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء علیہم السلام (اپنی سواریاں) باندھا کرتے تھے (مسلم)۔ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بیت المقدس میں

موجود پتھر میں انگلی سے سوراخ کرکے اس سے براق کو باندھا۔

(بزاز)

فائدہ: دونوں روایتیں اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ وہ حلقہ تو پرانے زمانے سے ہو لیکن کسی وجہ سے بند ہو گیا ہو، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انگلی سے کھول دیا ہو اور آپ ﷺ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام دونوں نے مل کر سواری کو باندھا ہو۔

اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ باندھنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیوں کہ وہ تو مسخر کر کے بھیجا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ اس عالم میں آنے سے اس میں یہاں کے کچھ اثرات پیدا ہو گئے ہوں۔ اور اگر بھاگنے کا اندیشہ نہ بھی ہو، تب بھی اس کی شوخی وغیرہ سے آپ ﷺ کے دل کے پریشان ہونے کا احتمال تھا (لہٰذا اسے باندھ دیا گیا)۔ باقی اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کا کون احاطہ کر سکتا ہے (اس کی اصل حکمت تو اللہ ہی جانتے ہیں)۔

آٹھواں واقعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ بیت المقدس میں اس مقام پر پہنچے جس کا نام ”باب محمد“ ہے تو براق باندھ کر آپ ﷺ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام دونوں مسجد کے صحن میں پہنچے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یا محمد! کیا آپ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ کو جنت کی حور دکھائے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ان عورتوں کے پاس جائیے اور انہیں سلام کیجیے، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو سلام کیا تو انھوں نے میرے سلام کا جواب دیا، میں نے پوچھا (جنت میں) تم کس کی بیویاں بنو گی؟ انھوں نے کہا: ہم نیک اور حسین ہیں، ہم ایسے مردوں کی بیویاں ہیں جو پاک صاف ہیں، جو کبھی میلے نہ ہوں گے، جو ہمیشہ رہیں گے، کبھی جنت سے جدا نہ ہوں گے، اور جو ہمیشہ زندہ رہیں گے کبھی نہیں مریں گے۔

وہاں سے ہٹ کر تھوڑی سی دیر گذری تھی کہ بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ پھر ایک مؤذن نے اذان کہی اور پھر تکبیر کہی گئی۔ ہم صف باندھ کر انتظار کرنے لگے کہ کون امام بنے گا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے کھڑا کر دیا۔

میں نے سب کو نماز پڑھائی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: آپ (ﷺ) کو معلوم ہے کہ آپ (ﷺ) کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، انہوں نے کہا: جتنے بھی نبی دنیا میں بھیجے گئے ہیں ان سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور جبرئیل علیہ السلام بیت المقدس (کی مسجد) میں داخل ہوئے اور دونوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔

(بیہقی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ میں مسجد میں گیا تو میں نے دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی کھڑا ہے، کوئی رکوع میں ہے اور کوئی سجدہ میں ہے، پھر ایک مؤذن نے اذان کہی اور ہم صفیں درست کرکے اس انتظار میں کھڑے ہوگئے کہ کون امامت کرائے گا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کے آگے کھڑا کر دیا اور میں نے سب کو نماز پڑھائی۔ (بیہقی) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کا وقت آگیا اور میں نے امامت کرائی۔

(مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ مسجد اقصیٰ پہنچے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور تمام انبیاء بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔ (مسلم) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے (بیت المقدس میں) داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی (یعنی آپ ﷺ فرشتوں کے بھی امام بنے) جب نماز پوری ہو گئی تو فرشتوں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ فرشتوں نے کہا: کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لیے یا آسمانوں پر بلانے کے لیے) بھیجا گیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ فرشتوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ان پر سلامتی نازل فرمائے آپ ﷺ بہت اچھے بھائی اور بہت اچھے خلیفہ ہیں (یعنی ہمارے بھائی اور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ)۔

پھر آپ ﷺ کی انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور ان سب نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح تقریر فرمائی: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے خلیل (دوست) بنایا، مجھے ملک عظیم عطا فرمایا، مجھے لوگوں کا رہنما اور اپنا فرمانبردار بنایا کہ لوگ میری اقتداء کرتے ہیں، مجھے (نمرود کی) آگ سے نجات دی اور اسے میرے حق میں ٹھنڈا اور سلامتی والا بنایا۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرتے ہوئے یہ تقریر فرمائی: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھ سے کلام (خاص) فرمایا اور مجھے اپنا منتخب بنایا، مجھ پر توریت نازل فرمائی، میرے ہاتھ پر فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات ظاہر فرمائی اور میری امت کو ایسی قوم بنایا جو حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور حق کے ساتھ عدل کرتی ہے۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے یہ تقریر فرمائی: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے مجھے ایک بڑا ملک عطا فرمایا، مجھے زبور کا علم دیا، میرے لیے لوہے کو نرم کیا، میرے لیے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کیا کہ وہ میرے ساتھ تسبیح کرتے تھے، مجھے حکمت اور بہترین تقریر (کرنے کا انداز) عنایت فرمایا۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کی حمد و ثناء کے بعد تقریر فرمائی: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے ہوا اور جنات کو مسخر کیا کہ جو چیز میں چاہتا تھا (عالیشان عمارات، مجسم تصاویر جو اس شریعت میں جائز تھیں) جنات بنا دیتے تھے۔ مجھے پرندوں کی زبان کا علم دیا، اور اپنے فضل سے مجھے ہر قسم کی چیز عطا فرمائی، میرے لیے انسان جنات اور پرندوں کے لشکر مسخر کیے۔ مجھے ایسی سلطنت عطا کی کہ میرے بعد کسی کو ایسی سلطنت نہ ملے گی اور میرے لیے ایسی پاکیزہ سلطنت تجویز کی کہ اس کے متعلق مجھ سے کچھ حساب نہ ہوگا۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے یہ تقریر فرمائی: تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا، مجھے آدم علیہ السلام کے مشابہ بنایا کہ انہیں مٹی سے بنا کر کہا تھا تو زندہ ہو جا اور وہ زندہ ہو گئے تھے (اسی

طرح مجھے بغیر باپ کے محض اپنے فرمان سے پیدا کیا)، مجھے لکھنا سکھایا، مجھے حکمت سکھائی مجھے تورات وانجیل کا علم دیا، مجھے ایسا بنایا کہ میں مٹی سے پرندے کی شکل کا ڈھانچہ بنا کر اس میں پھونک مار دیتا تو وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے (زندہ) پرندہ بن جاتا تھا، مجھے ایسا بنایا کہ میں خدا کے حکم سے پیدائشی اندھے اور برص والے کو تندرست کر دیتا تھا، مردوں کو زندہ کر دیتا تھا، مجھے پاک صاف رکھا۔ مجھے اور میری والدہ کو شیطان مردود سے پناہ دی، بس ہم پر شیطان کا کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔

پھر آپ ﷺ نے اپنے رب کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا: تم سب نے اپنے رب کی تعریف کی، میں بھی اپنے رب کی تعریف کرتا ہوں، ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین اور تمام لوگوں کے لیے بشیر ونذیر (جہنم سے ڈرانے والا اور جنت کی خوشخبری سنانے والا) بنا کر بھیجا، مجھ پر فرقان یعنی قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر (ضروری دینی) بات کا بیان ہے (واضح طور پر ہو یا اشارۃً) میری امت کو بہترین امت بنایا جسے لوگوں کے نفع (دین) کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور میری امت کو انصاف والی امت بنایا، میری امت کو ایسا بنایا کہ وہ اول بھی ہیں (یعنی مرتبہ میں) اور آخر بھی ہیں (یعنی زمانہ میں) میرے سینہ کو کشادہ بنایا اور میرا بوجھ ہلکا کیا، میرے ذکر کو بلند فرمایا اور مجھے سب کی ابتداء اور سب کی انتہاء بنایا۔ (یعنی سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا گیا اور سب سے آخر میں مجھے بھیجا گیا)۔ (آپ ﷺ کی تقریر سن کر) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (سب کو مخاطب کر کے) فرمایا: بس انہی کمالات کے سبب محمد ﷺ تم سے بڑھ گئے ہیں۔

ایک روایت میں آپ ﷺ نے بالخصوص تین پیغمبروں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نماز اور ہر ایک کا حلیہ بیان فرمایا، اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھ سے کسی نے کہا: اے محمد! یہ مالک داروغہ دوزخ ہیں، ان کو سلام کیجیے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے مجھے سلام کیا (مسلم) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شبِ معراج میں میں نے دجال اور داروغہ جہنم کو دیکھا۔ (مسلم)

نواں واقعہ

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے سامنے دو برتن لائے، ایک میں شراب اور دوسرے میں دودھ تھا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: میں نے دودھ کو اختیار کیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ ﷺ نے فطرت (دین) کو اختیار فرمایا، پھر آپ ﷺ آسمان پر تشریف لے گئے (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دودھ کا اور ایک شہد کا برتن آیا (مسند احمد)۔ ایک اور روایت میں ہے کہ تین برتن آئے۔ دودھ کا، شراب کا اور پانی کا (بزاز) اور حضرت شداد بن اوس کی روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز کے بعد مجھے پیاس لگی، اس وقت یہ برتن حاضر کیے گئے اور جب میں نے دودھ کو اختیار کیا تو ایک بزرگ نے جو میرے سامنے تھے، جبرئیل سے کہا: تمہارے دوست نے فطرت کو اختیار کیا ہے۔

فائدہ: براق کے باندھنے کے بعد جو واقعات مذکور ہیں، ان میں ترتیب اس طرح سمجھ آتی ہے۔

پہلے آپ ﷺ مسجد کے صحن میں پہنچ کر حوروں سے ملے اور بات کی۔ پھر آپ ﷺ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی، غالبًا یہ تحیۃ المسجد تھی۔ اس وقت غالبا چند دوسرے انبیاء علیہم السلام پہلے سے جمع تھے، جن کو آپ ﷺ نے مختلف حالتوں میں دیکھا۔ کسی کو رکوع کی حالت میں، اور کسی کو سجدہ کی حالت میں یہ سب تحیۃ المسجد پڑھ رہے تھے۔ ان میں سے بعض کو پہچانا بھی اور معلوم ہوتا ہے کہ یہی تمام حضرات اپنی نمازوں سے فارغ ہو کر اسی تحیۃ المسجد میں بھی آپ ﷺ کے مقتدی ہوگئے ہوں گے۔

پھر بقیہ انبیاء علیہم السلام جمع ہوئے۔ پھر اذان و تکبیر ہوئی اور جماعت ہوئی، جس میں آپ امام تھے اور تمام انبیاء علیہم السلام اور چند فرشتے آپ ﷺ کے مقتدی تھے۔ ان میں سے بعض کو آپ پہچانتے نہ تھے، اسی لیے جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ تمام انبیاء جو مبعوث ہوئے ہیں انہوں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

یہ کون سی نماز تھی اس کی تحقیق تئیسویں واقعہ کے ذیل میں آئے گی۔ اذان واقامت

یا تو ایسی ہی ہو گی جس طرح اب ہے، اگر چہ اس کا عام حکم مدینہ پہنچنے کے بعد ہوا ہو، یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اذان اور طرح کی ہو گی۔

پھر فرشتوں سے تعارف ہوا، شاید داروغہ جہنم سے ملاقات بھی اسی ضمن میں ہوئی ہو، جس میں انہوں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اور آپ ﷺ کا نام سن کر فرشتوں کا یہ پوچھنا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا تھا؟ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں اس بات کا علم تھا کہ آپ ﷺ کے لیے ایسا ہونے والا ہے۔ اس میں مزید دو احتمال ہیں یا تو ابھی تک نبوت کے ملنے کا علم نہ ہوا ہو۔ کیوں کہ فرشتوں کے کام مختلف ہیں۔ انہیں دوسرے کاموں کا علم ہر وقت نہیں ہوتا۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہیں نبوت کا علم پہلے سے ہو اور پوچھنے کا مقصد یہ ہو کہ معراج کے لیے ان کے پاس پیغام پہنچ چکا ہے یا نہیں۔ اور اسی طرح آگے جو آسمانوں میں سوال میں ہے وہاں بھی یہی بات ہے۔ پھر آپ ﷺ کی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔ پھر سب حضرات نے تقاریر کیں۔ پھر پیالے پیش ہوئے۔ جن کی روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چار تھے، دودھ، شہد، شراب اور پانی کے۔ کسی نے دو کہے اور کسی نے تین کے ذکر پر اکتفاء کیا۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تین ہوں۔ ایک پیالے میں پانی ہو جو مٹھاس میں شہد جیسا ہو اس لیے کبھی اس کو شہد کہہ دیا ہو۔ کبھی پانی کہہ دیا ہو۔ شراب اس وقت تک حرام نہ تھی کیوں کہ شراب مدینہ میں حرام ہوئی ہے شراب چوں کہ سامان فرحت ہے اسی لیے اسے اکثر لذت کے لیے پیا جاتا ہے، غذا کے لیے نہیں پیا جاتا، اس میں دنیاوی لذت کی طرف اشارہ ہے۔ اور پانی بھی غذا کے لیے مددگار ہے بطورِ غذا استعمال نہیں ہو سکتا، اسی لیے آپ ﷺ نے پانی اور شہد کو اختیار نہیں کیا۔ اور چوں کہ دین غذائے روحانی ہے جیسا کہ دودھ غذائے جسمانی ہے۔ اور غذائیں اگرچہ اور بھی ہیں مگر دودھ کو اوروں پر ترجیح اس لیے ہے کہ کھانے اور پینے دونوں کا کام دیتا ہے، اسی لیے آپ ﷺ نے دودھ کو اختیار کیا۔ اسی طرح ان برتنوں کو سدرۃ المنتہیٰ کے بعد دوبارہ پیش کیا گیا۔ اور دودھ پلانے کا مقصد طاقت کا حصول بھی ہو سکتا ہے۔

پھر اس سب کے بعد آسمان کا سفر ہوا اور شاید مسجد اقصیٰ میں انبیاء اور فرشتوں کا

جمع ہونا نبی کے استقبال کے لیے ہو۔ واللہ اعلم۔

دسواں واقعہ

اس کے بعد آپ ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ براق پر تشریف لے گئے۔ بخاری میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”دل دھونے اور اس میں ایمان و حکمت بھرنے کے بعد مجھے براق پر سوار کیا گیا۔ جس کا ایک قدم وہاں پر پڑتا تھا جہاں نگاہ کی انتہا ہوتی تھی، مجھے جبرئیل علیہ السلام لے چلے یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچے۔“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ آسمان پر بھی براق ہی پر تشریف لے گئے۔ گو درمیان میں بیت المقدس بھی اترے۔ بیہقی میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”پھر (بیت المقدس میں اعمال سے فارغ ہونے کے بعد) میرے سامنے ایک زینہ لایا گیا جس پر انسانوں کی ارواح (موت کے بعد) چڑھتی ہیں۔ اس زینہ سے زیادہ خوبصورت مخلوق میری نظر سے نہیں گذری۔ تم نے (بعض) مرنے والوں کو آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ وہ اس زینہ کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔“

آپ ﷺ کے اعزاز میں یہ زینہ جنت الفردوس سے لایا گیا، اس زینہ کو دائیں بائیں اور اوپر نیچے سے فرشتے گھیرے ہوئے تھے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے لیے ایک چاندی کا اور ایک سونے کا زینہ لایا گیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اس پر چڑھے، ابن اسحاق سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب میں بیت المقدس سے فارغ ہوا تو یہ زینہ لایا گیا، اور میرے رفیق سفر (جبرئیل) نے مجھے اس پر بٹھایا یہاں تک کہ میں آسمان کے دروازے تک پہنچا۔“

فائدہ: گذشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر براق پر ہوا، اب اس روایت سے معلوم ہوا کہ زینہ کے ذریعے آسمان پر گئے، تو اس کا جواب ہے کہ تھوڑا سفر براق پر کیا ہو اور تھوڑا سفر زینے پر۔ جس طرح مکرم مہمان کے سامنے کئی سواریاں پیش کی جاتی ہیں اور اس کو اختیار ہوتا ہے جس پر چاہے سفر کرے خواہ تھوڑی تھوڑی مسافت سب پر سوار ہو کر ہی کیوں نہ طے کرلے۔ اگرچہ براق بہت تیز رفتار تھا، تاہم اس کی رفتار سوار کے اختیار میں تھی۔ مختلف مقامات پر آپ ﷺ کے اترنے

سے یہ واضح ہے کہ براق تیز رفتار ہونے کے باوجود مناسب رفتار سے چلتا رہا۔

گیارہواں واقعہ

آپ ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ پہلے آسمان دنیا پر پہنچے، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا، دربان فرشتوں کی طرف سے پوچھا گیا: کون؟، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: محمد ﷺ ہیں، پوچھا گیا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لیے یا آسمانوں پر بلانے کے لیے) بھیجا گیا ہے؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔

(ابن کثیر)

بیہقی میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچے۔ اس کا نام باب الحفظہ ہے۔ اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے، اس کا نام اسماعیل ہے اس کی ماتحتی میں بارہ ہزار فرشتے ہیں۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آسمان والوں کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ زمین پر کیا کرنا چاہ رہے ہیں جب تک کہ ان کو کسی ذریعہ سے اطلاع نہ دے دی جائے۔ جیسے یہاں فرشتوں کو آپ ﷺ کی آمد کی اطلاع حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زبانی معلوم ہوئی۔ فرشتوں نے پوچھا تھا کہ کیا ان کے پاس کلام الٰہی پہنچا ہے۔ اس پوچھنے میں جو دو احتمال ذکر کیے گئے ہیں اس کی تفصیل گذر چکی۔ وہاں پوچھنے کی عقلی وجہ بھی لکھ دی گئی ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے اس عقلی توجیہ کی تائید ہوتی ہے۔

بخاری میں ہے کہ فرشتوں نے یہ سن کر کہا: مرحبا! آپ ﷺ کا آنا مبارک ہے۔ اور دروازہ کھول دیا گیا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: میں وہاں پہنچا تو حضرت آدم علیہ السلام موجود تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ آپ کے باپ آدم ہیں، ان کو سلام کیجئے، میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: اچھے بیٹے اور اچھے نبی کو خوش آمدید، ایک روایت میں ہے کہ آسمان دنیا پر ایک شخص کو بیٹھے دیکھا، جو اپنے دائیں بائیں کچھ شکلیں دیکھ رہے تھے۔ جب

وہ دائیں طرف دیکھتے تھے تو ہنستے تھے اور جب بائیں طرف دیکھتے تھے تو روتے تھے، میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ آدم علیہ السلام ہیں۔ اور ان کے دائیں بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں، دائیں والے جنتی اور بائیں والے جہنمی ہیں، اس لیے دائیں طرف دیکھ کر ہنستے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔

بزاز کی حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں طرف ایک دروازہ ہے جس میں سے خوشبودار ہوا آتی ہے اور بائیں طرف ایک دروازہ ہے اس میں سے بدبودار ہوا آتی ہے۔ جب دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو مغموم ہوتے ہیں۔ حضرت شریک کی روایت بالا میں ہے کہ آپ ﷺ نے آسمان دنیا میں نیل وفرات کو دیکھا اور اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ اسی آسمان دنیا پر میں نے ایک اور نہر بھی دیکھی جس پر موتی اور زبرجد کے محل بنے ہوئے ہیں اور وہ نہر کوثر ہے۔

فائدہ: آپ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ پہلے بھی مل چکے تھے۔ اسی طرح باقی آسمانوں پر جو دیگر انبیاء علیہم السلام کو دیکھا تو یہ سوال ذہن میں آسکتا ہے کہ آپ ﷺ ان انبیاء کرام کے ساتھ بیت المقدس میں بھی ملے اور آسمانوں پر بھی ملے اور سب کو اپنی اپنی قبروں میں بھی دیکھا، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام قبر میں تو اصلی جسم کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر جسم مثالی کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں اور یہ جسم مثالی کئی بھی ہوسکتے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک ہی وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ہو۔ لیکن یہ کام انبیاء کرام علیہم السلام کے اختیار سے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ارادے سے ہوسکتا ہے اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا۔ اسی لیے باوجود بیت المقدس میں ملاقات ہونے کے آپ ﷺ نے انہیں آسمان پر نہیں پہچانا، البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوں کہ آسمان پر جسم حقیقی کے ساتھ ہیں، اس لیے ان کو وہاں دیکھنا جسم حقیقی کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ لیکن انہیں بیت المقدس میں جسم حقیقی کے ساتھ نہیں بلکہ جسم مثالی کے ساتھ دیکھا تھا اور روح کا جسم مثالی کے ساتھ تعلق موت سے

پہلے بھی خلاف عادت ممکن ہے۔ اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں جسم حقیقی کے ساتھ ہوں کہ آسمان سے وہاں آ گئے ہوں یا دونوں جگہ جسم حقیقی کے ساتھ ہوں کہ پہلے آسمان سے بیت المقدس آئے ہوں پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں۔ واللہ اعلم۔

حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں، بائیں جو صورتیں نظر آئیں وہ بھی ارواح کی صورتِ مثالیہ تھیں، اور بزاز کی روایت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارواح اس وقت آسمانوں پر موجود نہ تھیں بلکہ اپنے اپنے ٹھکانہ پر تھیں۔ اور اس ٹھکانے اور حضرت آدم علیہ السلام کی جگہ کے درمیان دروازہ تھا اس دروازے سے ان کی صورتوں کا عکس حضرت آدم علیہ السلام کی جگہ پر پڑتا ہوگا یا وہ ہوا جو ان روحوں کی جگہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی جگہ تک آتی تھی وہ بھی جسم ہے۔ اس میں ان صورتوں کا عکس پیدا کرنے کی خاصیت ہوگی۔ جیسے ہوا شعاعوں کی وجہ سے دیکھنے کے قابل ہو جاتی ہے، کیوں کہ اس روایت میں ہے کہ درمیان میں دروازہ موجود تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دروازہ ان صورتوں کے اثر کے یہاں تک پہنچنے کا ذریعہ تھا۔ واللہ اعلم۔

اس ساری تقریر پر یہ اعتراض بھی ختم ہو جاتا ہے قرآن کریم میں مذکور ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ

ترجمہ: جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے بارے میں تکبر سے کام لیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی ارواح آسمان پر نہیں جا سکتیں۔ تو پھر آسمان دنیا پر کافروں کی روحیں جو بائیں طرف تھیں، کیسے پائی گئیں؟ (یعنی وہ روحیں نہیں بلکہ ان کا عکس تھا۔

دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے نیل اور فرات کو سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں دیکھا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نیل اور فرات تو زمین پر ہیں، انہیں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب سدرۃ المنتہیٰ کے بیان میں دیا جائے گا۔ یہاں صرف روایات کو جمع کرنے کی وجہ سمجھ لی جائے

وہ یہ ہے کہ نیل وفرات کا اصل سرچشمہ تو سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ ہے اور وہاں سے پانی نکل کر آسمان دنیا پر جمع ہوتا ہے اور پھر وہاں سے زمین پر آتا ہے جیسا کہ دوسری احادیث سے حوض کوثر کا جنت میں ہونا مذکور ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کوثر جب جنت میں ہے تو اسے آسمان پر کیسے دیکھا؟ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اصل حوض کوثر کا سرچشمہ جنت میں ہے اور اس کی ایک شاخ آسمان پر ہے جیسا کہ ایک شاخ قیامت کے دن میدانِ قیامت میں ہوگی۔

بارہواں واقعہ

بخاری کی حدیث میں ہے کہ پھر مجھے جبرائیل علیہ السلام لے کر اوپر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون؟ جبرئیل نے کہا: جبریل۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد (ﷺ) ہیں: پوچھا گیا کہ کیا ان کے پاس پیامِ الٰہی بھیجا گیا؟ حضرت جبرئیل نے کہا: ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا: خوش آمدید، آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں (وہاں) پہنچا تو حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں موجود تھے اور وہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ یحییٰ و عیسیٰ ہیں ان کو سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا۔ ان دونوں نے جواب دیا۔ کہا: بھائی اور نبی کو خوش آمدید۔

فائدہ: حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی خالہ ہیں تو حضرت عیسیٰ ان کی خالہ کے نواسے ہیں۔ چوں کہ نانی ماں کے قائم مقام ہوتی ہے اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نانی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ فرمایا، اگر یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہوتیں تو حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خالہ زاد بھائی ہوتے لیکن چوں کہ ایسا نہیں ہے لہٰذا مجازاً ان کو خالہ زاد فرما دیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خالہ کی اولاد میں سے ہیں۔ اگرچہ ان کے بیٹے نہیں مگر ان کے نواسے ہیں۔ اور ان دونوں نے آں حضرت ﷺ کو بھائی اس لیے کہا کہ یہ حضور ﷺ کے باپ دادا میں سے نہیں ہیں۔

تیرھواں واقعہ

بخاری میں ہے کہ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر تیسرے آسمان کی طرف چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے کہا! جبرائیل: پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیامِ الٰہی بھیجا گیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا: خوش آمدید، آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے اور دروازہ کھول دیا۔ جب میں (وہاں) پہنچا تو حضرت یوسف علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ یوسف علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجیے۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور کہا: اچھے بھائی اور اچھے نبی کو خوش آمدید۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے دیکھا کہ یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک بڑا حصہ عطا کیا گیا ہے۔ (المشکوٰۃ عن المسلم)

ایک روایت میں یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے: میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ حسین ہے اور حسن میں لوگوں پر ایسی فضیلت رکھتا ہے جیسے چودھویں کا چاند تمام ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے۔ (طبرانی)

فائدہ: ان روایات سے یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام حضور ﷺ سے زیادہ حسین تھے۔ اس کے دو جواب ہیں۔ پہلا جواب: حضرت یوسف علیہ السلام حضور ﷺ کے علاوہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ مذکورہ روایت میں حضور ﷺ کے علاوہ تمام انسانوں سے زیادہ خوبصورت ہونا مراد ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خوبصورت اور خوش آواز بنا کر بھیجا۔ لیکن تمہارے نبی سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش آواز ہیں۔ (ترمذی)

دوسرا جواب یہ ہے کہ عین ممکن ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام صرف ایک چیز یعنی حسن میں آپ ﷺ سے زیادہ ہوں لیکن باقی تمام چیزوں میں حضور ﷺ ان سے بڑھے ہوئے ہوں اس میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ یا یوں کہا جا سکتا

ہے کہ حسن کی مختلف قسمیں ہوں۔ ایک قسم میں حضرت یوسف علیہ السلام زیادہ حسین ہوں اور ایک قسم میں حضور ﷺ زیادہ حسین ہوں۔

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن ظاہری طور پر بہت زیادہ ہو اور ایک حد تک ہو۔ اور حضور ﷺ کا حسن معنوی طور پر بہت لطیف اور نازک ہو اور بے انتہا ہو۔ پہلی قسم کا نام حسن صباحت (یعنی صاف رنگ کی خوبصورتی) اور دوسری قسم کا نام حسن ملاحت (یعنی چہرے کی کشش کی خوبصورتی) ہے۔

یَزِیْدُكَ وَجْهُهٗ حَسَنًا اِذَا مَا زِدْتَّهٗ نَظَرًا

(جتنا تم انہیں دیکھوگے اتنا ہی تمہیں ان کا حسن زیادہ محسوس ہوگا)۔

حقیقت کا علم اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کو ہے، یہ ادب کا مقام ہے۔

چودھواں واقعہ

بخاری میں ہے کہ پھر مجھے جبریل آگے لے کر چلے یہاں تک کہ چوتھے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ انہوں نے کہا جبریل: پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا! محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا: خوش آمدید، آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے اور دروازہ کھول دیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ادریس علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ ادریس علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجیے۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا پھر کہا: اچھے بھائی اور اچھے نبی کو خوش آمدید ہو۔

فائدہ: حضرت ادریس اگرچہ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد میں سے ہیں لیکن پھر بھی انہوں نے فرمایا کہ اچھے بھائی کو خوش آمدید۔ یہ اس لیے فرمایا کہ ہر نبی دوسرے نبی کا بھائی ہوتا ہے۔ باقی بیٹے کی نسبت بھائی کہنے میں چوں کہ زیادہ ادب ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے انہوں نے بیٹے کے بجائے بھائی فرمایا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھے بیٹے کو خوش آمدید۔ (ابن کثیر) جبکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ادریس حضرت الیاس علیہ السلام کا لقب ہے اور حضرت الیاس آپ ﷺ کے آباؤ اجداد میں سے نہیں ہیں۔

پندرہواں واقعہ

بخاری میں ہے کہ پھر جبریل علیہ السلام مجھے لے کر آگے چلے۔ یہاں تک کہ پانچویں آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: جبریل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا ان کے پاس پیامِ الٰہی بھیجا گیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا: خوش آمدید، آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ جب میں وہاں پہنچا تو ہارون علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ ہارون علیہ السلام ہیں اور انہیں سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا: اچھے بھائی اور اچھے نبی کو خوش آمدید۔

سولھواں واقعہ

سولھویں واقعہ میں ہے کہ پھر مجھے جبریل علیہ السلام آگے لے کر چلے یہاں تک کہ چھٹے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: جبریل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا: کیا ان کے پاس پیامِ الٰہی بھیجا گیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ خوش آمدید۔ جب میں وہاں پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجیے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور کہا: اچھے بھائی اور اچھے نبی کو خوش آمدید۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو حضرت موسیٰ رونے لگے۔ میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا: میں اس لیے رو رہا ہوں کہ ایک نوجوان پیغمبر میرے بعد بھیجے گئے جن کی امت کے جنت میں داخل ہونے والے میری امت کے جنت میں داخل ہونے والے سے بہت زیادہ ہوں گے۔ مجھے اپنی امت پر حسرت ہو رہی ہے کہ انہوں نے میری ایسی اطاعت نہ کہ جس طرح آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت آپ کی اتباع کرے گی اس لیے مجھے اپنی امت کے حال پر رونا آرہا ہے۔

فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نوجوان اس لیے فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑھاپے

تک پہنچنے سے پہلے پہلے آپ ﷺ کے ماننے والے تھوڑی ہی مدت میں اتنے زیادہ ہوگئے کہ اور انبیاء کے بڑھاپے تک بھی اتنے ماننے والے نہیں ہوئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی کل عمر ۶۳ سال ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کی عمر ڈیڑھ سو سال ہوئی۔ (قصص الانبیاء)

سترہواں واقعہ

بخاری میں ہے کہ پھر مجھے جبریل آگے لے کر ساتویں آسمان کی طرف چلے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: جبریل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ اور کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: ہاں۔ یہ سن کر فرشتوں نے کہا: آپ نے بہت اچھا کیا جو تشریف لائے۔ خوش آمدید۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ آپ کے جد امجد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ انہیں سلام کیجیے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور فرمایا: اچھے بیٹے اور اچھے نبی کو خوش آمدید۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے بیٹھے تھے۔ اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کی باری دوبارہ نہیں آتی۔ یعنی اگلے روز اور نئے ستر ہزار داخل ہوتے ہیں۔

(مشکوٰۃ عن المسلم)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مجھے ساتویں آسمان پر چڑھایا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ وہ بہت حسین تھے اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ موجود تھے اور میری امت بھی وہاں موجود تھی۔ میری امت کے کچھ لوگوں نے سفید کپڑے اور کچھ لوگوں نے میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں بیت المعمور میں داخل ہوا تو سفید کپڑے والے بھی میرے ساتھ داخل ہوگئے اور میلے کپڑے والوں کو روک دیا گیا۔ میں نے اور میرے ساتھ اندر جانے والوں نے وہاں نماز پڑھی۔ (بیہقی)

فائدہ: بعض روایات میں آسمانوں پر انبیاء کرام کی ترتیب دوسرے طرح بھی مذکور ہے مگر صحیح ترین یہی ہے۔ واللہ اعلم۔

بیت المعمور سے متعلق مزید تفصیلات سدرۃ المنتہی کے بعد آگے آرہی ہیں۔

اٹھارہواں واقعہ

بخاری میں ہے کہ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا۔ اس کے بیر اتنے بڑے بڑے تھے جیسے ہجر (ایک جگہ کا نام ہے) کے مٹکے اور اس کے پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ وہاں چار نہریں تھیں۔ دو اندر جارہی تھیں اور دو باہر آرہی تھیں۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے نہروں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: جو نہریں اندر جارہی ہیں یہ جنت کی دو نہریں ہیں اور جو باہر جارہی ہیں یہ نیل اور فرات ہیں۔

پھر میرے پاس ایک شراب کا، ایک دودھ کا اور ایک شہد کا برتن لایا گیا۔ میں نے دودھ کو اختیار کیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ فطرت (یعنی دین) ہے۔ جس پر آپ (ﷺ) اور آپ (ﷺ) کی امت قائم رہے گی۔

بخاری کی ایک روایت ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں یہ چار نہریں ہیں۔ اور مسلم میں ہے کہ اس کی جڑ سے یہ چار نہریں نکلتی ہیں۔ اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کے بعد جبرئیل علیہ السلام مجھے ساتویں آسمان پر لے گئے۔ یہاں تک کہ میں ایک نہر پر پہنچا جس پر یاقوت، موتیوں اور زبرجد کے پیالے رکھے تھے اور اس پر سبز رنگ کے خوبصورت پرندے بھی تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ کوثر ہے۔ جو آپ (ﷺ) کے رب نے آپ (ﷺ) کو دی ہے۔ اس پر سونے اور چاندی کے برتن رکھے ہوئے ہیں اور وہ یاقوت اور زمرد کے پتھروں پر چلتی ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ میں نے ایک برتن لے کر اس میں سے تھوڑا پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

امام بیہقی کی حدیث میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وہاں ایک چشمہ تھا جس کا نام سلسبیل تھا، اس سے دو نہریں نکلتی تھیں۔ ایک کوثر اور دوسری نہر رحمت۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک

پہنچایا گیا وہ چھٹے آسمان پر ہے۔ زمین سے جو اعمال اوپر جاتے ہیں وہ اس تک پہنچتے ہیں اور وہاں سے اوپر اٹھا لیے جاتے ہیں اور جو احکام اوپر سے آتے ہیں وہ پہلے اسی پر اترتے ہیں اور وہاں سے نیچے (عالم دنیا میں) لائے جاتے ہیں۔ (اسی لیے اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے)۔

بخاری میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کو ایسی رنگتوں نے چھپالیا ہے کہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیا ہیں اور مسلم میں ہے کہ وہ سونے کے پروانے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ سونے کی ٹڈیاں تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس کو فرشتوں نے چھپایا ہوا تھا اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب خدا کے حکم سے اس کو ایک عجیب چیز نے چھپالیا تو اس کی صورت بدل گئی، کوئی بھی مخلوق اس کی صفت بیان نہیں کر سکتی۔ ایک روایت میں سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھنے اور برتنوں کے پیش کیے جانے کے درمیان میں یہ بھی ہے کہ پھر میرے سامنے بیت المعمور بلند کیا گیا۔ ایک روایت میں سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھنے کے بعد یہ بھی ہے کہ پھر میں جنت میں داخل ہوا تو اس میں موتیوں کے گنبد تھے اور اس کی مٹی مشک کی تھی (المشکوٰۃ عن الشیخین)

فائدہ: دیگر احادیث سے پتا چلتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ہے جب کہ ان روایات میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ چھٹے آسمان پر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عین ممکن ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان سے شروع ہو کر ساتویں آسمان تک جاتی ہو۔ اور جو چار نہریں اس کی جڑ سے نکلتی ہیں وہ جڑ کے اس حصہ سے نکلتی ہیں جو ساتویں آسمان پر ہے۔

وہ نہریں جو اندر کو جارہی تھیں وہ نہر کوثر اور نہر رحمت معلوم ہوتی ہیں کہ وہ دونوں سلسبیل کی شاخیں ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ سلسبیل اور اس کا وہ حصہ جہاں سے کوثر اور نہر رحمت نکلتی ہوں سدرۃ المنتہیٰ کی دوسری جڑ میں ہوں۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت بالا سے کوثر کا بظاہر میں جنت سے باہر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ غالبًا جنت سے باہر وہ حصہ ہے جو سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں ہے۔ باقی اس کا زیادہ حصہ جنت میں ہے جیسا کہ دوسری حدیثوں میں اس کا جنت میں ہونا مذکور ہے۔

نیل وفرات کا آسمان پر ہونا اس طرح ممکن ہے کہ ان کا پانی آسمان سے آتا ہو۔ کیوں کہ بارش ہونے کے بعد بارش کا پانی پتھر میں جذب ہو جاتا ہے، پھر پتھر سے جاری

ہوتا ہے تو نیل وفرات کا چلنا بھی ایسا ہی ہوتا ہے، کیوں کہ بارش تو آسمان سے ہوتی ہے تو جو نیل وفرات کا پانی ہے وہ بارش کے ذریعے آسمان سے آتا ہے اس طرح نیل وفرات کی اصل آسمان میں ہوئی۔

سدرۃ المنتہیٰ کو گھیرنے والے فرشتوں کو رنگ اور ٹڈیاں کہنا تشبیہ کے لیے ہے۔ ورنہ در حقیقت وہ فرشتے تھے۔ باقی یہ فرمانا کہ معلوم نہیں وہ کیا تھے؟ اس لیے کہ پہلے معلوم نہیں ہوا کہ وہ کیا تھے؟ یا پھر تعجب کے لیے فرمایا کہ وہ اتنے حسین تھے کہ معلوم نہیں کہ ان کے حسن کو کس طرح بیان کیا جائے۔

مسلم کی روایت جو بیت المعمور کے متعلق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المعمور سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ اس جگہ سے اوپر ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ ان دونوں باتوں سے معلوم ہوا کہ سب سے اوپر بیت المعمور، اس سے نیچے سدرۃ المنتہیٰ اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جگہ ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جگہ سب سے نیچے ہے تو ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے ٹیک لگا کر کیسے بیٹھے ہوئے تھے جیسا کہ واقعہ نمبر ۷ میں مذکور ہے۔ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ بیت المعمور کی بنیاد تو ساتویں آسمان پر ہو اور اس کی اونچائی سدرۃ المنتہیٰ سے بھی اونچی ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے نچلے حصے سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوں۔ تو اب ترتیب یوں ہوئی کہ سب سے اونچا بیت المعمور، اس سے نیچے سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور کے نچلے حصے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں اس طرح تمام صورتوں میں تطبیق ہو گئی۔

واقعہ نمبر ۷ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی جبکہ آپ ﷺ نے بیت المعمور میں نماز پڑھی جو ساتویں آسمان سے اونچا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساتویں آسمان پر نماز پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دونوں الگ الگ جگہ تھے تو دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ نماز کس طرح پڑھی؟ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ نماز بیت المعمور کے نچلے حصے میں پڑھی ہو جو ساتویں آسمان پر ہے، جس طرح اکثر مساجد میں نماز مسجد کے نچلے حصے میں ہوتی ہے۔ اس کی تائید ایک

حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آسمان پر خانہ کعبہ کے بالکل اوپر ایک مسجد بیت المعمور ہے کہ اگر بالفرض وہ گرے تو بالکل کعبہ کے اوپر گرے گی۔ اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جب وہ نکلتے ہیں تو دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔ اور اوپر جو یہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ جنت میں داخل ہوئے عین ممکن ہے کہ بیت المعمور دیکھنے کے بعد جنت میں داخل ہوئے ہوں۔ قرآن کریم سے اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ جنت سدرۃ المنتہیٰ کے قریب ہے اور دونوں ہی احتمال ہیں کہ جنت سدرۃ المنتہیٰ سے بلند ہو یا سدرۃ المنتہیٰ جنت سے بلند ہو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیہقی میں روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کے بعد جنت میں گئے اور اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ کے بعد مجھے اوپر جنت میں لے جایا گیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر ہے۔

بیہقی کی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جنت کی سیر کے بعد دوزخ کو میرے سامنے لایا گیا تو اس میں اللہ کا غضب و عذاب اور انتقام تھا۔ اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈال دیا جائے تو وہ اس کو بھی کھا لے۔ پھر جہنم کو بند کر دیا گیا۔ اس روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ تو اپنی جگہ پر رہا اور آپ ﷺ اپنی جگہ رہے۔ درمیان سے حجاب اٹھا کر دوزخ آپ ﷺ کو دکھایا گیا۔

انیسواں واقعہ

بخاری میں بیت المعمور کے ذکر اور دودھ وغیرہ کے برتن پیش کیے جانے کے بعد روایت میں ہے کہ پھر مجھ پر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ جبکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملنے کے بعد ہے کہ مجھے اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میں ایک ہموار میدان میں پہنچا جہاں میں نے قلموں (کے لکھنے) کی آواز سنی۔ اور مجھ پر اللہ نے پچاس نمازیں فرض کیں۔

(مشکوٰۃ از بخاری و مسلم)

فائدہ: پہلی روایت میں بیت المعمور کی سیر کے کچھ دیر بعد نماز کا فرض ہونا معلوم

ہوتا ہے، اور دوسری روایت سے میدان میں پہنچنے کے فوراً بعد نماز کا فرض ہونا معلوم ہوتا ہے۔ دونوں روایتوں میں یہ ترتیب سمجھ میں آتی ہے کہ آپ ﷺ بیت المعمور کی سیر کے بعد میدان میں پہنچے ہوں گے اور پھر اس میدان میں پہنچنے کے بعد نمازیں فرض ہوئی ہوں گی۔ نیز ایک اور بات سے بھی لوح و قلم کا سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور سے بلند ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ سولہویں واقعہ کے تحت گذرا ہے کہ اوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں، اول سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر اترتے ہیں تو اس سے ثابت ہوا سدرۃ المنتہیٰ لوح و قلم سے نیچے ہے، اسی طرح بیت المعمور کی اصل ساتویں آسمان میں ہے اور وہاں فرشتے عبادات میں مشغول ہیں تو قرآن کریم میں جو مذکور ہے کہ تمام احکام آسمان سے نازل ہوتے ہیں تو اس سے مراد بیت المعمور ہے۔ واللہ اعلم۔

بیسواں واقعہ

امام بزار نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے معراج کے متعلق ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام براق پر تشریف فرما تھے۔ یہاں تک کہ مقامِ حجاب تک پہنچے اور اس میں یہ ہے کہ ایک فرشتہ حجاب میں سے نکلا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دین دے کر بھیجا ہے ! جب سے میں پیدا ہوا ہوں میں نے اس فرشتے کو نہیں دیکھا، حالانکہ اللہ کے ہاں میرا مرتبہ بہت زیادہ ہے۔'' دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھ سے جدا ہو گئے۔ اور مجھے تمام آوازیں آنی بند ہو گئیں۔

(النووی علیٰ مسلم)

شفاء الصدور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرئیل آئے اور سفر معراج میں میرے ساتھ رہے یہاں تک کہ ایک مقام تک پہنچ کر رک گئے۔ میں نے کہا: جبرئیل ! کیا ایسے مقام پر کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے۔ انہوں نے کہا: اگر میں اس مقام سے آگے بڑھا تو نور سے جل جاؤں گا۔

فائدہ: شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے

بدو گفت سالارِ بیت الحرام
کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی
عنانم زصحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند
بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا: اے وحی لانے والے آگے چل، جب تم نے مجھے دوستی میں مخلص پایا، تو پھر میرا ساتھ کیوں چھوڑ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: میری طاقت اس سے زیادہ نہیں، میں اوپر جانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر میں ایک بال کے برابر بھی اوپر چڑھا تو تجلی کی شعائیں میرے پروں کو جلا دیں گی۔"

اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر مجھے ستر ہزار حجاب طے کرائے گئے اور ان میں سے ہر حجاب دوسرے سے مختلف تھا۔ حتیٰ کہ مجھے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آہٹ آنی بند ہو گئی۔ اس وقت مجھے وحشت ہوئی لیکن اسی وقت ایک پکارنے والے نے مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لہجہ میں پکارا: رک جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب صلوٰۃ میں مشغول ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دو باتوں پر تعجب ہوا۔ ایک تو اس بات پر کہ ابو بکر مجھ سے آگے کیسے پہنچ گئے؟ اور دوسرا اس بات پر کہ میرا رب تو صلوٰۃ سے بے نیاز ہے (تو پھر یہ کہنے کا کیا مطلب ہوا کہ تیرا رب صلوٰۃ میں مشغول ہے)۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا: اے محمد! یہ آیت پڑھو۔ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۔

"وہ ذات اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئے اور وہ مؤمنین پر رحیم ہے۔"

یعنی صلوٰۃ سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اور آپ کی اُمت کے لیے "رحمت" ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صورت کا ایک فرشتہ پیدا کیا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے لہجے میں پکارا۔ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وحشت دور ہو۔

اور آپ ایسے خوف زدہ نہ ہوں کہ اصل بات ہی نہ سمجھ سکیں۔

اور شفاء الصدور کی ایک روایت میں ہے کہ حجابات کے طے کرنے کے بعد میرے لیے ایک رفرف (سبز مسند) اتاری گئی اور مجھے اس پر بٹھایا گیا، پھر مجھے اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میں عرش تک پہنچا۔ وہاں میں نے ایسی خاص بات دیکھی کہ زبان اس کو بیان نہیں کر سکتی۔

فائدہ: بزاز کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں پر چڑھنا بھی براق پر ہی ہوا۔ واللہ اعلم

آپ ﷺ کو جو رحمت الٰہیہ کے حصول کے لیے ٹھہرنے کا حکم ہوا اس کا مطلب یہ نہیں کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ آگے بڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ کامل طریقہ سے رحمت نہیں کر سکیں گے۔ جس طرح مخلوق جب ایک کام میں مشغول ہو تو عین اسی وقت دوسرا کام نہیں کر سکتی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت خاص رحمت فرما رہے ہیں اس لیے آپ چلنے سے رک جایئے اور آپ (ﷺ) اس کے حصول میں مشغول ہو جایئے کیوں کہ چلنے میں مشغول ہونے سے آپ ﷺ مکمل یکسوئی سے یہ رحمت حاصل نہیں کر سکیں گے۔ واللہ اعلم

اکیسواں واقعہ

حق تعالیٰ کو دیکھنا اور بات کرنا:

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا اور امام عبدالرزاق نے بھی اسی طرح سے روایت کیا ہے۔ نیز حضرت ابن خزیمہ نے بھی حضرت عروہ بن زبیر سے دیکھنے کو ثابت کیا ہے حضرت کعب الاحبار اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور امام معمر رحمۃ اللہ علیہ سب کا یہی قول ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ اللہ کی دوستی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہو اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو۔ اور زیارت حضرت محمد ﷺ کو۔ امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ

دیکھا ایک مرتبہ نگاہ سے اور ایک مرتبہ دل سے۔ (طبرانی فی الاوسط بسند ثقات)

امام مرزوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا: لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جو شخص یہ سمجھے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے اللہ پر بڑا جھوٹ بولا۔ تو کس دلیل سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا جواب دیا جائے۔ انہوں نے فرمایا: خود نبی ﷺ کے قول "رأیت ربی" (میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے) سے۔ (تو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہا کے اس فرمان سے ثابت ہو کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔)

صحیح احادیث میں تفصیل موجود ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے مندرجہ ذیل باتیں ہوئیں۔

(۱) پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔

(۲) سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں عنایت ہوئیں۔

(۳) یہ عنایت ہوئی کہ آپ ﷺ کا جو امتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرے گا اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(مسلم)

(۴) یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو شخص کسی نیکی کا صرف ارادہ کرے اور نیکی نہ کرے تو بھی اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور اگر نیکی کرے تو کم از کم دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو شخص گناہ کا ارادہ کرے اور پھر گناہ نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور اگر گناہ کر لے تو ایک ہی گناہ لکھا جائے گا۔

(کذا رواہ مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے باری تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے ابراہیم علیہ السلام کو خاص دوستی اور ملک عظیم، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی، حضرت داؤد علیہ السلام کو لوہے کی نرمی اور پہاڑوں کی تسخیر، حضرت سلیمان علیہ السلام کو بے مثال عظیم سلطنت اور انس و جن اور ہوا کی تسخیر، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

انجیل و تورات اور مادر زاد اندھوں اور کوڑھ کی بیماری والوں کو شفاء دینے کا علم اوران کی والدہ کو شیطان سے پناہ عطاء فرمائی (آپ مجھے کیا عطاء فرمائیں گے؟) اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں (اپنا) حبیب بنایا۔ ساری کائنات کا رسول بنایا۔ تمہیں شرح صدر عطاء فرمایا۔ تمہاری پریشانیوں کو ختم کیا، تمہارے ذکر کو بلند کیا۔ جب بھی میرا ذکر ہوگا تمہارا ذکر بھی ہوگا اور تمہاری اُمت کو بہترین اُمت اور معتدل اُمت بنایا، اول بھی بنایا اور آخر بھی بنایا، ان کا کوئی خطبہ اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ تم میرے بندے ہو اور رسول ہونے کو گواہی نہ دیں، اور تمہاری امت میں ایسے لوگ پیدا کیے جو قرآن کے حافظ ہوں گے۔ میں نے تمہیں سب سے پہلے پیدا کیا لیکن سب سے آخر میں نبی بنایا۔ قیامت میں سب سے پہلے تم شفاعت کروگے۔ اور میں نے دوسرے انبیاء کو شریک کیے بغیر تمہیں سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیات عطا کیں۔ اور تمہیں کوثر، اسلام، ہجرت، جہاد، نماز، صدقہ، رمضان کے روزے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر عطا کیے اور تمہیں کو فاتح اور خاتم النبیین بنایا۔

(سنن ابو جعفر قال ابن کثیر انہ ضعیف فی الحفظ)

یہاں چند فوائد قابل ذکر ہیں:

فائدہ: بعض صحابہ کی رائے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ وہ کہتے ہیں قرآن شریف میں ہے "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" (آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں)۔ لیکن جب احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتیں کہ دیکھنے والا اللہ تعالیٰ کی مکمل معرفت حاصل کرسکے اور اس کا احاطہ کرسکے ایسا ممکن نہیں ہے۔

اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ میں نے نور دیکھا اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنا نور دیکھا جو دیدار سے مانع نہیں تھا۔ تاہم آخرت میں نورِ خداوندی کی اس طرح زیارت ہوگی کہ اس سے زیادہ زیارت کسی انسان کی استطاعت سے باہر ہوگی۔

فائدہ: سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں اور معراج مکہ

میں ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معراج میں ان آیات کے نزول کا وعدہ کیا گیا ہوگا اور مدینہ میں یہ وعدہ پورا کر دیا گیا ہے۔

فائدہ: پانچ نمازیں ملنے کا مطلب یہ ہے کہ آخر میں پانچ رہ گئیں۔ ظاہراً یہ ساری گفتگو اللہ تعالیٰ کی زیارت کے وقت ہوئی۔ جیسا کہ انیسویں واقعہ سے ثابت ہے کہ نمازیں مقام صریف الاقلام کے بعد فرض ہوئیں۔ اگرچہ ممکن ہے کہ نمازیں مقام صریف الاقلام پر فرض ہوئی ہوں۔ فرضیت نماز کے ساتھ ساتھ باقی مکالمات بھی اس وقت ہوئے ہوں گے کیوں کہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام مکالمات ایک ہی وقت ہوئے ہیں۔

فائدہ: حدیث میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قول مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو دیدار اور حضرت موسی علیہ السلام کو اپنے ساتھ گفتگو کا شرف عطا فرمایا۔ جس سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی اور رسول اللہ ﷺ کو دیدار کا شرف عطا فرمایا۔ لیکن اس حدیث کا اصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بار بار گفتگو فرمائی جبکہ حضور ﷺ کے ساتھ صرف ایک مرتبہ گفتگو فرمائی۔

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ خلت (خاص دوستی) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اور دیدار رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خاص خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہے یہ مطلب نہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے لیے خلت نہیں ہے۔

فائدہ: حدیث مبارکہ میں جو یہ مذکور ہے کہ نیکی کے ارادے سے نیکی لکھی جاتی ہے اور گناہ کے ارادے سے گناہ نہیں لکھا جاتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر گناہ کا پختہ ارادہ نہ ہو بلکہ محض تمنا کے درجہ میں ہو تو گناہ نہیں لکھا جاتا۔ ہاں اگر گناہ کا پختہ ارادہ کر لیں تو گناہ لکھا جائے گا کیوں کہ گناہ کا پختہ ارادہ بھی ایک برا عمل ہے اور برے عمل پر گناہ لکھا جاتا ہے۔ یعنی اگر نیکی کی تمنا کو ختم کرنے کا ارادہ نہ ہو تو نیکی لکھی جاتی ہے اور گناہ کی تمنا کو ختم کرنے کا ارادہ نہ ہو تو گناہ نہیں لکھا جاتا۔

بائیسواں واقعہ

"اوپر کے آسمانوں سے نیچے کے آسمانوں کی طرف واپسی"

بخاری میں بیت المعمور کی سیر اور شراب، دودھ اور شہد کے برتن پیش ہونے کے بعد مذکور ہے۔ پھر مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ میں واپس لوٹا۔ واپسی کے دوران میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہوا۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ہوا؟ میں نے کہا: دن رات میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا۔ انہوں نے فرمایا: آپ کی اُمت سے دن رات میں پچاس نمازیں بالکل بھی نہیں پڑھی جائیں گی۔ واللہ! میں آپ سے پہلے بنی اسرائیل پر اس بات کا تجربہ کرچکا ہوں۔ اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور اپنی امت کے لیے آسانی کی درخواست کیجئے۔ میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کردیں۔ میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہوں نے پھر اسی طرح کہا۔ میں پھر لوٹا تو دس اور کم کردی گئیں۔ میں پھر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آیا۔ انہوں نے پھر اسی طرح کہا۔ میں پھر لوٹا تو دس نمازیں اور کم کردی گئیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہوں نے پھر اسی طرح کہا۔ میں پھر لوٹا۔ پھر دس اور کم کردی گئیں میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ انہوں نے پھر اس طرح کہا۔ میں پھر لوٹا، اب دن رات میں مجھے پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ کی امت (یعنی ساری امت) روزانہ پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکے گی اور میں آپ سے پہلے لوگوں پر اس بات کا تجربہ کرچکا ہوں۔ آپ اپنے رب کے پاس جائیے اور اپنے لیے اور آسانی مانگیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی، اب مجھے شرم آتی ہے (اگرچہ پھر بھی عرض کرنا ممکن تھا) لیکن اب میں انہی پانچ نمازوں پر راضی ہوں اور انہیں قبول کرتا ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: جب میں وہاں سے آگے بڑھا تو ایک پکارنے والے نے (حق تعالیٰ کی جانب سے) پکارا: میں نے اپنا فرض جاری کردیا اور اپنے بندوں کے لیے آسانی کردی۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ پانچ پانچ نمازیں کم ہوئیں۔ اور اس کے آخر میں ہے کہ اے محمد (ﷺ)! رات دن میں یہ پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز دس کے برابر

ہے۔اس طرح یہ پانچ نمازیں گویا پچاس ہی ہیں (یعنی ثواب پچاس نمازوں کا ملے گا)

اور نسائی میں ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: میں نے جس دن آسمان زمین پیدا کیا (اسی دن) آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ پس آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت اس کی پابندی کرے۔اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی مذکور ہے "بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض ہوئی تھیں مگر ان سے (وہ بھی) نہ ہو سکیں" اور اس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ یہ پانچ نمازیں پچاس کے برابر ہیں تو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت اس کی پابندی کریں۔آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکی بات ہے۔ میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انھوں نے کہا کہ پھر جایئے اور نمازیں کم کرایئے، مگر میں نہیں گیا۔ بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ جب کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں تو ارشاد یہ ہوا: یہ پانچ ہیں لیکن ثواب میں پچاس کے برابر ہیں۔ میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی (یعنی پچاس کا اجر مقدر تھا۔اس میں تبدیلی اور کمی نہیں ہوئی البتہ تعداد کم ہو کر پانچ رہ گئی۔

(کذافی المشکوٰۃ)

نمازوں کی فرضیت کے بعد واپس آنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ کی واپسی فوراً ہوئی بلکہ درمیان میں زیارت اور مکالمہ وغیرہ ہوا پھر واپسی ہوئی۔ اور دس دس کم ہونے کا مطلب ہے کہ دو دو بار دس کی کمی ہوئی، یہ مطلب نہیں کہ ہر بار دس کی کمی ہوئی۔اس طرح اس حدیث مبارک کا پانچ پانچ والی حدیث مبارک سے تعارض ختم ہو جاتا ہے۔

حدیث مبارک سے آپ ﷺ کے شرما جانے اور مزید کمی کی درخواست نہ کرنے کی وجہ بھی معلوم ہوئی کہ آپ ﷺ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد مبارک "یہ پانچ نمازیں ہیں لیکن پچاس کے برابر ہیں۔ میرے ہاں بات تبدیل نہیں ہوتی" سے یہی سمجھے کہ حق تعالیٰ کی رضا یہی ہے۔ورنہ اگر نمازیں اور بھی کم ہو جائیں تو ثواب پھر بھی کم نہ ہوتا بلکہ پچاس کے برابر ہی رہتا۔ باقی پانچ نمازوں کو پچاس کے برابر فرمانے کا یہ مطلب نہیں کہ پانچ سے کم نمازیں پچاس کے برابر نہیں بن سکتیں بلکہ مطلب صرف یہ تھا کہ پانچ کا عدد پچاس سے کم فضیلت نہیں رکھتا۔

تیئواں واقعہ

"آسمانوں سے زمین کی طرف واپسی"

حضرت اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کا سفر معراج ہوا تو آپ ﷺ میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی اور سو گئے، ہم بھی سو گئے۔جب فجر سے پہلے کا وقت ہوا تو ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جگایا۔جب آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اُمّ ہانی! میں نے تم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی جیسا کہ تم نے دیکھا، پھر میں بیت المقدس پہنچا اور وہاں نماز پڑھی۔پھر اب صبح کی نماز میں نے تمہارے ساتھ پڑھی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔پھر آپ ﷺ باہر جانے کے لیے اٹھے تو میں نے آپ ﷺ کی چادر کا پلو پکڑ لیا اور عرض کیا ! یارسول اللہ! آپ لوگوں سے یہ قصہ نہ بیان کریں وہ آپ کو جھٹلائیں گے اور تکلیف دیں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا: واللہ! میں ان سے یہ قصہ ضرور بیان کروں گا۔(آپ ﷺ کا اصرار سن کر) میں نے اپنی ایک حبشی لونڈی سے کہا کہ وہ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے جائے اور آکر مجھے بتائے کہ آپ ﷺ نے لوگوں سے کیا کہا اور لوگوں نے آپ ﷺ سے کیا کہا۔

جب آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے اور لوگوں کو قصہ سنایا۔انہوں نے تعجب کیا اور کہا: محمد! اس کی کوئی نشانی بھی ہے (جس سے ہمیں یقین آئے) کیوں کہ ہم نے آج تک ایسی بات کبھی نہیں سنی۔آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی نشانی یہ ہے کہ جب میں فلاں وادی میں فلاں قبیلہ کے قافلہ کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا، اس اونٹ کے بارے میں میں نے انہیں بتایا۔اس وقت میں شام کی طرف جارہا تھا۔(یعنی سفر معراج کا آغاز تھا) پھر میں واپس آیا اور جب ضجنان میں فلاں قبیلہ کے قافلہ کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ لوگ سو رہے تھے۔ان کے ایک برتن میں پانی تھا۔انہوں نے اس کو ڈھانپ رکھا تھا۔میں نے ڈھکن اتار کر پانی پیا پھر اسی طرح برتن ڈھانپ دیا۔اس کی نشانی یہ بھی ہے کہ وہ قافلہ اب بیضاء سے ثنیۃ التنعیم کی طرف آرہا ہے، سب سے آگے ایک خاکی رنگ کا اونٹ ہے اس پر دو بورے لدے ہوئے ہیں ایک کالا اور

دوسرا دھاری دار۔ لوگ ثنیۃ التنعیم کی طرف دوڑے تو سب سے آگے وہی اونٹ تھا جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ اور جب دوسرے قافلہ والوں نے ان کے مکہ آنے کے بعد پوچھا (جن کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان کا اونٹ بھاگ گیا ہے تو انھوں نے کہا: محمد (ﷺ) نے واقعی صحیح فرمایا۔ اس وادی میں ہمارا اونٹ بھاگ گیا تھا۔ ہم نے ایک شخص کی آواز سنی جو ہمیں اونٹ کے بارے میں بتا رہا تھا یہاں تک کہ ہم نے اونٹ کو پکڑ لیا۔

(سیرۃ ابن ہشام)

بیہقی کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ ﷺ سے نشانی کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے ان کو بدھ کے دن قافلہ آنے کی خبر دی۔ جب بدھ کا دن آیا تو قافلہ نہ پہنچا یہاں تک کہ سورج غروب کے قریب پہنچ گیا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تو سورج غروب نہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ قافلہ پہنچ گیا۔

فائدہ: ان روایات سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ عشاء اور فجر کے درمیان معراج کا مکمل سفر ختم ہو گیا۔ اور عشاء کی نماز گو اس وقت فرض نہ تھی، مگر آپ ﷺ پڑھا کرتے ہوں گے۔ اور دوسرے مسلمان بھی آپ ﷺ کے ساتھ پڑھ لیتے ہوں گے۔ فجر کی یہ نماز اگرچہ معراج کے بعد تھی مگر احادیث سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی پہلی امامت ظہر کی نماز کے وقت ثابت ہوتی ہے تو غالباً نماز کی فرضیت کی ابتداء ظہر کے وقت سے ہوگی۔ بیت المقدس میں جو نماز پڑھی اس کے متعلق بعض روایات میں آیا ہے حانت الصلوٰۃ اس سے عشاء کی نماز مراد لینا مشکل ہے۔ کیوں کہ نمازِ عشاء آپ ﷺ پڑھ چکے تھے تو غالباً یہ تہجد کی نماز ہوگی۔ جو آپ ﷺ پر ایک زمانہ تک فرائض کی طرح ضروری رہی۔ اور اذان اسی تہجد کے لیے دی گئی ہوگی جیسا کہ رمضان المبارک میں تہجد کے لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان ثابت ہے۔

۲۔ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ معراج جسمانی تھی ورنہ لوگ اسے نہ جھٹلاتے۔ اس طرح اگر معراج روحانی ہوتی تو آپ ﷺ فرما دیتے کہ یہ معراج جسمانی نہیں ہے بلکہ روحانی اور نیند کی حالت میں ہے کہ نیند کی حالت میں اس طرح کا خواب دیکھنا کوئی خلافِ عقل نہیں۔

۳۔ سیرۃ ابن ہشام میں جن قافلوں کا ذکر ہے بہ ظاہر وہ دونوں الگ الگ ہیں۔ اور بیہقی کی روایت میں جس قافلہ کا ذکر ہے کہ وہ آیا نہ تھا، یہ الگ قافلہ معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ ان دونوں میں سے ایک قافلہ مکہ پہنچ گیا تھا، اور دوسرا تنعیم کے مقام پر ملا، اور تیسرے کے متعلق یہ ہے کہ وہ شام تک نہ آیا تھا اور اس کے آنے تک سورج رُک گیا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان دونوں کے علاوہ تیسرا قافلہ تھا۔ مواہب میں بغیر سند کے دونوں قصے (یعنی اونٹ کے بھاگنے اور خاکی اونٹ کے آگے چلنے کے) ایک ہی قافلہ کی طرف منسوب ہیں تو غالباً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں قافلے ایک ہی قافلہ کے تین ٹکڑے ہیں۔ یہ دونوں قصے دو جماعتوں کے ساتھ ہوئے۔ اور وقت پر نہ آنے اور سورج کے رُک جانے کا واقعہ تیسری جماعت کے ساتھ ہوا۔ کیوں کہ یہ سب ایک ہی قافلہ کے مختلف ٹکڑے ہیں۔ اس لیے دونوں کو ایک قافلے کی طرف منسوب کرنا بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ سورج رُک جانے میں کوئی اشکال نہیں اس لیے کہ انکار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اور سورج رُک جانے کا عام چرچا اس لیے نہیں ہوا کہ سورج تھوڑی دیر کے لیے رُکا ہوگا اور کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی ہو گی۔

اور یہ بات مجھے تلاش کرنے کے باوجود نہ ملی کہ آپ ﷺ کی واپسی براق پر ہوئی تھی یا کسی اور طرح ہوئی تھی؟ اگر کسی کو معلوم ہو جائے تو اس جگہ حاشیہ کا نشان بنا کر اس میں اضافہ کر دے۔

چوبیسواں واقعہ

”معراج کا قصہ سننے والوں پر اس کا اثر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ راتوں رات مسجد اقصیٰ گئے تو صبح آں حضرت ﷺ نے لوگوں سے اس کا تذکرہ فرمایا۔ یہ سن کر بعض مسلمان مرتد ہو گئے اور بعض مشرکین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس دوڑے گئے اور کہنے لگے: اپنے دوست کی بھی کچھ خبر ہے؟ کہتے ہیں کہ مجھے راتوں رات بیت المقدس لے جایا گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا وہ ایسا کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے فرمایا: اگر وہ کہتے ہیں تو ٹھیک کہتے ہیں۔ لوگ کہنے لگے: کیا تم اس بات کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ

راتوں رات بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے واپس بھی چلے آئے؟ (حالانکہ بیت المقدس کس قدر دور ہے) انہوں نے فرمایا: ہاں! میں تو اس سے زیادہ دور کی بات میں ان کی تصدیق کرتا ہوں؟ یعنی آسمان کی خبر کے بارے میں جو ان کے پاس صبح، شام آتی ہے (جو اس سے بھی کم وقت میں آں حضرت ﷺ کے پاس آتی ہے) اسی لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام ''صدیق'' رکھا گیا۔

(رواہ الحاکم وابن اسحاق)

فائدہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معراج بیداری کی حالت میں جسم کے ساتھ ہوئی۔ ورنہ اگر آپ ﷺ یہ دعویٰ فرماتے کہ نیند کی حالت میں ایسا ہوا تو بعض لوگ مرتد نہ ہوتے۔

پچیسواں واقعہ

''واقعہ معراج کے بارے میں کفار کے سوالات اور آپ ﷺ کے جوابات:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حطیم میں تھا کہ قریش نے مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کئی باتیں پوچھیں، جنہیں میں نے (ضرورت نہ سمجھنے کی وجہ سے) ذہن میں نہیں رکھا تھا تو مجھے اس قدر افسوس ہوا کہ اتنا افسوس کبھی نہ ہوا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے ظاہر کر دیا۔ جو بات وہ مجھ سے پوچھتے تھے میں بیت المقدس کو دیکھ کر بتا دیتا تھا۔

(مشکوۃ عن المسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بیت المقدس کو میرے سامنے لایا گیا۔ میں اسے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ بیت المقدس کو عقیل کے گھر کے پاس لا کر رکھ دیا گیا۔ اور میں نے اسے دیکھ کر ساری بات بیان کی۔

(رواہ احمد وبزاز)

حضرت ام ہانی سے روایت ہے کہ بیت المقدس تصویر کی شکل میں میرے سامنے آگیا۔ اور میں لوگوں کو اس کی بہت سی نشانیاں بتلا رہا تھا۔ اور حضرت اُم ہانی کی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ لوگوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ مسجد کے کتنے دروازے

ہیں ؟آپ ﷺ نے فرمایا : میں نے ان کو (غیر ضروری ہونے کی وجہ سے) گنا نہ تھا۔ بس میں نے بیت المقدس کو دیکھ کر ایک ایک دروازہ شمار کرکے انہیں بتادیا۔ (ابن سعد) یہ پوچھنے والے جبیر بن مطعم کے والد مطعم بن عدی تھے۔

فائدہ: اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سفر بیداری کی حالت میں جسم کے ساتھ ہوا تھا۔ ورنہ یہ اعتراض ہی نہ ہوتا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے بیت المقدس کے متعلق سوال کیا کہ آپ بیان فرمایئے کیوں کہ میں نے اسے دیکھا ہوا ہے۔ آپ ﷺ بیان فرماتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی تصدیق کرتے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر ! تم صدیق ہو۔

(سیرۃ ابن ہشام)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوچھنے میں کوئی حرج نہیں تھا کیوں کہ ان کا پوچھنا شک کی بناء یا امتحان کے لیے نہیں تھا۔ بلکہ اس لیے تھا کہ کفار سن لیں (اور انہیں یقین آجائے کہ سرکارِ دوعالم غلط نہیں کہہ رہے) اور کفار کو حضرت ابوبکر پر اعتماد تھا کیوں کہ حضرت ابوبکر نے بیت المقدس کو دیکھا ہوا تھا۔ اور یہ بھی اطمینان تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غلط بات کی تصدیق نہیں کریں گے۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور کفار کے سوالات ہوسکتا ہے کہ ایک ہی مجلس میں ہوں کہ کفار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہہ رہے ہوں اور وہ آپ ﷺ سے پوچھ رہے ہوں یا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کفار سے کہہ رہے ہوں اور وہ آپ ﷺ سے پوچھ رہے ہوں۔

اور بیت المقدس کا اپنی جگہ پر رہ کر نظر آنا یا دار عقیل کے پاس آکر رکھا جانا یا اس کی تصویر کا سامنے آجانا۔ ان روایت کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی تصویر کو سامنے کردیا اور تصویر دار عقیل کے پاس نظر آئی۔ کیوں کہ بیت المقدس کی تصویر بالکل بیت المقدس ہی جیسی تھی اس لیے بعض روایات میں فرمایا کہ بیت المقدس کو رکھا۔ اب یہ اشکال بھی ختم ہوگیا کہ اگر بیت المقدس یہاں آتا تو اپنی جگہ سے اتنی دیر غائب ہوتا اور ایسی عجیب بات تاریخ میں ضرور منقول ہوتی۔

واقعہ معراج سے متعلق بعض فوائد

چوں کہ یہ نہایت عظیم الشان واقعہ ہے اس لیے دوسری فصلوں کے برخلاف (کہ ان کے فوائد کو حواشی میں لکھا گیا ہے جیسا کہ رسالہ کے مقدمہ میں مذکور ہے) اس واقعہ کے بعض فوائد کو بھی متن میں مختصر طور پر تحریر کیا جارہا ہے یہ فوائد دو قسم کے ہیں ایک فوائد حُکمیہ، دوسرے فوائد حِکمیہ۔

قسم اول فوائد حُکمیہ

ا۔ احادیث معراج میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد کو مرد کے سینہ کی طرف دیکھنا درست ہے۔ گو فرشتے مرد اور عورت ہونے سے پاک ہیں مگر ان کا ذکر شریعت میں مذکر کے صیغہ سے آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ استدلال درست ہے۔

۲۔ براق کو وہاں پہنچ کر حلقہ سے باندھ دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امور میں احتیاط کرنا اور اسباب اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ جب کہ بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہی ہو، اسباب پر نہ ہو۔

۳۔ جب حضرت جبرئیل امین علیہ السلام سے آسمان کے دروازے پر پوچھا گیا کہ کون ہے؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب میں اپنا نام بتایا کہ جبرئیل ہوں۔ یوں نہیں کہا کہ ''میں ہوں'' اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح پوچھنے والے کے جواب میں بہتر یہی ہے کہ نام لے۔ کیوں کہ صرف ''میں'' کہنا اکثر اوقات پہچاننے کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں آں حضرت ﷺ نے اس کو منع بھی فرمایا ہے۔

۴۔ اور اس بات سے اجازت طلب کرنے کا مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کے گھر میں خواہ وہ مردانہ حصہ ہو بلا اجازت داخل نہ ہونا چاہیے۔

۵۔ حضرت ابرہیم علیہ السلام بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قبلہ سے ٹیک لگانا اور قبلہ کی طرف پشت پھیر کر بیٹھنا جائز ہے۔ اگرچہ ہمارے لیے ادب یہی ہے کہ بلا ضرورت ایسا نہ کریں۔

۶۔ حضرت آدم علیہ السلام دائیں طرف دیکھ کر ہنستے تھے اور بائیں طرف دیکھ کر

روتے تھے۔اس سے اولاد پر والد کی شفقت ثابت ہوتی ہے کہ والد اولاد کی خوش حالی پر خوش اور بد حالی پر غمگین ہوتا ہے۔

۷۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ کہہ کر روئے کہ ان کی امت کے لوگ آپ ﷺ کی اُمّت کے لوگوں سے کم جنت میں جائیں گے۔چوں کہ یہ رونا اپنی امت پر حسرت اور آں حضرت ﷺ کی امت پر غبطہ (رشک) کے طور پر تھا۔لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ آخرت کے امور میں غبطہ جائز بلکہ قابل تحسین ہے۔غبطہ کہتے ہیں کہ دوسرے کی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کی جائے کہ اے کاش میرے پاس بھی یہ نعمت ہوتی۔ لیکن دوسرے کے پاس سے نعمت چلے جانے کی تمنا نہ کرے ورنہ یہ حسد ہے جو کہ حرام ہے۔

(یہ فوائد امام نووی شارح مسلم نے لکھے ہیں۔ان کے علاوہ کچھ اور فوائد بھی میرے ذہن میں آئے ہیں وہ بھی لکھے جاتے ہیں۔)

۸۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی سواری کی رکاب پکڑی اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے لگام تھامی۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ سوار اگر کسی مصلحت کی خاطر اپنے خدام سے ایسا کام لے یا کوئی محبت کرنے والا صرف اکرام و محبت سے یہ کام کرے تو اس کا قبول کر لینا جائز ہے۔البتہ یہ بات تکبر کے لیے نہ ہو۔

۹۔آپ ﷺ نے بعض برکت کی جگہوں پر نماز پڑھی۔اس سے معلوم ہوا کہ بابرکت جگہوں پر نماز پڑھنا موجب برکت ہے، بشرطیکہ اس مقام سے کسی مخلوق کی تعظیم مقصود نہ ہو۔خوب سمجھ لو! نازک بات ہے۔

۱۰۔ راستے میں آپ ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا، جیسا کہ آٹھویں باب میں گزرا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر سوار گزرتے ہوئے کسی بیٹھنے اور چلنے والے کو نہ دیکھنے کی وجہ سے سلام نہ کرسکے تو بیٹھے ہوئے اور پیدل چلنے والے کے لیے افضل ہے کہ سوار کو سلام کرے۔

۱۱۔آپ ﷺ نے بعض اعمال پر لوگوں کو ثواب ملتے ہوئے اور بعض کو سزا ملتے ہوئے دیکھا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اچھے اعمال کو اختیار کرنا چاہیے اور ان

برے اعمال سے بچنا چاہیے۔

۱۲۔ آپ ﷺ نے بیت المقدس میں داخل ہو کر نماز پڑھی اس سے تحیۃ المسجد کا مسنون ہونا ثابت ہوا۔

۱۳۔ آپ ﷺ بیت المقدس میں امام بنائے گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قوم میں بہتر آدمی کی امامت افضل ہے۔

۱۴۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس میں اپنے فضائل کا خطبہ پڑھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کو شکر ادا کرنے اور نعمت بیان کرنے کے لیے ذکر کرے تو پسندیدہ ہے۔

۱۵۔ آپ ﷺ کو پیاس لگی تو کئی قسم کے مشروبات آپ ﷺ کے سامنے حاضر کیے گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مہمان کے لیے کھانے پینے میں وسعت کرنا جائز ہے۔

۱۶۔ اگر ان مشروبات کے پیش کرنے کا مقصد امتحان تھا تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دین میں امتحان لینا جائز ہے۔

۱۷۔ فرشتے آپ ﷺ کو دونوں طرف گھیرے ہوئے تھے جیسا کہ دسویں واقعہ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر اکرام کے لیے خادم دونوں طرف گھیرے ہوں تو جائز ہے۔

۱۸۔ جب آپ ﷺ آسمان پر پہنچے تو فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو مرحبا کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کے آنے پر اس کا اکرام اور خوشی کا اظہار ہونا چاہیے۔

۱۹۔ آپ ﷺ نے آسمانوں میں خود انبیا علیہم السلام کو سلام کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے۔ اگرچہ آنے والا افضل ہو۔

۲۰۔ آپ ﷺ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے فضائل ذکر کر کے اپنے لیے دُعا فرمائی۔ اس سے مقام قرب میں پہنچ کر بھی دُعا کی فضیلت معلوم ہوئی۔

۲۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کو مشورہ دیا کہ نماز کی تعداد میں کمی

کی درخواست کیجیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک مشورہ دینا چاہیے اور خیر خواہی کرنی چاہیے، گو جس کو مشورہ دیا جائے وہ اپنے سے رتبہ میں بڑا ہی کیوں نہ ہو۔

۲۲۔ آپ ﷺ نے نماز میں کمی کی درخواست کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مفید مشورہ قبول کرلینا اچھی بات ہے۔

۲۳۔ حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اس قصہ کو لوگوں سے بیان نہ فرمائیں۔ جیسا کہ واقعہ ۲۳ میں مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس بات کے اظہار سے فتنہ پیدا ہوسکتا ہو، اس کو ظاہر نہ کیا جائے۔

۲۴۔ پھر آپ ﷺ کے جواب سے معلوم ہوا کہ جو کام دین میں ضروری نہ ہو اس کو تو ظاہر نہ کیا جائے اور ضروری کام میں فتنہ کی پرواہ نہ کی جائے۔

۲۵۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے بیت المقدس کے حالات پوچھے۔ جس سے غرض یہ تھی کہ میری تصدیق کرنے سے کفار اعتبار کرلیں گے جیسا کہ واقعہ ۲۵ میں مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل حق واہل باطل کے درمیان بات چیت کے وقت اس انداز سے حق کی تائید میں گفتگو کرنا، جس سے بہ ظاہر مخالف ہونے کا شبہ ہو، جائز ہے۔ یہ کل پچیس فوائد ہیں۔

قسم ثانی فوائد حِکمیہ

یہ بھی پچیس فوائد ہیں۔ ان فوائد کو ہم نے ”تفسیر سورۃ الاسراء“ کا نام دیا ہے۔ یہ تفسیر ہم بیان القرآن سے نقل کررہے ہیں۔

تفسیر آیۃ الاسراء

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ

”پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے (محمد ﷺ) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک (عجیب طرح) لے گئی۔ جس کے آس پاس (ملک شام) کو ہم نے (دینی اور دنیوی لحاظ سے) بابرکت بنایا ہے۔ (دینی برکت یہ ہے کہ وہاں بہت

زیادہ انبیاء کرام علیہم السلام مدفون ہیں۔ اور دنیوی برکت یہ ہے کہ وہاں درخت، نہریں اور پھل پھول بہت زیادہ ہیں)۔ تاکہ ہم اس بندے کو اپنی قدرت کے عجائبات دکھائیں۔ (جن عجائبات میں سے کچھ تو یہ ہیں کہ اتنی تھوڑی سی دیر میں اتنا لمبا فاصلہ طے کرایا گیا، تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کی اور ان سے گفتگو کی۔ اور کچھ عجائبات کا مسجد اقصیٰ کے بعد کے سفر سے تعلق ہے جیسے آسمان پر جانا اور وہاں کے بہت عجیب حالات دیکھنا وغیرہ)۔

بے شک اللہ تعالیٰ بہت سننے اور بڑے دیکھنے والے ہیں۔ (کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی باتوں کو بھی سنتے اور ان کے حالات کو دیکھتے ہیں۔ اس لیے انہیں ایسی عزّت و مرتبہ اور مقام عطا فرمایا۔)

فائدہ: یہاں چند باتیں ذہن نشین کرنی چاہئیں۔

۱۔ سبحان کا لفظ ہر قسم کی برائی اور کمی سے پاک ہونے اور تعجب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کیوں کہ آپ ﷺ کو اس طرح لے جانا بہت عجیب اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار تھا، اس لیے اس بات کو سبحان سے شروع کرنا مناسب ہوا۔ اسی لیے احقر نے ترجمے میں لفظ ''عجیب طور پر'' کا اضافہ کر دیا۔ صحاح میں ہے کہ یہ جانا براق پر

ہوا تھا جس کی برق رفتاری بھی عجیب تھی۔

۲۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جانے کو اسراء اور آسمانوں پر جانے کو معراج کہتے ہیں۔ کبھی دونوں لفظ اسراء اور معراج مکمل سفر کے لیے بھی بولے جاتے ہیں۔

۳۔ آیت میں **بعبدہ** (اپنے بندے کو) کہنے کے دو فائدے ہیں (ا) یہ کہ آپ ﷺ کی قربت خداوندی اور عنداللہ مقبولیت کی دلیل ہے۔ (۲) اس عجیب معجزہ کی وجہ سے کوئی آپ کو خدانہ سمجھ بیٹھے۔

۴۔ اگرچہ اسریٰ کا معنی ہوتا ہے رات کو لے جانا۔ لیکن اس کے بعد لیلًا (رات) کو ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رات کے ایک حصہ میں سارا عمل ہوا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اور زیادہ اظہار ہو۔ صاحب روح المعانی نے علامہ عبدالقاہر، امام سیبویہ اور امام ابن مالک سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

۵۔ مسجد حرام مکہ کو بھی کہتے ہیں اور مسجد حرام کو بھی۔ یہاں دونوں معنی صحیح ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ ﷺ اس وقت حطیم میں تشریف رکھتے تھے۔ (تو اس وقت مراد مسجد حرام ہوئی) اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ ﷺ حضرت اُمّ ہانی کے گھر میں تھے (تو اس وقت مراد مکہ ہوا۔) دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ آں حضرت ﷺ حضرت ام ہانی کے گھر ہوں۔ وہاں سے پہلے حطیم آئے ہوں اور پھر آگے سفر پر تشریف لے گئے ہوں۔

۶۔ مسجد اقصیٰ کا نام مسجد اقصیٰ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اقصیٰ کے معنی عربی میں ''بہت دور'' ہیں کیوں کہ مسجد اقصیٰ مکہ سے بہت دور ہے۔ اس لیے اس کا نام مسجد اقصیٰ رکھا گیا۔

۷۔ اگرچہ آپ ﷺ کو لے جائے بغیر یہ تمام عجائبات آپ ﷺ کو دکھائے جا سکتے تھے لیکن آپ ﷺ کو لے جانے اور سفر کرانے میں زیادہ اکرام اور اظہار شان ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کو سفر کرایا گیا۔

۸۔ رات کو لے جانے میں یہ حکمت ہے کہ رات کا وقت خاص تنہائی کا وقت ہے۔ رات کے وقت بلانا زیادہ خصوصیت کی نشانی ہے۔

۹۔ مسجد اقصی سے مراد صرف اقصی کی زمین ہے۔ کیوں کہ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ کے درمیانی زمانہ میں مسجد کی عمارت منہدم کردی گئی تھی۔ جیساکہ بعد والی آیات وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ کی تفسیر (بیان القرآن) میں مذکور ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ جب مسجد نہیں تھی تو وہاں لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد تو اصل زمین ہی ہوتی ہے مسجد کی عمارت توتبعًا مسجد ہوتی ہے۔ اس مسجد سے مسجد کی زمین ہی مراد لی گئی ہے۔

دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ کفار نے جو آپ ﷺ سے مسجد کے بارے میں سوالات کیے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جوابات دیے توجب مسجد نہیں تھی تو ان سوالات وجوابات کا کیا مطلب؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گری ہوئی عمارت ہی کی ہیئت وصورت کے بارے میں سوال کیا ہوگا۔ یا مسجد اقصی کی زمین کے آس پاس لوگوں نے مسجد اقصیٰ کے نام سے عمارتیں بنالی ہوں۔ ممکن ہے ان عمارتوں کے بارے میں سوال کیا ہو۔

۱۰۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ جملہ الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ (ہم نے اس کے آس پاس کو بابرکت بنایا ہے) مسجد اقصی کی تعریف میں بڑھایا ہے۔ جب آس پاس کا علاقہ باوجود مسجد نہ ہونے کے بابرکت تھا تو مسجد کتنی زیادہ بابرکت ہوگی۔ مسجد اقصیٰ کے آس پاس دو قسم کی برکتیں ہیں (۱) دینی (۲) دنیوی۔ دینی برکت دنیاوی برکت سے زیادہ ہے۔ اور دینی برکت یہ بھی ہے کہ اکثر انبیاء کرام کی عبادت کا مرکز بیت المقدس رہا ہے۔ دوسری بات یہ کہ مسجد اقصی میں انبیاء کرام نے عبادت کی ہے تو اس سے بھی وہاں دینی برکت خوب ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ وہاں بہت سے انبیائے کرام مدفون ہیں۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جس جگہ حضور ﷺ کا جسد مبارک زمین سے لگا ہوا ہے زمین کا وہ حصہ عرش سے افضل ہے۔ یہ فضیلت جزوی ہے۔

۱۱۔ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا (تاکہ ہم اس کے بندے کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں) کسی چیز کو نشانی کہنا یہ اس کے بڑے ہونے اور عظیم الشان ہونے کی علامت ہے۔ خاص طور پر آسمان میں جو نشانیاں دیکھیں اور انبیا کرام علیہم السلام سے جو ملاقات ہوئی، یہ نشانیاں زمین کی نشانیوں سے افضل ہیں۔ اسی لیے صاحب روح المعانی نے اس

کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا کا مطلب ہے کہ ہم انہیں آسمانوں پر لے جائیں اور اپنی قدرت کے عجائبات دکھائیں۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ آپ ﷺ کو مسجد اقصیٰ سے آگے آسمانوں پر لے جایا گیا۔ آسمان پر لے جانے کو صاف طور پر بیان نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت عجیب بات ہے کہیں کوئی شخص انکار سے کافر نہ ہو جائے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی بندوں پر شفقت کی علامت ہے۔

۱۲۔ مِنْ اٰيٰتِنَا یعنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ تمام نشانیاں نہیں دکھائیں۔ جیسے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے قلم چلنے کی آوازیں سنیں۔ یعنی قلم کو دیکھا نہیں۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی (وہ پاک ذات جو لے گئی)۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں لے گیا۔ تاکہ اور زیادہ عظمت کا اظہار ہو۔

۱۴۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ اللہ تعالیٰ بہت سننے اور بڑے دیکھنے والے ہیں۔ اس سے معراج کے جھٹلانے والوں کو ڈرانا مقصود ہے۔ اس لیے خیال رکھنا اگر تم جھٹلاؤ گے تو ہم تمہیں خوب سزا دیں گے۔

۱۵۔ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا کے بعد اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ فرمایا۔ اس میں اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اگرچہ یہ چیزیں دیکھ لی ہیں لیکن وہ ہم سے علم میں برابر نہیں ہیں۔ کیوں کہ یہ تمام نشانیاں ہم ہی نے انہیں دکھائی ہیں۔ ویسے بھی آپ ﷺ نے کچھ نشانیاں دیکھیں اور ہم تو ہر چیز کو دیکھنے والے اور سننے والے ہیں۔

۱۶۔ ان آیات میں صرف یہ ہے کہ آپ ﷺ مسجد اقصیٰ تک گئے۔ البتہ مسجد اقصیٰ کے اندر جانے کا ذکر احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ کی مسجد کے اندر انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور آپ ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی۔

۱۷۔ اس آیت میں مسجد سے آگے آسمانوں پر جانے کا واضح ذکر نہیں ہے اگرچہ اشارہ موجود ہے۔ اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ سورۃ والنجم کی آیت وَلَقَدْ

رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ۙ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی میں آسمانوں پر جانے کا ذکر موجود ہے۔ سورۃ والنجم میں ہے کہ آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہٰی کے پاس دیکھا ہے تو اس سے معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ سدرۃ المنتہٰی تک گئے تھے۔ اور احادیث مبارکہ میں اتنی واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ انسان اس کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔

۱۸۔ جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک آپ ﷺ کو بیداری کی حالت میں روح و جسم دونوں کے ساتھ معراج کرایا گیا جس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے جتنے اہتمام سے معراج کا قصہ بیان فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک انتہائی عجیب قسم کا واقعہ ہے۔ اگر یہ واقعہ نیند کی حالت میں یا روحانی طور پر ہوتا تو کوئی عجیب بات نہ تھی (نیند میں تو ایسے واقعات عام انسانوں کے ساتھ بھی پیش آ سکتے ہیں)۔

(۲) آیت میں بِعَبْدِهٖ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی بندہ کے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو لے گئے۔ اس کے معنی ایسے ہی ہیں جیسے کہا جاتا ہے فلاں کا غلام آیا تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ غلام جاگنے کی حالت میں آیا۔ اور روح اور جسم دونوں کے ساتھ آیا۔ ہاں اگر اس کے خلاف تصریح ہو تو دوسرا معنی بھی مراد ہو سکتا ہے۔

(۳) اگر یہ واقعہ خواب کی حالت میں یا روحانی طور پر ہوتا تو جب کفار نے معراج کو جھٹلایا تھا یا بیت المقدس اور اپنے قافلوں کے حالات پوچھے تھے (جیسا کہ احادیث میں آیا ہے) تو آپ ﷺ اس وقت بہت آسانی سے جواب دے دیتے کہ میں کب کہہ رہا ہوں کہ یہ واقعہ بیداری کی حالت میں ہوا ہے۔ جو تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔ لیکن آپ ﷺ نے ایسا جواب نہیں دیا بلکہ آپ ﷺ تو بیت المقدس کی کیفیت بیان کرنے کی فکر میں پڑ گئے تھے جیسا کہ احادیث میں ہے۔ اور اس فکر پر اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس آپ ﷺ کے سامنے کر دیا اور آپ ﷺ نے بتا دیا۔

(مسلم)

اشکال: بعض حضرات کو شبہ ہوا کہ قرآن کریم میں ہے وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا یعنی معراج خواب ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ غزوہ بدر یا صلح حدیبیہ کے بارے میں ہے معراج کے بارے میں نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ رؤیا کے معنی جیسے ”خواب“ کے ہیں اسی طرح اس کے معنی بیداری کی حالت رات کو دیکھنے کے بھی ہیں۔ اگر اس آیت کا تعلق معراج کے ساتھ قائم کیا جائے تو یہاں رؤیا رات کو دیکھنے کے معنی میں ہے۔

(روح المعانی)

اشکال: بعض حضرات کو حضرت شریک رضی اللہ عنہ (راوی حدیث) کی حدیث سے شبہ ہو سکتا ہے کہ معراج نیند کی حالت میں ہوا۔ کیوں کہ اس حدیث کے آخر میں ہے **ثم استیقظت** پھر میں بیدار ہو گیا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت شریک کو کسی بھی محدث نے حافظ حدیث شمار نہیں کیا تو ان کا یہ اضافہ چوں کہ محدثین سے ثابت نہیں لہٰذا قابل اعتبار نہیں۔

(روح المعانی)

اشکال: بعض حضرات کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اقوال سے شبہ ہو سکتا ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت تک نکاح میں نہیں آئی تھیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ لہٰذا معلوم نہیں کہ ان حضرات نے یہ قول کسی سے سن کر اختیار کیا یا ان کا اجتہاد تھا۔ یا انہوں نے یہ قول کسی اور واقعہ کے متعلق ارشاد فرمایا۔ جب یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا تو ان کے اقوال سے معراج کو نیند کی حالت میں کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

ویسے بھی علماء نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو معراج کئی مرتبہ ہوا۔ پہلے خواب میں اور پھر بیداری کی حالت میں۔ آپ ﷺ کو پہلے نیند کی حالت میں معراج کرایا گیا تاکہ آپ ﷺ بیداری میں معراج کا باآسانی تحمل کر سکیں۔

۱۹۔اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے بیت المقدس تک جانے کاانکار کرے تو وہ کافر ہے اور اگر آگے آسمانوں پر جانے کاانکار کرے تو بدعتی ہے۔اگر چہ سورۃوالنجم میں تقریباً صراحتاًمذکور ہے کہ آپ ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے لیکن چوں کہ اس میں تاویل ہو سکتی ہے لہٰذااس کا منکر بدعتی ہے،کافر نہیں۔

۲۰۔ علماء کااس میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو شب معراج میں دیکھا تھا یا نہیں۔ دیکھنے اور نہ دیکھنے والی دونوں روایتوں میں تاویل ہو سکتی ہے۔ جن روایات میں دیکھنا آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے دل سے دیکھا ہو۔اور جن روایات میں یہ ہے کہ نہیں دیکھااس کامطلب ہے کہ ہو سکتا ہے کہ خاص دیکھنے کی نفی ہو جس طرح قیامت کے دن جنت میں دیکھیں گے اس طرح نہیں دیکھا۔ جس طرح چشمے کے بغیر بھی دیکھا جاسکتا ہے لیکن چشمے کے ساتھ زیادہ واضح دیکھا جاسکتا ہے۔ لہٰذااس مسئلہ میں خاموش رہنا چاہیے۔

اشکال: بعض لوگوں کے ذہن میں یہ خیال آسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کاارشاد ہے کہ ہم نے انہیں زمین وآسمان کی نشانیاں دکھائیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ارشاد ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو کچھ نشانیاں دکھائیں۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

جواب: اس کاجواب یہ ہے کہ زمین وآسمان کی جو نشانیاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائی گئیں وہ اللہ تعالیٰ کی ساری نشانیاں تو نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ان کے علاوہ اور بھی نشانیاں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جو کچھ نشانیاں دکھائی ہیں عین ممکن ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھائی جانے والی نشانیوں سے زیادہ ہوں۔

اشکال: بعض حضرات کہہ سکتے ہیں کہ آسمان سے گزرنا ممکن نہیں۔

جواب: اس کاجواب یہ ہے کہ یہ بات غلط ہے اس کی کوئی دلیل ہے تو ذکر کریں۔

اشکال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اتنی جلدی اور تیزی کے ساتھ اتنی دور جانا اور آنا کیسے ممکن ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ بعض ستارے بہت بڑے ہیں لیکن انتہائی تیز

ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بہت تیز حرکت ممکن ہے۔

اشکال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آسمان کے نیچے ہوا بھی نہیں ہے اور گرمی بھی بہت زیادہ ہے۔ انسانی جسم وہاں سلامت نہیں رہ سکتا۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ناممکن نہیں ہے بلکہ ممکن ہے اور جو چیز ممکن ہو اسے قبول کر لینا چاہیے جیسے آگ میں سے ہاتھ تیزی سے گزر جاتا ہے۔

اشکال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آسمان ہے ہی نہیں۔

جواب: اس بات کا جواب یہ ہے کہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

من القصيدة

اَسَرَيْتَ مِنْ حَرَمٍ لَيْلاً إِلٰى حَرَمٍ
كَمَا سَرَى الْبَدْرُ فِىْ دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ
وَبِتَّ تَرْقٰى إِلٰى أَنْ نِّلْتَ مَنْزِلَةً
مِنْ قَابَ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ
وقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا
وَالرُّسُلِ تَقدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ
وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ
فِىْ مَوْكِبٍ كُنْتَ فِيْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ
حَتّٰى إذَا لَمْ تَدَعْ شَأْوًا لِمُسْتَبِقٍ
مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًا لِمُسْتَلِمٍ
خَفَضْتَ كلَّ مَقامٍ بِالإِضَافَةِ إِذْ
نُوْدِيتَ بَالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ
كَيْمَا تَفُوزُ بِوَصْلٍ أَىَّ مُسْتَتَرٍ
عَنِ الْعُيُونِ وسِرٍّ أَىَّ مُكْتَتَمِ

۱۔ آپ ﷺ ایک ہی رات میں ایک حرم شریف (مکہ) سے دوسرے حرم محترم (مسجد اقصیٰ) تک ایسے تشریف لے گئے جیسے چاند تاریکی کے پردہ میں چلتا ہے۔

۲۔ آپ ﷺ قربِ خداوندی میں ترقی کرتے ہوئے قاب قوسین تک جا پہنچے

جہاں تک نہ کوئی پہنچا اور نہ ہی کسی نے بھی اس تک پہنچنے کا ارادہ کیا۔

۳۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس میں تمام انبیاء اور رسولوں کے امام و پیشوا بنے جس طرح مخدوم خادموں کا امام و پیشوا ہوتا ہے۔

۴۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (پرواز کرتے ہوئے) یکے بعد دیگرے سات آسمانوں کو فرشتوں کے ایسے لشکر کے ساتھ طے کرتے جاتے تھے جس سے سردار اور جھنڈا اٹھانے والے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے۔

۵۔ یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام تک پہنچے تو اوروں کے لیے وہاں تک پہنچنے کی صورت اور اتنے بلند مرتبے کے حصول کا موقع نہیں رہا۔

۶۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مقام والے کے مقام سے آگے بڑھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یکتا اور نامور شخص کی طرح ندا دی گئی۔

۷۔ (اور یہ ندا اس لیے) تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ درجہ حاصل ہو جائے جو ابھی تک آنکھوں سے پوشیدہ تھا (اور کوئی مخلوق اس کو دیکھ نہیں سکتی تھی) اور تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ راز معلوم ہو سکے جو ابھی تک پوشیدہ تھا۔

یَـــارَبِّ صَـــلِّ وَسَـــلِّـمْ دَائِـمًـــا اَبَـــدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ
وَلَنَخْتِمِ الْکَلَامِ عَلٰی وَقْعَۃِ الْاَسْرَاءِ
بِالصَّلٰوۃِ عَلٰی سَیِّدِ اَھْلِ الْاِصْطِفَاءِ
وَ اٰلِـہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَھْـلِ الْاِجْتِبَاءِ
وَمَـــا دَامَـــتِ الْاَرْضُ وَالـسَّـمَـاءُ

تیرھویں فصل
ہجرتِ حبشہ

حبشہ کی ہجرت نبوت کے پانچویں سال ہوئی۔اس کی وجہ یہ ہوئی کہ کفار مسلمانوں کو مکہ میں بہت زیادہ تکلیف دیتے تھے،اس وقت آپ ﷺ کی اجازت سے کچھ مسلمانوں نے حبشہ ہجرت کی۔ جہاں کا بادشاہ نجاشی عیسائی تھا۔اس نے مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جس پر قریش کے کافروں کو بہت غصہ آیا۔انہوں نے بہت سے لوگوں کو تحفے اور ہدایا دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو اپنے پاس نہ رکھے اور انہیں حبشہ سے نکال دے۔ان لوگوں نے آکر جب اپنی غرض بیان کی تو نجاشی نے مسلمانوں کو ان لوگوں کے سامنے دربار میں بلا کر ان سے گفتگو کی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم لوگ گمراہ تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بھیجا اور اپنا کلام نازل فرمایا تو ہم راہ راست پر آئے۔ وہ ہمیں اچھے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ نجاشی نے کہا: جو کلام ان پر نازل ہوا ہے کچھ پڑھ کر سناؤ۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کی تلاوت شروع کی تو نجاشی بہت متاثر ہوا۔اس نے مسلمانوں کو تسلی دی کہ تمہیں حبشہ سے نہیں نکالا جائے گا اور قریش کے بھیجے ہوئے لوگوں کو واپس کر دیا۔ (تواریخ حبیب الٰہ)

احادیث میں ہے کہ یہ بادشاہ مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور ان لوگوں تک آپ ﷺ کے ہجرت فرمانے کی خبر پہنچی تو ۳۳ آدمی حبشہ سے لوٹ آئے۔ جن میں سے سات کو تو مکہ میں روک لیا گیا اور باقی حضرات مدینہ پہنچ گئے اور جو حضرات حبشہ رہ گئے تھے انہوں نے غزوہ خیبر کے سال کشتی کے ذریعے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ان لوگوں کو دو ہجرتوں کی وجہ سے اصحاب الہجرتین کہتے ہیں۔

مِنَ الْقَصِیْدَۃِ

وَلَن تَـــرٰی مِنْ وَلِـــیٍّ غَیْرَ مُنْتَصِـرٍ
بِـــہٖ وَلَا مِنْ عَـــدُوٍّ غَیْرَ مُنْعَجِمِ
أَحَـــلَّ أُمَّتَــہٗ فِیْ حِـرْزِ مِلَّتِـــہٖ
کَاللَّیْثِ حَلَّ مَعَ الْأَشْـبَالِ فِی أَجَمِ
کَـمْ جَدَّلَتْ کَـلِمَاتُ اللّٰہِ مِن جَدَلٍ
فِیْہِ وَکَـمْ خَصَمَ الْبُرْہَانُ مِن خَصِمِ
یَـــارَبِّ صَـــلِّ وَسَــلِّـمْ دَائِـمًـــا اَبَـــدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

(۱) اے مخاطب تو ہر گز نہ دیکھے گا کہ آپ ﷺ کے دوست کو آپ ﷺ کی برکت سے مدد نہ پہنچی ہو۔ اور نہ تو دیکھے گا کہ آپ ﷺ کے کسی دشمن کو شکست فاش نہ ہوئی ہو۔

(۲) آپ ﷺ نے اپنی امت کو اپنے دین کے مضبوط و مستحکم قلعے میں اتارا کہ ان پر کوئی قابو نہیں پا سکتا۔ جیسا کہ شیر اپنے بچوں کو لے کر کچھار میں رہتا ہے (کہ کوئی اس کے بچوں کو وہاں تکلیف نہیں پہنچا سکتا)۔

(۳) جس شخص نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ تو قرآن نے کئی مرتبہ اسے ذلیل کیا۔ اور جس شخص نے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا تو کئی مرتبہ آپ ﷺ کی دلیلیں اس پر غالب آئیں (اور وہ مغلوب ہو کر رسوا ہوا۔ جیسے اس موقع پر صحابہ کو غلبہ حاصل ہوا۔ اور قرآن پاک نے نجاشی پر اثر کیا)۔

چودھویں فصل
نبوت کے بعد مکہ کے اہم واقعات

پہلا واقعہ

جب آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کے بارے میں بتایا۔ وہ آپ ﷺ کو ورقہ (راہب) کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے کی تصدیق کی۔ یوں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دولت ایمان سے مشرف ہوئیں۔ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، آزاد جوانوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، لڑکوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور آزاد شدہ غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ ان کے بعد حضرت عثمان، حضرت سعد بن وقاص، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم ایمان لائے اور لوگ روز بروز اسلام میں داخل ہونے لگے۔

دوسرا واقعہ

جب آپ ﷺ پر مندرجہ ذیل آیت مبارکہ نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں) تو آپ ﷺ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر سب لوگوں کو جمع کیا اور شرک کرنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔ اس وقت ابو لہب نے آپ کی شان میں سخت الفاظ کہے۔ سورۃ تبت اسی واقعہ کی وجہ سے نازل ہوئی، جس میں ابو لہب اور اس کی بیوی کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اس کی بیوی بھی آپ ﷺ سے بہت دشمنی رکھتی تھی۔

عتبہ اور عتیبہ ابو لہب کے دو بیٹے تھے۔ آپ ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت

رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما ان دونوں کے نکاح میں تھیں۔ (اس وقت مذہب جدا ہونے کے باوجود نکاح جائز تھا)۔ ابو لہب نے بیٹوں سے کہا: اگر تم محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق نہ دوگے تو میں تم سے قطع تعلق کرلوں گا۔ بیٹوں نے باپ کے کہنے پر عمل کیا۔ عتبہ نے تو ایسی گستاخی کی کہ آپ ﷺ کے سامنے جا کر طلاق دی۔ اس گستاخی پر آپ ﷺ نے بد دعا فرمائی: **اللّٰھم سلط علیہ کلبا من کلابك** (یا اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دیجیے) چناں چہ عتبہ ایک مرتبہ تجارت کے لیے شام جا رہا تھا۔ اس کا راستے میں ایک جگہ ٹھہرنا ہوا۔ وہاں شیر کے حملے کا خطرہ تھا۔ ابو لہب نے بیٹے کی حفاظت کے لیے سامان کا ایک ٹیلہ بنا کر عتبہ کو اس پر سلایا، اور سب کو اس کے آس پاس سلایا۔ رات کو شیر آیا اور عتبہ کو مار کر چلا گیا۔ کافر اس طرح کے واقعات دیکھتے رہے، مگر ان کے دلوں میں ایسی سختی تھی کہ پھر بھی ایمان نہ لاتے تھے۔ یہ سب ابتدائے نبوت کے واقعات ہیں۔

تیسرا واقعہ

جب ہجرت حبشہ ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ مکہ سے نکل کر ''برك الغماد'' تک پہنچے کہ ''قارہ'' قوم کا سردار مالک بن دغنہ ملا۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی پناہ میں مکہ واپس لے آیا۔ اور کفار قریش سے کہا کہ یہ میری امان میں ہیں۔ کفار نے کہا: ہمیں اس شرط پر منظور ہے کہ یہ گھر میں اور گھر سے باہر اونچی آواز میں قرآن نہیں پڑھیں گے۔ حضرت ابو بکر نے کچھ دن ایسا ہی کیا، پھر برداشت نہ ہوسکا اور اونچی آواز سے قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا جسے محلّہ کی عورتیں جمع ہو کر سننے لگیں۔ کفار نے مالک بن دغنہ سے اس بات کا ذکر کیا۔ اس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر آپ وعدہ خلافی کریں گے تو میری پناہ نہ رہے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے خدا کے سوا کسی کی امان اور پناہ نہیں چاہیے۔ یہ سن کر ابن دغنہ اپنی پناہ توڑ کر چلا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے محفوظ رہے۔

چوتھا واقعہ

جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ مسلمان اکثر چھپ کر عبادت کرتے تھے۔ اس وقت تک اہل اسلام کی تعداد انتالیس تک پہنچ چکی تھی۔ (ایک روز)

آپ ﷺ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھے۔اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ابو جہل بن ہشام قریش کے دو بڑے سردار تھے۔آپ ﷺ نے دعا فرمائی: یا اللہ! دین اسلام کو عمر بن الخطاب یا ابو جہل بن ہشام کے اسلام کے ذریعے عزت عطا فرما۔ آپ ﷺ کی دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی۔ دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ یہ سن ٦ نبوی میں ہوا۔

(تواریخ حبیب الہ)

پانچواں واقعہ

آپ ﷺ جب طائف سے واپس تشریف لائے تو کسی کو مطعم بن عدی کے پاس بھیجا اور امان طلب کی۔ مطعم نے امان دی اور آپ ﷺ کے ساتھ مسجد میں آیا۔ آپ ﷺ اس پر مطعم کا شکریہ ادا کیا کرتے تھے۔

(الشمامۃ عن اسد الغابۃ)

مِنَ الْقَصِیْدَۃِ

لَا تَعْجَبَنْ لِحَسُوْدٍ رَاحَ یُنْکِرُہَا
تَجَاہُلاً وَہُوَ عَیْنُ الْحَاذِقِ الْفَہِمِ
قَدْ تُنْکِرُ الْعَیْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَمَدٍ
وَیُنْکِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِن سَقَمٍ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

(۱) اگر کوئی عقل منداور سمجھدار حاسد رسول اللہ ﷺ کی (نبوت) کی نشانیوں کا جان بوجھ کر انکار کرے تو ہر گز تعجب نہ کرو۔

(۲) کیوں کہ کبھی آنکھ کو درد کی وجہ سے روشنی اچھی نہیں لگتی اور کبھی منہ کو بیماری کی وجہ سے میٹھا پانی بھی کڑوا لگتا ہے۔

پندرہویں فصل

ہجرت مدینہ

جب نبوت کے تیرھویں سال دوسری بیعت عقبہ ہوئی تو حضور ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرمادی۔ چناں چہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے چھپ کر مدینہ روانہ ہونا شروع کردیا۔ ایک دن کفار قریش کے سردار ابو جہل وغیرہ خانہ کعبہ کے قریب ایک مکان دارالندوۃ (جس میں کفار جمع ہو کر مشورہ کیا کرتے تھے) میں جمع ہوئے۔ بہت دیر گفتگو کے بعد سب نے آپ ﷺ کے قتل کا فیصلہ کیا۔ اور اس کی ترکیب یہ سوچی کہ قریش کے ہر قبیلہ سے ایک آدمی لیا جائے اور سب جمع ہو کر رات کو معاذاللہ محمد ﷺ کو قتل کردیں۔ چوں کہ بنی ہاشم (آپ ﷺ کے قبیلہ کے لوگ جو آپ ﷺ کے حامی تھے) قریش کے سارے قبائل سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لیے وہ خون بہا (دیت) لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم آسانی سے خون بہادے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس بات کی خبر دے دی اور حکم ہوا کہ آپ ﷺ مدینہ ہجرت کر جائیں۔

آپ ﷺ رات کو اپنے گھر میں تھے، کفار دروازہ مبارک پر آکھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کی امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمائیں اور گھر سے باہر نکل آئے۔ اور (اگرچہ کفار دروازے پر موجود تھے۔ لیکن آپ ﷺ) اللہ تعالیٰ کی شان قدرت سے کسی کو نظر نہ آئے۔ آپ ﷺ گھر سے نکلے اور آپ ﷺ حضرت ابو بکر صدیق کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں اپنے ساتھ لے کر نہایت احتیاط کے ساتھ غار ثور جا چھپے۔ ادھر جب کفار نے آپ ﷺ کے گھر میں داخل ہو کر دیکھا کہ آپ ﷺ نہیں ہیں تو انھوں نے آپ ﷺ کی تلاش شروع کردی اور تلاش کرتے ہوئے غار ثور تک پہنچ گئے۔ آپ ﷺ کے غار میں داخل ہونے کے بعد مکڑی نے غار کے منہ پر جالا بن دیا تھا اور کبوتر کے جوڑے نے غار میں انڈے دے کر سینے شروع کردیے تھے۔ کفار نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے اگر اس میں کوئی آدمی

جاتا تو یہ مکڑی کا جالا ٹوٹ جاتا اور کبوتر جو جنگلی اور وحشی پرندہ ہے وہ اس غار میں نہ ٹھہرتا۔ یہ کہہ کر کفار واپس چلے گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے مکڑی کے جالے اور کبوتر کے انڈے سے وہ کام لے لیا جو ایک لاکھ زرہ پوش جنگجو جوانوں اور مضبوط قلعوں سے بھی نہ ہو سکتا تھا۔ قصیدہ بردہ کے اشعار میں اس طرف اشارہ ہے۔

مِنَ الْقَصِیْدَۃِ

وَمَا حَوَی الْغَارُ مِنْ خَیْرٍ وَّمِنْ کَرَمٍ
وَکُلُّ طَرْفٍ مِّنَ الْکُفَّارِ عَنْہُ عَمِیْ
فَالصِّدْقُ فِی الْغَارِ وَالصِّدِّیقُ لَمْ یَرِمَا
وَھُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ أَرِمِ
ظَنُّوْا الْحَمَامَۃَ وَظَنُّوا الْعَنْکَبُوْتَ عَلٰی
خَیْرِ الْبَرِّیَّۃِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ
وِقَایَۃُ اللّٰہِ أَغْنَتْ عَنْ مُّضَاعَفَۃٍ
مِنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِنَ الْأُطُمِ

(۱) میں اس خیر و کرم کی قسم کھاتا ہوں جو غار ثور میں جمع تھی یعنی آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کفار کی آنکھیں آپ ﷺ (اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کو دیکھنے سے اندھی تھیں۔

(۲) آپ ﷺ جو سراپا صدق ہیں اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ غار ہی میں تھے اور کفار کہتے تھے کہ غار میں کوئی بھی نہیں۔

(۳) انھوں نے سمجھا کہ کبوتر انسان کے پاس انڈے نہیں دے سکتا، اور مکڑی انسان پر جالا نہیں بنا سکتی۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی حفاظت و حمایت نے آپ ﷺ کو دہری زرہ پہننے اور بلند قلعوں میں پناہ لینے سے بے پرواہ کر دیا۔

مدینہ منورہ کی طرف روانگی

آپ ﷺ تین دن تک غار ثور میں رہے۔ حضرت عامر بن فہیرہ جو حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، غار کے قریب ہی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بکریوں کا دودھ پلا جاتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق کے بیٹے حضرت عبداللہ مکہ میں قریش کے پاس جا کر ان کی باتیں سنتے اور رات کو آپ ﷺ کی خدمت میں آکر بیان کر دیتے تھے۔ ایک مشرک عبداللہ بن اریقط کو پہلے ہی رہبری کے لیے نوکر رکھا جا چکا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اونٹنیاں بھی اسی کے حوالہ تھیں۔ تین دن بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے آنے کو کہا تو وہ اونٹنیاں لے کر غار کے پاس آگیا۔ یوں آپ ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ان اونٹنیوں پر سوار ہو کر ساحل کے راستہ سے مدینہ روانہ ہوئے۔ راستے میں بہت سے عجیب و غریب واقعات پیش آئے جنہیں سیرت کی کتابوں (تواریخ حبیب الہ وغیرہ) میں دیکھ لیا جائے۔

ادھر مدینہ کے لوگ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے خیال سے ہر روز استقبال کے لیے مکہ کے راستے پر آتے اور دوپہر کے قریب واپس لوٹ جاتے جس روز آپ ﷺ مدینہ پہنچے اس روز بھی مدینہ کے لوگ (دوپہر تک) انتظار کر کے لوٹ چکے تھے کہ اچانک ایک ٹیلے کے اوپر سے ایک یہودی نے آپ ﷺ کی سواری دیکھی اور چلا کر کہا **یا معاشر العرب هذا جدكم** اے عرب! تمہاری خوش نصیبی کا سامان آگیا۔ یہ سنتے ہی مدینہ منورہ کے لوگ آپ ﷺ کے استقبال کے لیے واپس لوٹے اور آپ ﷺ کو ساتھ لے کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ اس دن اہل مدینہ کی خوشی کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں شوق میں یہ نظم پڑھتی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ
اَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِيْنَا
جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

(۱) ثنیات وداع کی گھاٹی سے چودھویں رات کا چاند ہم پر طلوع ہوا۔

(۲) جب تک اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرنے والا باقی رہے گا، ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔

(۳) اے ہماری طرف بھیجے گئے نبی! آپ (ﷺ) ایسا حکم لے کر آئے ہیں جس کی اطاعت ضروری ہے۔

’’ثنیات الوداع‘‘ کے معنی ہیں ’’رخصت کی گھاٹی‘‘ جو مسافر مکہ کی طرف جاتا تھا تو مدینہ والے اس کو رخصت کرنے کے لیے ان گھاٹیوں تک جایا کرتے تھے۔ اس لیے انہیں ’’ثنیات الوداع‘‘ کہتے ہیں۔

بعض حضرات نے کہا کہ ثنیات الوداع مکہ کی طرف نہیں بلکہ شام کی طرف ہے اور یہ اشعار آپ ﷺ کی تبوک سے واپسی کے وقت پڑھے گئے۔ میں کہتا ہوں یہ بھی ممکن ہے کہ مکہ اور شام دونوں طرف ایسی گھاٹیاں ہوں اور دونوں پر لوگ رخصت کرنے جاتے ہوں۔ جس کی وجہ سے دونوں کا نام ’’ثنیات الوداع‘‘ پڑ گیا ہو۔ اور مکہ اور تبوک دونوں سے آتے وقت یہ اشعار پڑھے گئے ہوں۔

آپ ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری

آپ ﷺ مکہ سے پیر کے دن ربیع الاول کے مہینے میں اور بعض حضرات کے بقول صفر کے مہینے میں روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ترپن سال تھی اور آپ ﷺ پیر ہی کے دن ۱۲ ربیع الاول کو مدینہ پہنچے۔ مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ نے ’’قبا‘‘ محلّہ میں چودہ دن قیام فرمایا۔ یہ محلّہ شہر کے کنارہ سے کچھ دور بنو عمرو بن عوف کی جگہ پر ہے۔ تیسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی امانتیں ادا کر کے آپ ﷺ سے آملے۔ پھر آپ ﷺ نے مدینہ شہر میں قیام فرمانے کا ارادہ فرمایا تو ہر ایک کی آرزو تھی کہ آپ ﷺ ہمارے محلّہ میں قیام فرمائیں۔ جب آپ ﷺ سوار ہوئے تو ہر قبیلہ کے لوگوں نے آپ ﷺ سے اپنے ہاں ٹھہرنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میری اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم کی پابند ہے، یہ جہاں بیٹھ جائے گی وہاں قیام کروں گا۔ آپ ﷺ اونٹنی پر سوار ہوئے اور اونٹنی چلتے چلتے اس جگہ بیٹھ گئی جہاں آج مسجد نبوی کا منبر ہے۔ اس جگہ کے قریب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

کا گھر تھا، وہاں آپ ﷺ کا سامان اتارا گیا۔ آپ ﷺ نے ان کے گھر قیام فرمایا، پھر آپ ﷺ نے وہ زمین جہاں اونٹنی بیٹھی تھی خریدی اور وہاں مسجد نبوی کی تعمیر شروع فرمادی۔

(تواریخ حبیب الہ وزاد المعاد وغیرہما)

مِنَ الرَّوْضِ

وَلْيَهْنِهِ اِذْهُمَا فِى الْغَارِ مَنْقَبَةٌ
شَرِيْفَةٌ مَاحَوَاهَاقَبْلَهٗ بَشَرُ
وَهَاجَرَا مِنْهُ لَمَّاحَاوَلَاسَفَراً
لِطَيْبَةٍ وَتَنَاهٰى عِنْدَهَاالسَّفَرُ
فَسَلْ سُرَاقَةَمِنْهُ اِنْ تُرِدْخَبْراً
وَاُمُّ مَعْبَدَ يَجْلُوْا مِنْهُمَا الْخَبَرُ
طَابَتْ بِهٖ طَيْبَةٌ لَمَّااَقَامَ بِهَا
وَفَاحَ حِيْنَ اَتَاهَا نَشْرُهَا الْعِطِرُ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

(۱) آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق کو ایسی عظیم فضیلت مبارک ہو جو آپ ﷺ سے پہلے کسی بشر کو حاصل نہیں ہوئی۔

(۲) دونوں نے اس غار سے نکل کر مدینہ کے سفر کے ارادے سے ہجرت کی۔ اور یہ سفر مدینہ منورہ پہنچ کر ختم ہوا۔

(۳) اگر کچھ معلوم کرنا ہو تو سراقہ اور ام معبد سے آپ ﷺ کے متعلق پوچھو۔ انہی سے آپ ﷺ کے بارے میں پتہ چلے گا۔

(۴) آپ ﷺ کے تشریف لانے سے مدینہ پاکیزگی کا شہر بن گیا۔ اور جب آپ ﷺ وہاں تشریف لائے تو آپ ﷺ کی خوشبو پورے مدینے میں پھیل گئی۔

سولھویں فصل
مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد کے واقعات

پہلا واقعہ

مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہود کے ایک بڑے عالم تھے۔ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہ آپ ﷺ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے تین سوالات کے جوابات پوچھے۔ جب آپ ﷺ نے انہیں صحیح جوابات عطا فرمائے تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

(تواریخ حبیب الٰہ)

دوسرا واقعہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو پہلے ایران کے مجوسی تھے۔ بعد میں انہوں نے مجوسی مذہب چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ ان کی عمر بہت زیادہ تھی۔ وہ یہودی اور عیسائی علماء سے آں حضرت ﷺ کے تشریف لانے کی بشارت سن چکے تھے۔ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں گے تو حضرت سلمان فارسی نے مدینہ منورہ آنے کا ارادہ کیا اور اس نیت سے مدینہ کی طرف چل نکلے۔

راستے میں انہیں قید کر لیا گیا اور کئی جگہ بکتے بکاتے بالآخر یہ مدینہ منورہ کے ایک یہودی کے غلام بنے اور مدینہ میں رہنے لگے۔ جب آں حضرت ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علامات نبوت دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ آں حضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنی آزادی کی تدبیر کرو۔ چناں چہ انہوں نے اپنے آقا سے ذکر کیا تو اس نے آزادی کے عوض چالیس اوقیہ سونا طلب کیا اور کہا کہ کھجور کے تین سو درخت لگاؤ، جب وہ پھل دینے لگیں گے تو تم آزاد ہو۔

آپ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی آزادی کے لیے اپنے دست مبارک سے کھجور کے درخت لگائے اور آپ ﷺ کی برکت سے وہ درخت اسی سال پھل بھی دینے لگے۔ ادھر مال غنیمت میں مرغی کے انڈے کے برابر کچھ سونا آیا تو آپ ﷺ نے وہ بھی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دے دیا کہ یہ اپنے مالک کو دے کر آزاد ہو جائیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! میری آزادی کے لیے تو چالیس اوقیہ سونا چاہیے، یہ تو کم ہے۔آپ ﷺ نے اس پر اپنا لعاب دہن لگایا اور اس میں برکت کی دعا کی۔

حضرت سلمان فرماتے ہیں: جب میں نے وہ سونا تولا تو پورے چالیس اوقیہ تھا ذرا برابر بھی کم زیادہ نہ تھا۔ چناں چہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ وہ سونا اپنے مالک کو دے کر آزاد ہو گئے اور آں حضرت ﷺ کی خدمت میں رہنے لگے۔ (تورایخ حبیب الہ)

تیسرا واقعہ

مدینہ طیبہ میں ایک کنواں تھا جس کا نام تھا ''بیر روما''، اس کا پانی میٹھا تھا، جبکہ باقی کنوؤں کا پانی کھارا تھا۔ بیر روما کا مالک ایک یہودی تھا جو پانی بیچا کرتا تھا۔ اس وجہ سے مسلمانوں کو پانی کی شدید قلّت تھی۔ یہ دیکھ کر آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بیر روما خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرے گا، اس کے لیے جنت کی خوشخبری ہے۔ یہ سن کر حضرت عثان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو اپنے مال سے خریدا اور اسے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ (تواریخ حبیب الہ)

مِنَ الْقَصِیْدَۃ

كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِی الْاُمِّیِّ مُعْجِزَةً
فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَالتَّادِيْبِ فِی الْيُتُمِ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

(ا) اے مخاطب تیرے لیے آں حضرت ﷺ کا یہی معجزہ کافی ہے کہ آپ ﷺ جہالت کے زمانے میں امی ہونے کے باوجود بڑے علم والے تھے اور یتیم ہونے کے باوجود باادب تھے۔

سترھویں فصل
غزوات اور مشہور واقعات کی سالانہ ترتیب

آپ ﷺ اپنی وفات تک مدینہ منورہ میں دس سال اور دو مہینے موجود رہے۔ جب جہاد فرض ہوا تو آپ ﷺ نے کفار کے ساتھ جہاد شروع کیا اور سپاہ بھیجیں۔

جس جہاد میں آپ ﷺ خود تشریف لے گئے اس کو "غزوہ" کہتے ہیں اور جس جہاد میں آپ ﷺ نے لشکر بھیجا ہو اور خود تشریف نہ لے گئے ہوں اس کو "سریہ" کہتے ہیں۔ تمام غزوات اور سریوں کی تفصیل لکھنا مشکل ہے اس لیے مختصر طور پر تحریر کیا جاتا ہے۔ اور بعض وہ واقعات بھی لکھے جارہے ہیں جو ان غزوات کے ضمن میں پیش آئے۔

ہجرت کا پہلا سال

اس سال آٹھ اہم واقعات پیش آئے

(۱) فرضیت جہاد۔

(۲) لشکر حمزہ رضی اللہ عنہ کی روانگی۔ رمضان کے مہینے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تیس مہاجرین کے ساتھ قریش کا قافلہ روکنے کے لیے بھیجا۔

(۳) لشکر عبیدہ کی روانگی۔ شوال کے مہینے میں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن حارث کو ساٹھ مہاجرین کے ساتھ "بطن رابغ" کی طرف بھیجا۔

(۴) لشکر سعد رضی اللہ عنہ کی روانگی۔ ذیقعدہ کے مہینے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کو قریش کا قافلہ روکنے کے لیے بیس مہاجرین کے ساتھ "خرار" کی طرف بھیجا جو "جحفہ" کے قریب ایک جگہ ہے۔ یہ سب سرایا تھے۔

(۵) غزوہ ابواء۔ اس سال صفر کے مہینہ میں "غزوہ ابواء" ہوا، جس میں آپ ﷺ خود تشریف لے گئے۔ ابواء مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گاؤں ہے اس

کو ”غزوہ دوان“ بھی کہتے ہیں۔

(٦) ابتداء اذان۔

(٧) حضرت عائشہ کی رخصتی۔

(٨) اخوت مدینہ۔آں حضرت ﷺ نے اسی سال مہاجرین وانصار کو ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنایا۔

ہجرت کا دوسرا سال

اس سال سولہ اہم واقعات ہوئے

(١) غزوہ بواط: ربیع الاول کے مہینہ میں قریش کا قافلہ روکنے کے لیے ”رضوی“ کے اطراف میں آں حضرت ﷺ تشریف لے گئے لیکن وہ قافلہ نہیں ملا۔

(٢) غزوہ عشیرہ: آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریش کا قافلہ مکہ سے شام جارہا ہے، آپ ﷺ اسے روکنے کے لیے جمادی الاولیٰ اور جمادی الاخریٰ میں ”ینبع“ کے قریب قبیلہ ”مدلج“ کی زمین میں پہنچے لیکن وہ قافلہ نہیں ملا۔ اس قافلہ کی واپسی پر آپ ﷺ دوبارہ تشریف لے گئے لیکن وہ قافلہ پھر نہیں ملا، اور غزوہ بدر کا سبب بن گیا۔ اسی لیے اس کو غزوہ بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں۔

(٣) لشکر عبداللہ بن جحش کی روانگی: اسی سال رجب کے مہینے میں آپ ﷺ نے عبداللہ بن جحش اسدی رضی اللہ عنہ کو ”بطن نخلہ“ کی طرف بھیجا۔ اسی واقعہ کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ۔

(٤) غزوہ بدر: اسی سال غزوہ بدر کا عظیم الشان معرکہ ہوا جس کو غزوہ بدر کبریٰ بھی کہتے ہیں۔ رمضان المبارک میں آپ ﷺ نے خبر سنی کہ قریش کا قافلہ شام سے مکہ واپس آرہا ہے۔ آپ ﷺ تین سو تیرہ صحابہ کو لے کر اسے روکنے کے لیے نکلے۔ یہ خبر مکہ پہنچی تو کفار قریش ایک ہزار مسلح آدمی لے کر آں حضرت ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کی نیت سے مکہ سے نکلے۔ ان کا خیال تھا کہ ہم بدر میں جاکر پڑاؤ کریں گے اور جشن منائیں گے تاکہ تمام عرب پر ہماری ہیبت طاری ہو جائے۔ انہیں یہ وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ تین سو تیرہ آدمی اور وہ بھی بے سروسامان ان کے مقابلے

پر آجائیں گے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی منشاء تھی کہ اسلام کو عزت ملے اور کفار کے مقدر میں ذلت رکھ دی جائے۔ چناں چہ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور مسلمان کامیاب ہوئے۔ اور کچھ کفار قتل ہوئے، اور کچھ قید ہوئے یوں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کفار کو ذلیل ورسوا کیا۔ سورہ انفال میں یہ قصہ تفصیل سے مذکور ہے۔

آپ ﷺ اس تمام قصہ سے شوال میں فارغ ہوئے۔

(۵) غزوہ بنو سلیم: غزوہ بدر کے سات دن بعد آپ ﷺ غزوہ بنو سلیم کے لیے تشریف لے گئے، مگر لڑائی نہیں ہوئی۔

(۶) غزوہ سویق: ذوالحجہ کے مہینے میں غزوہ بدر کے دو مہینے بعد ''غزوہ سویق'' ہوا۔ اس کا سبب یہ بنا کہ جب کفار بدر میں شکست کھا کر مکہ پہنچے تو ابو سفیان اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے دو سو سوار لے کر مدینہ کو نکلے۔ جب مدینہ کے قریب پہنچے تو مسلمانوں کو اس کی خبر ہو گئی۔ آپ ﷺ بذات خود مسلمانوں کو لے کر مقابلہ کے لیے نکلے اور کفار ڈر کر بھاگ گئے اور بھاگتے ہوئے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے اپنے پاس موجود ستو پھینک کر فرار ہو گئے۔ اس لیے اس غزوہ کو غزوہ سویق (بمعنی ستو) کہتے ہیں۔

(۷) غزوہ غطفان: آپ ﷺ نے ذوالحجہ کے باقی مہینے میں مدینہ میں قیام کیا، اور اس کے بعد نجد کی طرف ''قبیلہ غطفان'' کے ساتھ جنگ کی نیت سے نکلے۔ اور ماہ صفر کے ختم تک وہاں قیام کیا۔ مگر لڑائی نہیں ہوئی۔

(۸) تبدیلی قبلہ: اسی سال شعبان کے درمیان میں قبلہ کی تبدیلی ہوئی۔

(۹) فرضیت زکوۃ: روزہ فرض ہونے سے پہلے زکوۃ فرض ہوئی۔

(۱۰) فرضیت روزہ: شعبان کے آخر میں روزہ فرض ہوا۔

(۱۱) وجوب صدقہ فطر: رمضان کے آخر میں صدقہ فطر واجب ہوا۔

(۱۲) ابتداء عیدین۔

(۱۳) ابتداء جمعہ۔

(۱۴) وجوب قربانی۔

(۱۵) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات: اسی سال بدر واپسی سے ایک دن پہلے آں حضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔

(۱۶) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح: حضرت بی بی رقیہ کی وفات کے بعد آں حضرت ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اسی وجہ سے ذوالنورین کا لقب ملا۔

(۱۷) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح۔ اسی سال غزوہ بدر کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

ہجرت کا تیسرا سال

اس سال بارہ اہم واقعات ہوئے۔

(۱) قریش کا تعاقب: آپ ﷺ ربیع الاول کے بعد قریش کے تعاقب میں نجران تشریف لے گئے، ربیع الثانی اور جمادی الاولی میں وہاں رہے مگر لڑائی نہیں ہوئی۔ پھر آپ ﷺ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

(۲) غزوہ بنو قینقاع: بنو قینقاع مدینہ کے یہودی تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑا، جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے پندرہ دن ان کا محاصرہ فرمایا۔ پھر عبداللہ بن ابی کی سفارش پر انہیں چھوڑ دیا۔ بنو قینقاع حضرت عبداللہ بن سلام کا قبیلہ ہے۔

(۳) کعب بن اشرف یہودی کا قتل۔ یہی معاہدہ توڑنے کی وجہ سے آپ ﷺ نے کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا حکم دیا چناں چہ اسے قتل کیا گیا۔

(۴) غزوہ احد: اسی سال شوال کی ابتداء میں غزوہ احد ہوا۔ جس کا ذکر چوتھے پارہ

کے دوسرے پاؤ سے شروع ہو کر نصف کے بعد تک تفصیل سے مذکور ہے۔

(۵) غزوہ حمراء الاسد: حمراء الاسد مکہ سے تیس میل دور ہے، جب کفار احد سے واپس مکہ کو چلے تو راستے ہی میں ان کا ارادہ مدینہ لوٹنے کا بنا۔ آپ ﷺ یہ خبر سن کر بذات خود صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر روانہ ہوئے۔ جب کفار نے یہ سنا تو ڈر کر واپس مکہ چلے گئے۔ چوں کہ آپ ﷺ حمراء الاسد تک پہنچ چکے تھے، اس لیے اس غزوہ کا نام حمراء الاسد پڑ گیا۔

اس سال شوال وذیقعدہ وذی الحجہ میں کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

(٦) لشکر ابو سلمی رضی اللہ عنہ کی روانگی: جب محرم کا چاند نظر آیا تو آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ طلحہ بن خویلد اور سلمی بن خویلد لڑائی کے لیے مدینہ آرہے ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو سلمی کو ڈیڑھ سو مہاجرین وانصار کے ساتھ مقابلے کے لیے بھیجا، لیکن لڑائی نہیں ہوئی۔ اور مال غنیمت میں مویشی ہاتھ آئے۔

(۷) لشکر عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی روانگی: آپ ﷺ کو پانچ محرم کو اطلاع ملی کہ خالد بن سفیان لڑائی کے لیے لشکر جمع کر رہا ہے تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا، انہوں نے خالد بن سفیان کو قتل کیا اور اس کا سر کاٹ کر مدینہ لے آئے۔ ان کی واپسی اٹھارہ دن بعد تیئیس محرم کو ہوئی۔

(۸) سریہ رجیع: صفر کے مہینے میں سریہ رجیع ہوا، قبیلہ عضل وقارہ کے کچھ لوگ کفار کے کہنے پر آپ ﷺ کو دھوکہ دینے کے لیے بظاہر مسلمان بن کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ آپ کچھ لوگ ہمارے ساتھ بھیج دیں جو ہمیں دین کے احکام سکھائیں۔ آپ ﷺ نے دس آدمی ساتھ بھیجے۔ جب یہ لوگ قبیلہ ”ھذیل“ کے ”رجیع“ نامی تالاب پر پہنچے تو انہوں نے پورے قبیلے کو اپنی مدد کے لیے بلالیا اور ان دس صحابہ کے ساتھ لڑائی کی۔ بعض صحابہ حضرات حضرت عاصم رضی اللہ عنہم وغیرہ اسی وقت شہید ہو گئے اور بعض حضرات صحابہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہم وغیرہ اس وقت پکڑے گئے اور بعد میں انہیں شہید کر دیا گیا۔

(۹) سریہ بئر معونہ: اسی سال صفر کے مہینے میں بئر معونہ کا واقعہ ہوا۔ یہ مکہ اور عسفان کے درمیان قبیلہ ہذیل کی سرزمین کا نام ہے۔ بنی عامر کا ایک شخص عامر بن مالک جو نجد کا رہنے والا تھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں مسلمان ہو جاتا لیکن مجھے اپنی قوم سے ڈر لگتا ہے۔ آپ میری قوم کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے کچھ لوگ میرے ساتھ بھیج دیں تا کہ میں بھی اسلام قبول کر سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے نجد والوں کا ڈر ہے۔ وہ کہنے لگا: ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میں آپ کے ساتھیوں کو اپنی پناہ میں لے لوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر قراء صحابہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ جب یہ حضرات بئر معونہ پہنچے تو بخاری کی روایت کے مطابق رعل، ذکوان اور عصبہ کے کفار نے تقریباً سب کو شہید کر ڈالا۔ ان شہید ہونے والوں میں بخاری کی روایت کے مطابق حضرت حرام بن ملحان بھی شامل تھے۔ اس سازش کا بانی عامر بن طفیل تھا جو عامر بن مالک کا بھتیجا تھا۔ عامر بن مالک کو جب اس بات کا پتہ چلا کہ اس کے بھتیجے نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی پناہ میں لے کر شہید کرایا ہے تو اسے بہت دکھ ہوا اور وہ انہی

دنوں وفات پا گیا۔

اسی عامر بن طفیل نے آپ ﷺ کو کہلا بھیجا تھا کہ یا تو ہم آپس میں ملک تقسیم کر لیں یا آپ مجھے اپنے بعد خلیفہ بنا دیں ورنہ میں بڑا لشکر لے کر آپ کے ساتھ جنگ کے لیے آرہا ہوں۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے بددعا کی **اللھم اکفنی عامرا** (اے اللہ تو میری طرف سے عامر کو کافی ہو جا) چناں چہ عامر طاعون سے مر گیا۔

آپ ﷺ نے ایک مہینے تک ان قراء کے قاتلوں کے لیے قنوت نازلہ میں بددعا فرمائی۔ پھر جب وہ مسلمان ہو گئے تو بددعا ترک فرمادی۔

(۱۰) غزوہ بنو نضیر: بئر معونہ کے واقعہ کے ضمن میں غزوہ بنو نضیر ہوا، بنو نضیر مدینہ کے یہودی تھے، بئر معونہ کے واقعہ میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ ضمری بھی قید ہوئے تھے۔ عامر بن مالک کی والدہ نے ایک غلام آزاد کرنا تھا اس لیے عامر بن طفیل نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ کو ان کی پیشانی کے بال کاٹ کر اپنی ماں کی طرف سے آزاد کر دیا۔

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس لوٹے تو راستے میں بنی عامر کے دو مشرک ملے۔ انھوں نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور سوچا کہ یہ عامر بن طفیل سے ایک طرح کا انتقام ہے۔ وہ دونوں مشرک آں حضرت ﷺ کی امان میں تھے، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ کو اس بات کا علم نہ تھا۔ کیوں کہ یہ قتل غلطی سے ہوا تھا اس لیے آں حضرت ﷺ نے اس کی دیت مقرر فرمائی۔ لیکن چوں کہ بنو عامر اور بنو نضیر کا آپس میں معاہدہ تھا، اس لیے آپ ﷺ نے چاہا کہ ان کے مشورے سے دیت مقرر کی جائے۔ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے تو مدینہ منورہ کے یہودیوں بنو قریظہ اور بنو نضیر سے جو مدینہ کے باہر الگ الگ محلے میں رہتے تھے معاہدہ کیا تھا کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے خلاف کام نہ کریں گے، اور ایک دوسرے کے دشمن کی مدد نہ کریں گے۔ جب آپ ﷺ اس دیت کے معاملہ میں بنو نضیر کے محلّہ میں تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ ﷺ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھایا اور آپس میں مشورہ کیا کہ دیوار سے ایک پتھر گرا کر معاذاللہ آپ ﷺ کو شہید کر دیں لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ ﷺ کو اس سے مطلع فرمادیا۔ آپ ﷺ وہاں سے اٹھ کر مدینہ

تشریف لے گئے اور کہلا بھیجا کہ تم نے معاہدہ توڑ دیا، یا تو دس دن کے اندر اندر یہاں سے نکل جاؤ ورنہ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ وہ لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے خلاف لشکر کشی کی اور ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ آخر وہ تنگ آ کر مدینہ چھوڑنے پر راضی ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمام ہتھیار چھوڑ جاؤ! اور جتنا مال واسباب لے جا سکتے ہو لے جاؤ۔ چناں چہ مدینہ سے نکل کر ان میں سے بعض لوگ خیبر میں جا بسے بعض شام میں اور بعض دوسری جگہوں پر۔ سورہ حشر میں یہ قصہ تفصیل سے مذکور ہے۔

(۱۱) حرمت شراب: اس سال یا اس سے اگلے سال شراب حرام ہوئی۔

(۱۲) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش۔

ہجرت کا چوتھا سال

اس سال دو اہم واقعے ہوئے

(۱) غزوہ بدر صغریٰ: ابوسفیان احد سے واپس جاتے ہوئے یہ کہہ کر گئے تھے کہ آئندہ سال پھر بدر میں لڑائی ہو گی۔ جب وہ وقت قریب آیا تو ابوسفیان کو بدر جانے کی ہمت نہ ہوئی، اس نے سوچا کہ کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ آپ ﷺ بھی بدر نہ جائیں تاکہ ہمیں شرمندگی نہ ہو۔

اس نے نعیم بن مسعود کو مدینہ بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو ڈرائے کہ ابوسفیان نے ایک بڑا لشکر جمع کیا ہوا ہے۔ مسلمانوں نے یہ سن کر کہا حسبنا اللہ ونعم الوکیل (اللہ تعالیٰ ہی ہمارے لیے کافی ہیں اور وہ بہترین کارساز ہیں)

آپ ﷺ ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو لے کر بدر تشریف لے گئے اور چند روز قیام فرمایا مگر مقابلے کے لیے کوئی نہ آیا۔ صحابہ نے وہاں تجارت کی اور خوب نفع حاصل کیا۔ اس غزوہ کو ''بدر ثانی''، ''بدر صغریٰ'' اور ''بدر موعد'' بھی کہتے ہیں۔ یہ واقعہ شعبان میں اور بعض حضرات کے بقول ذیقعدہ میں ہوا۔

(۲) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش

ہجرت کا پانچواں سال

اس سال گیارہ اہم واقعات ہوئے

(۱) غزوہ دومۃ الجندل: اس سال ربیع الاول میں غزوہ دومۃ الجندل ہوا۔ یہ جگہ دمشق سے پانچ منزل کے فاصلے پر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی تھی کہ کفار کا لشکر مدینہ منورہ پر چڑھائی کے لیے وہاں جمع ہو رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہزار آدمیوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ کفار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خبر سن کر تتر بتر ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند روز وہاں قیام فرمایا اور پھر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

(۲) غزوہ مریسیع: اسی سال شعبان میں "غزوہ مریسیع" ہوا۔ اس کو "غزوہ بنی مصطلق" بھی کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگ مسلمانوں سے لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے لیکن وہ لوگ مقابلے کے لیے سامنے نہ آئے۔ تاہم مال غنیمت میں ان کے مال اور بچے مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔

(۳) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح: حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اسی غزوہ میں قید ہو کر آئیں اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس کو ملیں، حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس نے ان سے کہا کہ آپ اتنی قیمت ادا کر دیں تو آپ آزاد ہیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ قیمت ادا کر کے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا۔

(۴) حضرت عائشہ پر تہمت: اسی غزوہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کا دردناک واقعہ پیش آیا۔

(۵) غزوہ خندق: اسی سال شوال میں غزوہ خندق پیش آیا جسے غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں۔

غزوہ خندق کا سبب یہ ہوا کہ جب بنو نضیر جلاوطن کیے گئے تو حیی بن اخطب بھی خیبر کے لیے روانہ ہوا۔ یہ بڑا فسادی تھا۔ اس نے چند اور فسادیوں کو ساتھ لیا اور مکہ پہنچ کر قریش کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لڑائی کے لیے تیار کیا۔ اور ان کے

ساتھ وعدہ کیا کہ میں اپنے آدمیوں کے ساتھ تمہاری مدد کروں گا۔ چناں چہ مختلف قبائل کے دس ہزار آدمی اکٹھے ہو کر مدینہ کی طرف چل نکلے۔

آپ ﷺ نے یہ سن کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے سلع پہاڑ کی جانب خندق کھودنے کا حکم دیا۔ جب کہ مدینہ کی دوسری طرف شہر پناہ اور عمارتوں کی وجہ سے محفوظ تھی۔

آں حضرت ﷺ نے خندق کھودنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ وہاں قیام کیا اور لڑائی کی تیاری کی۔ جب کفار کا لشکر آیا اور انہوں نے خندق کو دیکھا تو انہیں بہت تعجب ہوا۔ اس لیے کہ عرب میں جنگ سے بچنے کے لیے خندق کھودے جانے کا کوئی تصور نہیں تھا۔ چناں چہ کفار نے بھی دوسری طرف اپنے خیمے لگائے اور پتھروں اور تیروں سے لڑائی شروع کردی۔ دونوں طرف سے پتھر اور تیر برسائے جارہے تھے۔ حیی بن اخطب نے مدینہ کے یہودیوں (بنی قریظہ) کو بھی اپنے ساتھ شامل کرلیا تھا، آپ ﷺ نے کفار کے لشکر میں پھوٹ ڈالنے کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ قبیلہ غطفان کے ایک شخص حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ جو ابھی مسلمان ہوئے تھے اور کفار کو ان کے اسلام کی اطلاع نہیں تھی، انہوں نے عرض کیا: میں قریش اور بنی قریظہ کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لیے ایک چال چل سکتا ہوں۔ چوں کہ ان کو میرے اسلام لانے کی اطلاع نہیں اس لیے وہ مجھ پر بھروسہ کرلیں گے۔ آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی کیوں کہ الحرب خدعہ (جنگ میں دھوکہ ہوتا ہی ہے)

حضرت نعیم بن مسعود بنو قریظہ میں گئے اور ان سے کہا: تم نے قریش اور غطفان کے ساتھ دوستی کرکے اور محمد ﷺ کے ساتھ عہد شکنی کرکے اچھا نہیں کیا۔ اگر یہ لوگ محمد ﷺ کو ختم کیے بغیر چلے گئے تو محمد ﷺ تم پر چڑھائی کردیں گے تم اکیلے ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ یہود نے کہا: اب ہم کیا کریں؟ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: تم کفار کو کہو کہ وہ اپنے سردار یا سرداروں کی اولاد تمہارے پاس بطور رہن رکھ دیں۔ اگر محمد ﷺ تم پر فوج کشی کریں تو وہ اپنے سرداروں کی حفاظت کی وجہ سے ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو سمجھ لینا کہ وہ دل سے تمہارے ساتھ ہیں ورنہ نہیں۔ انہوں نے کہا ہم ابھی پیغام بھیجتے ہیں۔ وہاں سے

حضرت نعیم قریش کے پاس آئے اور خود کو ان کا خیر خواہ ظاہر کر کے کہنے لگے: ہم نے سنا ہے کہ بنو قریظہ درپردہ مسلمانوں سے مل گئے ہیں۔ اور محمد (ﷺ) نے ان سے کہا ہے کہ ہمارا دل تم سے تب صاف ہوگا اگر تم قریش کے کچھ سردار ہمیں گرفتار کرا دو۔ بنو قریظہ نے ان سے اس کا وعدہ کر لیا ہے۔ اگر وہ تم سے تمہارے سردار مانگیں تو تم ہرگز نہ دینا۔ اور پھر حضرت نعیم رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل کر غطفان کے پاس گئے اور انہیں بھی اسی طرح کہا۔ ادھر بنو قریظہ نے قریش کو پیغام بھیجا تو قریش نے انکار کر دیا اور دونوں ایک دوسرے سے اچھی طرح بدگمان ہو گئے اور ایک دوسرے پر شک کرنے لگے۔ جب کفار کو وہاں ٹھہرے ہوئے کافی دن گزر گئے اور بنو قریظہ کی طرف سے بدگمانی بھی پیدا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت سخت ہوا بھیجی جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے اور ان کی سواریاں گھوڑے گدھے بھاگنے لگے، ابو سفیان نے کہا: اب یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں۔ چناں چہ اسی رات کفار کا یہ لشکر مدینہ سے واپس چلا گیا۔ سورہ احزاب میں یہ واقعہ تفصیل سے مذکور ہے۔

(۶) غزوہ بنو قریظہ: غزوہ خندق کے ساتھ ہی غزوہ بنو قریظہ ہوا۔ جب آپ ﷺ غزوہ احزاب کی فتح کے بعد اپنے گھر تشریف لائے اور نہانے لگے تو حضرت جبریل تشریف لائے اور کہا: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ فوراً بنی قریظہ پر چڑھائی کر دیں۔ آپ ﷺ اسی وقت لشکر لے کر روانہ ہوئے اور بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے گھبرا کر درخواست کی کہ ہم اس شرط پر ہتھیار ڈالتے ہیں کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں گے، ہمیں منظور ہوگا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ قبیلہ اوس کے فرد تھے جو بنو قریظہ کا حلیف تھا۔ بنو قریظہ نے سوچا کہ یہ حلیف ہونے کی وجہ سے ہماری رعایت کریں گے لیکن انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کرے جائیں، عورتیں باندیاں بنالی جائیں اور لڑکے غلام بنا لیے جائیں اور مال وجائیداد سب ضبط کر لیا جائے۔ چناں چہ اسی طرح کیا گیا۔

(۷) ابو رافع کا قتل: اسی سال ابو رافع یہودی کو قتل کیا گیا۔ یہ بڑا مال دار تاجر تھا اور خیبر کے قریب ایک حویلی میں رہتا تھا۔ یہ غزوہ احزاب کے لیے کفار کا لشکر تیار کرنے

کی سازش میں شریک تھا۔آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو چند انصاریوں کا امیر بنا کر اسے قتل کرنے کے لیے بھیجا۔انہوں نے رات کو اسے قتل کر دیا۔

(۸) غزوہ عسفان: غزوہ خندق اور غزوہ بنو قریظہ کے بعد غزوہ عسفان ہوا۔

(۹) صلاۃ الخوف: اسی غزوہ عسفان میں صلاۃ الخوف کا حکم نازل ہوا۔

(۱۰) سریہ خبط: غزوہ عسفان کے بعد ''غزوہ خبط'' ہوا، ''خبط'' کا معنی ہے جھڑے ہوئے پتے۔اس سریہ میں صحابۂ کرام کو بھوک کی شدت کی وجہ سے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھانے پڑے اس لیے اس کا یہ نام پڑ گیا۔مدینہ سے پانچ دن کی مسافت پر ساحل سمندر کے قریب ایک قبیلہ ہے جس کا نام جہینہ ہے، اسی قبیلہ سے مقابلہ کے لیے آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو تین سو مہاجرین کے ساتھ بھیجا، اسی سفر میں سمندر کی موج سے ایک بہت بڑی مچھلی کنارے پر آگئی تھی جس کی وجہ سے اس غزوہ کو ''غزوہ سیف البحر'' بھی کہتے ہیں، بعض روایات میں ہے کہ یہ لشکر قریش کا قافلہ روکنے کے لیے بھیجا گیا۔

(۱۱) پردے کا حکم: اسی سال یا بعض حضرات کے مطابق اس سے گزشتہ سال پردے کا حکم نازل ہوا۔

ہجرت کا چھٹا سال

اس سال بتیس اہم واقعات ہوئے

(۱) غزوہ بنی لحیان: غزوہ بنی قریظہ کے چھ مہینے بعد آپ ﷺ لڑائی کے ارادے سے ''بنی لحیان'' کی طرف نکلے، وہ لوگ آپ ﷺ کے آنے کی خبر سن کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔آپ ﷺ نے وہاں دو دن قیام فرمایا اور چاروں طرف فوج کے دستے روانہ کیے۔اور چودہ دن وہاں قیام فرمانے کے بعد واپس مدینہ تشریف لے گئے۔

(۲) سریہ نجد: اس کے بعد ''سریہ نجد'' ہوا۔آپ ﷺ نے ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا جو بنی حلیفہ کے سردار ''ثمامہ بن اثال'' کو پکڑ لایا، ثمامہ بن اثال نے اسلام کی دعوت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

(۳) صلح حدیبیہ: اسی سال ذیقعدہ میں صلح حدیبیہ کا قصہ پیش آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے یہ خواب بیان کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم تو مکہ کے شوق میں پہلے ہی بے قرار تھے۔ چناں چہ انہوں نے یہ خواب سن کر سفر کی تیاری شروع کر دی۔ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور مکہ کے قریب پہنچ گئے۔ قریش نے آپ ﷺ کے آنے کی خبر سنی تو آپ ﷺ کا راستہ روکا اور کہا: ہم آپ کو ہرگز مکہ نہ آنے دیں گے۔

آپ ﷺ وہاں سے لوٹ کر حدیبیہ نامی کنویں کے پاس میدان میں آ گئے اور وہاں قیام فرمایا۔ تفصیلی واقعہ بخاری میں مذکور ہے۔ آخر اس بات پر صلح ہوئی کہ آں حضرت ﷺ اگلے سال آکر عمرہ ادا کریں گے اور تین دن سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھہریں گے۔ اور فریقین میں دس سال تک صلح رہے گی آپس میں کوئی لڑائی نہیں ہوگی، نہ آپ ﷺ قریش کے حلیفوں سے لڑیں گے اور نہ ہی قریش آپ ﷺ کے حلیفوں سے لڑیں گے۔

آپس میں معاہدہ کرنے والوں کو حلیف کہتے ہیں، وہاں دو قبیلے تھے۔ بنی بکر اور بنی خزاعہ۔ قبیلہ خزاعہ آپ ﷺ کے جبکہ بنی بکر قریش کے حلیف تھے پھر آپ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے۔

(۴) لشکر عکاشہ کی روانگی: امام واقدی نے اسی سال حدیبیہ سے پہلے چند سرایا ذکر کیے ہیں۔ مثلاً ربیع الاول یا ربیع الثانی میں آپ ﷺ نے حضرت عکاشہ بن محصن کو چالیس آدمیوں کے ساتھ "غمر" کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ یہ خبر سن کر بھاگ گئے، ان کے دو سو اونٹ مسلمانوں کے ہاتھ آئے جنہیں لے کر وہ مدینہ آ گئے۔

(۵) لشکر ابو عبیدہ کی روانگی: آپ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح کو "ذی القصہ" کی طرف بھیجا، وہ لوگ بھی بھاگ گئے ایک شخص ہاتھ آیا جو مسلمان ہو گیا۔

(٦) لشکر محمد بن مسلمہ کی روانگی: آپ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو دس آدمی دے کر بھیجا۔ دشمن چھپ کر بیٹھ گئے جب مسلمان سو گئے تو انہوں نے

اچانک حملہ کرکے سب کو شہید کردیا۔ صرف حضرت محمد بن مسلمہ بچے جو زخمی ہو کر واپس لوٹے۔

(۷) سریہ جموم: اسی سال حضرت زید بن حارثہ کو سریہ جموم کی طرف روانہ کیا گیا۔ جہاں سے کچھ قیدی اور مویشی ہاتھ آئے۔

اس کے بعد جمادی الاولیٰ میں حضرت زید بن حارثہ کو دوبارہ پندرہ آدمیوں کے ساتھ ''طرف'' نامی جگہ کی جانب بھیجا گیا۔ جہاں مال غنیمت میں بیس اونٹ ہاتھ آئے۔ اور پھر اسی مہینے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ''عیص'' کی طرف بھیجا گیا۔

(۸) حضرت ابوالعاص کا قبول اسلام: آپ ﷺ کے داماد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابوالعاص بن ربیع شام سے مال تجارت لے کر آرہے تھے، وہ تمام مال مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ حضرت ابوالعاص نے مدینہ آکر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ لی اور درخواست کی کہ یہ مال مجھے واپس کراؤ۔

آں حضرت ﷺ نے تمام مسلمانوں سے اجازت لے کر وہ مال واپس کرادیا۔ انہوں نے مکہ آکر سب کی امانتیں ادا کیں اور مسلمان ہو گئے۔ مگر زاد المعاد میں ہے کہ یہ قصہ حدیبیہ کے بعد ہوا اور حضرت ابوالعاص کا مال حضرت ابوبصیر نے لے لیا تھا اور آں حضرت ﷺ کا ارشاد سن کر واپس کردیا تھا۔

(۹) سریہ دومۃ الجندل: اسی سال شعبان میں آں حضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو دومۃ الجندل کی طرف بھیجا جہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔

(۱۰) اہل عرینہ کا واقعہ: اسی سال شعبان میں حضرت کرز بن خالد رضی اللہ عنہ کو بیس آدمیوں کا لشکر دے کر اہل عرینہ کے مقابلے کے لیے بھیجا گیا۔ وہ لوگ پکڑے گئے اور انہیں قتل کردیا گیا۔

ان سب واقعات کے بعد صلح حدیبیہ ہوئی۔

(۱۱) غزوہ غابہ: حدیبیہ کے بعد غزوہ غابہ ہوا جس کا نام ''غزوہ ذی قرد'' بھی ہے۔

''ذی قرد'' ایک تالاب کا نام ہے۔ مدینہ کے قریب غابہ نامی ایک جگہ پر آپ ﷺ کے کچھ اونٹ چر رہے تھے۔ جن پر عبدالرحمٰن فزاری نے حملہ کیا اور چرواہے کو قتل

کرکے اونٹ لے کر فرار ہوگیا۔آپ ﷺ نے کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر اس کا پیچھا کیا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اس دن بہت کام کیا، انہوں نے ان لوگوں کو ”ذی قرد“ تک بھگایا اور سارے اونٹ چھڑا کر واپس لے آئے۔

(۱۲) غزوہ خیبر: آپ ﷺ حدیبیہ سے واپس آکر تقریباً بیس روز مدینہ میں ٹھہرے اور پھر لشکر لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔آپ ﷺ صبح کے وقت خیبر پہنچے۔ وہ لوگ صبح زراعت کا ساز وسامان لے کر نکلے ہی تھے کہ آپ ﷺ کو دیکھ کر قلعے میں گھس گئے اور دروازہ بند کرلیا۔آپ ﷺ نے ان کا محاصرہ کرلیا۔

خیبر میں سات قلعے تھے۔آپ ﷺ نے باری باری تمام قلعوں کو فتح کیا اور فتح کے بعد خیبر کے یہودیوں کو خیبر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ان کے اموال باغات اور زمینیں سب ضبط کرلی گئیں۔ یہود نے عرض کیا: آپ کو یہاں کھیتی کے لیے مزدوروں کی ضرورت ہوگی اگر آپ ہمیں جلاوطن نہ کریں تو یہ کام ہم کردیں گے۔آپ نے یہ بات قبول فرمائی اور یہ فرمایا کہ جب تک ہم چاہیں گے تمہیں یہاں رکھیں گے اور جب چاہیں گے تمہیں یہاں سے نکال دیں گے۔ چناں چہ آپ ﷺ نے کھیتی کے لیے ان کو رکھا اور آدھی پیداوار بطور مزدوری دینے کا وعدہ کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں جزیرہ عرب کو کفار سے خالی کرنا چاہا تو خیبر کے یہودیوں کو بھی نکال دیا۔ چناں چہ وہ خیبر سے نکل کر شام چلے گئے۔

(۱۳) اہل فدک سے صلح: خیبر کے قریب ہی فدک نامی ایک جگہ تھی وہاں کے لوگوں نے آپ ﷺ سے اس بات پر صلح کی کہ فدک کی آدھی زمین آپ کو دے دیں گے اور آدھی اپنے پاس رکھیں گے۔آپ ﷺ نے اسے قبول فرمالیا۔

(۱۴) حضرت صفیہ سے نکاح: حضرت صفیہ خیبر کے مال غنیمت میں حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی تھیں، آپ ﷺ نے انہیں لے کر آزاد کردیا اور ان سے نکاح فرمالیا۔

(۱۵) مہاجرین حبشہ کی مدینہ آمد: آپ ﷺ خیبر ہی میں تشریف فرما تھے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب دوسرے مہاجرین حبشہ کے ساتھ وہیں

تشریف لے آئے۔

(۱۶) حضرت ابو موسیٰ اشعری کی آمد: مہاجرین حبشہ کے ساتھ ہی کشتی پر حضرت ابو موسیٰ اشعری اپنے قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(۱۷) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا جانا: خیبر ہی میں ایک یہودی عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دستی کے گوشت میں زہر ملا کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لقمہ منہ میں رکھا اور فرمایا: اس گوشت نے مجھے بتایا کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے۔

(۱۸) گدھے کے گوشت کی حرمت: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی غزوہ میں گدھے کے گوشت کو حرام قرار دیا۔

(۱۹) متعہ کی حرمت: اسی غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعہ کو حرام قرار دیا۔ متعہ غزوہ اوطاس میں دوبارہ مباح ہوا اور پھر حرام قرادے دیا گیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: متعہ قیامت تک کے لیے حرام ہے (صحیح مسلم)

(۲۰) وادی القریٰ کی فتح: وادی القریٰ میں کچھ یہودی اور کچھ عرب مقیم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کے بعد وادی القریٰ کی طرف نکلے اور جنگ کے بعد اسے فتح کر لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وادی القریٰ میں چار دن قیام فرمایا۔ جب تیماء یہودیوں کو یہ خبر ملی تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کر لی، چناں چہ ان کا مال دولت سب انہی کے قبضے میں رہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر اور فدک کے یہودیوں کو نکالا تھا۔ تیماء اور وادی القریٰ کے یہودیوں کو نہیں نکالا تھا کیوں کہ یہ دونوں علاقے ملک شام کے اندر ہیں۔ خیبر سے واپس تشریف لانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شوال سات ہجری تک کہیں تشریف نہیں لے گئے۔ اس مدت میں مختلف سرایا روانہ فرمائے۔

(۲۱) سریہ ابی بکر۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر بنی فزارہ کے مقابلے کے لیے نجد بھیجا گیا۔

(۲۲) سریہ عمر: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لشکر دے کر ہوازن کی طرف بھیجا۔

(۲۳) سریہ عبداللہ بن رواحہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کو لشکر دے کر بشیر بن دارام یہودی کی طرف بھیجا گیا۔

(۲۴) سریہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ: حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بن سعد کو لشکر دے کر بنی مرہ کی طرف بھیجا گیا۔

(۲۵) سریہ حرقات: ایک لشکر جہینہ کے قبیلے حرقات کی طرف بھیجا گیا۔

(۲۶) سریہ غالب بن عبداللہ: حضرت غالب رضی اللہ عنہ بن عبداللہ کلبی کو بنی الملوح کی طرف بھیجا گیا۔

(۲۷) سریہ بشیر بن سعد: حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بن سعد کو لشکر دے کر یمن کی ایک جماعت عیینہ، غطفان اور حیان کی طرف بھیجا گیا۔

(۲۸) سریہ ابی حدرد اسلمی۔

(۲۹) سریہ اضم: ایک لشکر مقام اضم کی طرف بھیجا گیا۔

(۳۰) سریہ عبداللہ بن حذافہ۔

(۳۱) غزوہ ذات الرقاع: یہ غزوہ خیبر کے بعد ہوا۔ اس میں ''غطفان'' سے مقابلہ ہوا۔ اس غزوہ کو ''غزوہ نجد'' اور ''غزوہ بنی انمار'' بھی کہتے ہیں۔

(۳۲) قحط سالی: اسی سال قحط پڑا۔ پھر آپ ﷺ کی دعا سے رمضان میں بارش ہوئی۔

ہجرت کا ساتواں سال

اس سال دو اہم واقعات ہوئے

اگرچہ مندرجہ بالا بعض سرایا بھی اسی سال ہوئے لیکن تاریخ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے سب کو خیبر کے بعد ذکر کر دیا۔

(۱) عمرۃ القضاء: اس سال ذیقعدہ میں عمرۃ القضاء ہوا۔ کیوں کہ صلح حدیبیہ میں

یہی طے ہوا تھا کہ آپ ﷺ اگلے سال صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ تشریف لائیں گے اور عمرہ ادا فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے عمرہ کے لیے روانگی سے پہلے حکم دیا کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم حدیبیہ کے سفر میں ساتھ تھے وہ ضرور ساتھ چلیں۔ آپ ﷺ نے تین دن مکہ مکرمہ قیام کیا اور شرط کے مطابق تین دن بعد وہاں سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

(۲) حضرت میمونہ سے نکاح: مکہ میں آپ ﷺ نے حضرت میمونہ بنت حارث سے نکاح کیا۔ مکہ سے روانگی کے وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بچی آپ ﷺ کو پکارتی ہوئی آئی۔ آپ ﷺ نے اسے اس کی خالہ کے سپرد کر دیا جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

ہجرت کا آٹھواں سال

اس سال دس اہم واقعات ہوئے

(۱) غزوہ موتہ: اس سال جمادی الاولیٰ میں غزوہ موتہ ہوا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ آپ ﷺ کے قاصد حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا خط مبارک بصرہ کے حاکم کے پاس لے جا رہے تھے کہ راستے میں شام کے شہر ''موتہ'' کے حاکم ''شرجیل بن عمرو غسانی'' نے انہیں شہید کر دیا۔ آپ ﷺ نے شرجیل بن عمرو کے مقابلے کے لیے تین ہزار کا لشکر بھیجا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر بنایا اور فرمایا: اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب امیر ہوں گے۔ اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔ اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو کسی بھی مسلمان کو اپنا امیر بنا لینا۔

چناں چہ یہ تینوں حضرات اسی ترتیب سے شہید ہوئے۔ پھر مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید کو امیر بنایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔

(۲) غزوہ ذات السلاسل: اسی سال جمادی الاخریٰ میں غزوہ ذات السلاسل ہوا۔ ذات السلاسل وادی القریٰ سے آگے اور مدینہ منورہ سے دس دن کی مسافت پر ہے۔

آپ ﷺ نے سنا کہ قبیلہ قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ کی طرف حملے کے لیے آ رہی ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تین سو آدمیوں کے

ساتھ اس طرف روانہ کیا۔ پھر آپ ﷺ کو خبر ملی کہ دشمنوں کی تعداد زیادہ ہے تو آپ ﷺ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح کو مزید دو سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا جن میں حضرت ابو بکر اور عمر بھی شامل تھے۔ انہیں راستے میں دشمنوں کے لشکر ملے، انہوں نے ان پر حملہ کرکے سب کو بھگا دیا۔ مسلمانوں کے لشکر نے پانی کے قریب جس جگہ پڑاؤ کیا، اس جگہ کا نام سلاسل تھا۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام "ذات السلاسل" ہوگیا۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ سلاسل صحراؤں کے سلسلے کو کہتے ہیں۔ اس زمین کی مناسبت سے اس کا نام ذات السلاسل رکھ دیا گیا۔

(۳) غزوہ ذی الخلصہ: بخاری میں ہے کہ غزوہ ذات السلاسل سے پہلے غزوہ ذی الخلصہ ہوا۔ آپ ﷺ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ کو قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سوار دے کر ایک مکان گرانے کے لیے بھیجا جو یمن کے قبیلہ خثعم نے خانہ کعبہ کے نام سے بنایا تھا۔

(۴) فتح مکہ: اسی سال رمضان میں مکہ فتح ہوا۔

یہ ایک عظیم فتح تھی جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو عزت نصیب فرمائی اور اس فتح نے اسلام کے پھیلنے میں عظیم کردار ادا کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ میں قبیلہ خزاعہ کے لوگوں نے آں حضرت ﷺ سے معاہدہ کیا تھا اور بنی بکر والوں نے قریش سے معاہدہ کیا تھا۔ ان دونوں قبیلوں کی آپس میں لڑائی ہوئی بنی بکر نے زیادتی کرتے ہوئے خزاعہ پر رات کے وقت حملہ کر دیا اور قریش نے بھی خفیہ طور پر ان کی مدد کی (اس طرح قریش نے آپ ﷺ کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا)۔ آپ ﷺ کو جب پتہ چلا کہ قریش نے معاہدہ توڑ ڈالا ہے تو آپ ﷺ نے مکہ پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمالیا۔

آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار اور عرب کے دوسرے قبائل کو ساتھ ملایا۔ اس طرح آپ ﷺ کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر تیار ہوگیا۔ جب یہ مبارک لشکر مکہ میں داخل ہوا تو کفار کے ساتھ لڑائی ہوئی اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ کچھ کفار قتل بھی ہوئے۔ قریش کے بڑے بڑے سردار شہر چھوڑ کر بھاگ گئے جو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو معاف کر دیا گیا۔ اس دن تھوڑی دیر کے لیے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرم میں لڑائی کی اجازت دی گئی تھی۔ فتح مکہ کا تفصیلی واقعہ ’’تواریخ حبیب الٰہ‘‘ میں مذکور ہے۔ یہاں مختصراً ذکر کیا گیا۔

آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کے بتوں کو خود ختم کیا۔ اور بعض بت جو مکہ کے اطراف میں تھے انہیں ختم کرنے کے لیے چھوٹے چھوٹے لشکر روانہ کیے۔ چناں چہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو قریش و کنانہ کے بت عزیٰ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ’’ھذیل‘‘ کے بت ’’سواع‘‘ اور حضرت سعد بن زید اشہلی کو ’’مشلل‘‘ میں ’’قدید‘‘ کے قریب ’’اوس خزرج‘‘ کے بت ’’مناۃ‘‘ کو توڑنے کے لیے بھیجا گیا۔ یہ سب حضرات اپنا اپنا کام کر کے واپس آ گئے۔ آپ ﷺ نے اسی دوران حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے بنی خزیمہ کی طرف بھیجا۔

(۵) غزوہ حنین: فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین ہوا۔ اس کو غزوہ اوطاس بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں جگہیں (حنین اور اوطاس) مکہ اور طائف کے درمیان ہیں۔ اس غزوہ کو غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں کیوں کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ اس غزوہ میں آپ ﷺ کے ساتھ لڑنے کے لیے آئے تھے۔ آپ ﷺ بارہ ہزار کا لشکر لے کر ان پر حملے کے لیے نکلے۔ لڑائی شروع ہوئی، ابتداء میں مسلمانوں کو کچھ پریشانی ہوئی لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ یہ واقعہ حنین نامی جگہ میں ہوا پھر کفار حنین سے بھاگ کر اوطاس میں جمع ہو گئے۔ مسلمانوں نے پھر وہاں حملہ کیا اور کفار کو وہاں بھی شکست ہوئی۔

(۶) محاصرہ طائف: شوال کے مہینے میں آپ ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا۔ وہاں قبیلہ بنی ثقیف کے لوگ رہتے تھے۔ یہ لوگ اوطاس سے بھاگ کر طائف کے قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے تھے، لیکن چوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے طائف فتح کرنے کا وقت نہیں آیا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے محاصرہ اٹھایا اور واپس تشریف لے آئے۔ ان کے قریب ایک لات نامی بت تھا جسے توڑ دیا گیا۔ البتہ غزوہ تبوک کے بعد بنو ثقیف کے لوگ خود آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

(۷) سریہ بنو تمیم: محرم کے مہینے میں آپ ﷺ نے عیینہ بن حصن فزاری کو پچاس سوار دے کر بنی تمیم کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ بغیر لڑے ہی بھاگ گئے۔ کچھ

مرد اور عورتیں گرفتار ہوئیں جنہیں مدینہ پہنچادیا گیا۔ پھر ان کے چند سردار "اقرع بن حابس" وغیرہ مدینہ منورہ آئے۔ انہوں نے نظم اور نثر میں مسلمانوں سے مقابلہ کیا اور (شکست کھا کر) مسلمان ہو گئے۔ آپ ﷺ نے انہیں خوب انعام عطا فرمایا۔

(۸) سریہ خثعم: آپ ﷺ نے صفر کے مہینہ میں قطبہ بن عامر کو خثعم کی طرف بھیجا۔ وہاں لڑائی ہوئی اور حضرت قطبہ بن عامر مال غنیمت لے کر مدینہ حاضر ہوئے۔

(۹) حضرت ابراہیم کی پیدائش: اس سال آں حضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔

(۱۰) حضرت زینب کی وفات: آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا اسی سال فوت ہوئیں۔

ہجرت کا نواں سال

اس سال نو اہم واقعات ہوئے

(۱) لشکر ضحاک کی روانگی: اسی سال ربیع الاول میں آپ ﷺ نے حضرت ضحاک بن سفیان کو ایک لشکر دے کر بنی کلاب کی طرف بھیجا۔ وہاں لڑائی ہوئی اور کفار کو شکست ہوئی۔

(۲) لشکر علقمہ رضی اللہ عنہ کی روانگی: اسی سال ربیع الثانی میں آپ ﷺ نے حضرت علقمہ بن مجزز مدلجی کو لشکر دے کر حبشہ کی طرف بھیجا۔ کفار وہاں سے فرار ہو گئے۔

(۳) لشکر عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی روانگی: اسی سال آپ ﷺ نے حضرت عبید اللہ کو بھی ایک لشکر کا امیر بنا کر روانہ کیا۔

(۴) لشکر علی رضی اللہ عنہ کی روانگی: اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک بت خانہ گرانے کے لیے قبیلہ طے میں بھیجا گیا۔ حاتم طائی اسی قبیلہ کا تھا۔ چناں چہ وہ بت خانہ گرا دیا گیا اور کچھ قیدی بھی گرفتار ہوئے۔ حاتم کے بیٹے عدی بھاگ

گئے اوران کی بہن گرفتار ہوئیں۔آپ ﷺ نے عدی کی درخواست پر ان کی بہن کو آزاد کر دیا اور انہیں سواری بھی عنایت فرمائی۔اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر حضرت عدی کی بہن نے حضرت عدی کے سامنے آپ ﷺ کی خوب تعریف کی۔ چناں چہ حضرت عدی آئے اور مسلمان ہو گئے۔

(۵) غزوہ تبوک: اسی سال رجب میں غزوہ تبوک ہوا۔ تبوک شام کے علاقے کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔چوں کہ اس غزوہ کی تیاری تنگی کے دنوں میں ہوئی اس لیے اس کو غزوہ عسرت (بمعنی تنگی) بھی کہتے ہیں۔

اس کا سبب یہ ہوا کہ آپ ﷺ تک اطلاع پہنچی کہ روم کا بادشاہ ہرقل مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لیے لشکر لے کر آرہا ہے۔آپ ﷺ نے مناسب سمجھا کہ اسے وہیں روکا جائے چناں چہ آپ ﷺ نے قبائل عرب کو اس لڑائی کے لیے کہلا بھیجا۔ اس طرح تقریبا تیس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔آپ ﷺ لشکر کے ساتھ تبوک پہنچے اور وہاں قیام پذیر ہوئے۔ ہرقل نے جب یہ سنا تو وہ ڈر گیا اور لڑائی کے لیے سامنے نہ آیا۔ کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔آپ ﷺ نے یہاں قیام فرما کر آس پاس کے علاقوں میں لشکر بھیجے۔

(۶) لشکر خالد کی روانگی: اسی سال آپ ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا،اور وہ اسے گرفتار کرلائے۔ بعض نے لکھا ہے کہ ''اکیدر'' نے کچھ نذرانہ مقرر کر لیا چناں چہ اسے چھوڑ دیا گیا جبکہ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔

جب آپ ﷺ کو وہاں ٹھہرے دو مہینے ہو گئے تو آپ ﷺ صحابہ کے مشورہ سے مدینہ لوٹ آئے۔

(۷) مسجد ضرار گرانے کا واقعہ: اسی سال مسجد ضرار گرانے کا واقعہ ہوا۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ قبیلہ خزرج میں ابو عامر نامی ایک مفسد راہب تھا جو کتابیں پڑھ کر عیسائی ہو گیا تھا۔ وہ آپ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے آپ ﷺ کے متعلق خبریں دیا کرتا تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے۔ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہ ایمان نہ لایا بلکہ مسلمانوں کا دشمن بن گیا اور غزوہ بدر کے بعد مدینہ سے بھاگ کر قریش

کے ساتھ جاملا۔ اور پھر غزوہ احد میں کفار کی طرف سے شریک ہوا اور پھر روم چلا گیا تاکہ روم کے بادشاہ کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی کے لیے آمادہ کر سکے۔ جب اس کی یہ ترکیب ناکام ہو گئی تو اس نے مدینہ میں منافقین کو کہلا بھیجا کہ ایک مسجد بنالو ! ہم اس میں بیٹھ کر مسلمانوں کے خلاف مشورے کیا کریں گے۔ چناں چہ منافقین نے تبوک کے سفر سے پہلے مسجد قبا کے ساتھ مسجد بنائی اور آں حضرت ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ اس میں چل کر نماز پڑھیں۔ مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کے نماز پڑھنے سے یہ مسجد آباد ہو جائے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس وقت جہاد کے لیے جارہا ہوں واپسی پر دیکھا جائے گا۔

آپ ﷺ کے واپس تشریف لانے کے بعد انہوں نے پھر درخواست کی چناں چہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے دھوکہ کے بارے میں خبر دی۔ اور یہ آیتیں نازل فرمائیں: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا چنانچہ آپ ﷺ نے اس مسجد کو گرا کر جلا ڈالا۔

(۸) فرضیت حج: اسی سال حج فرض ہوا۔ لیکن آپ ﷺ تعلیم میں مشغولیت، وفود کی ملاقات اور غزوات کی نگرانی کی وجہ سے خود تشریف نہ لے جاسکے۔ یادرہے کہ ۹ ہجری میں بہت سے وفود اور بہت سے ایلچی آپ ﷺ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ جن کی تفصیلات بعد میں ذکر کی جاتی ہیں۔

آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج مقرر کر کے مکہ روانہ کیا تاکہ وہ لوگوں کو شرعی احکام کے مطابق حج کرادیں۔ اور آپ ﷺ نے "نقض عہد" کے احکام سنانے کے لیے حضرت ابو بکر کو سورہ براء ت عطا فرمائی۔ اور پھر بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ فرمایا کیوں کہ عرب حضرات عہد کے بارے میں رشتہ داروں کا پیغام ہی قبول کرتے تھے ان احکام کی تفصیل سورۃ براء ت میں ہے۔

(۹) حضرت ام کلثوم کا انتقال: اسی سال آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔

ہجرت کا دسواں سال

اس سال دو اہم واقعات ہوئے

(۱) حجۃ الوداع: اس سال آپ ﷺ خود امیر الحاج بن کر تشریف لے گئے۔ چوں کہ آپ ﷺ نے اس سفر حج میں ایسی باتیں ارشاد فرمائیں جیسی رخصتی کے وقت کی جاتی ہیں، اس لیے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ آپ ﷺ کے حج کی خبر سن کر مسلمان جمع ہونے شروع ہوگئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ آدمی جمع ہوگئے۔ اسی حج میں عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کردیا)

(۲) واقعہ غدیر خم۔ دوران حج چوں کہ یمن کے بعض لوگوں نے بلاوجہ آپ ﷺ کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایات کی تھیں۔ چناں چہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کی تاکید کے لیے "غدیر خم" نامی ایک جگہ پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ پھر آپ ﷺ مدینہ پہنچ کر مخلوق خدا کی رہنمائی اور عبادت خداوندی میں مشغول ہوگئے۔

ہجرت کا گیارہواں سال

آپ ﷺ کا وصال

بالآخر ربیع الاول سن ۱۱ ہجری میں آپ ﷺ سفر آخرت پر تشریف لے گئے۔

مِنَ الْقَصِيْدَة

مَـا زَالَ يَلْقَـاهُمُ فِىْ كُلِّ مُعتَرَكٍ
حَتَّى حَكَوْا بِالقَنَا لَحْمًا عَلٰى وَضَـمِ
يَجُـرُّ بَحْـرَ خَمِيْسٍ فَوْقَ سَـابِحَةٍ
تَرْمِى بِمَوجٍ مِّنَ الْأَبْطَـالِ مُلْتَـطِمِ
هُمُ الْجِبَـالُ فَسَـلْ عَنْهُم مُصَادِمُهُمْ
مَـاذَارَاٰى مِنْهُمْ فِىْ كُلِّ مُصْطَدَمِ
وَسَـلْ حُنَيْنًاوَسَـلْ بَدْرًاوَسَلْ أُحُدًا
فُصُوْلُ حَتْفٍ لَمْ أَدْهٰـى مِنَ الوَخَمِ

وَمَـنْ يَّكُنْ بِـرَسُـوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ
اِنْ تَلْقَهُ الْاَسَـدُ فِـیْ آجَامِهَاتَجِمُ
يَــارَبِّ صَــلِّ وَسَــلِّـمْ دَائِـمًـا اَبَــدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۱۔آپ ﷺ ہر میدان جنگ میں کفار کے ساتھ لڑتے رہے یہاں تک کہ نیزوں کی وجہ سے کفار اس بے حس وحرکت گوشت کی طرح ہو گئے جو قصاب کے تختے پر رکھا ہوتا ہے۔

۲۔ تیز اور برق رفتار گھوڑوں پر سوار لشکر اسلام کفار کے لشکر کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے۔

۳۔ لشکر اسلام پہاڑوں کی مانند ہے اگر تجھے یقین نہیں آتا تو دشمنوں سے پوچھ لے کہ انہیں میدان جنگ میں کس صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۴۔ اور لشکرِ اسلام کا حال حنین، بدر اور احد سے بھی پوچھا جاسکتا ہے کہ کفار ان میدانوں میں کیسے کیسے ہلاک ہوئے۔ اور وہ لشکر کافروں کے لیے وبا سے بھی زیادہ سخت اور مضر ہیں۔

۵۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ذریعے جس کی مدد کی گئی ہو اگر شیر اس سے اپنی کچھاروں میں ملیں تو دم بخود رہ جائیں۔

اٹھارہویں فصل

وفود کے بیان میں

عرب کے دل میں خانہ کعبہ کی بہت عظمت تھی، جس میں اصحاب فیل کے واقعہ کے بعد مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ اسی بنا پر عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ غلط لوگ خانہ کعبہ پر کبھی غالب نہیں آسکیں گے۔ فتح مکہ کے بعد عرب کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اسلام سچا مذہب ہے کیوں کہ اہل اسلام کعبہ پر غالب آچکے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ حق پر ہیں ورنہ بیت اللہ پر کبھی غالب نہ آتے۔ چناں چہ فتح مکہ کے بعد اہل عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اور قبیلے کے قبیلے مسلمان ہوتے چلے گئے۔

ان لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ چند آدمیوں کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں اسلام کے احکامات سیکھنے کے لیے بھیجتے تھے، جو لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے وہ وفد کہلاتے تھے، وفد کی جمع وفود ہے۔

۹ ہجری میں چوں کہ بہت زیادہ وفود آئے، اس لیے اس سال کو عام الوفود (وفود کا سال) کہتے ہیں۔ آپ ﷺ وفود کی بہت عزت کرتے تھے اور انہیں انعام دے کر رخصت کرتے تھے۔ نیز عام عرب اس بات کے بھی منتظر تھے کہ آپ ﷺ کی قوم آپ کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔ چناں چہ جب انہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی قوم قریش نے اسلام قبول کر لیا تو قریش کے اسلام قبول کرنے کے بعد دوسرے لوگ بھی اسلام کی طرف مائل ہونے لگے۔ اکثر وفود غزوہ تبوک کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔

اب چند وفود کی فہرست لکھی جاتی ہے۔ تفصیلی واقعات سیرت کی کتابوں میں مذکور ہیں:

(۱) وفد ثقیف: غزوہ طائف کے ذیل میں ان کا ذکر آچکا ہے۔ جب آپ ﷺ غزوہ تبوک سے رمضان کے مہینے میں واپس آئے تو یہ لوگ اسی مہینے حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

(۲) وفد بنی تمیم: غزوہ طائف کے ذیل میں گزر چکا کہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ وغیرہ بنو تمیم کے وفد کے ساتھ مدینہ حاضر ہوئے تھے۔

(۳) وفد طے: اسی وفد میں حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔

(۴) وفد عبد القیس۔

(۵) وفد بنو حنفیّہ: ان میں مسیلمہ بن کذاب بھی تھا۔ ان میں کچھ لوگ مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گئے۔ یہ لوگ ۱۰ ہجری کے آخر میں آئے۔

(۶) وفد طے دوم: ان میں زید خیل آئے۔

(۷) وفد کندہ: اس میں حضرت اشعث رضی اللہ عنہ بن قیس بھی تھے۔

(۸) اشعریوں اور یمنیوں کا وفد۔

(۹) وفد ازدان: اس میں صرد بن عبد اللہ آئے۔

(۱۰) وفد بنی حارث بن کعب: یہ وفد ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ ۱۰ ہجری میں آیا۔

(۱۱) وفد ھمدان۔

(۱۲) وفد مزینہ۔

(۱۳) وفد دوس۔

(۱۴) وفد نجران۔

(۱۵) وفد بنی سعد بن بکر: اس میں حضرت ضمام رضی اللہ عنہ بن ثعلبہ آئے۔

(۱۶) وفد طارق بن عبد اللہ: یہ اپنی قوم کے ساتھ آئے۔

(۱۷) وفد تجیب۔

(۱۸) وفد بنی سعد از قبیلہ قضاعہ۔

(۱۹) وفد بنی فزارہ: یہ وفد غزوہ تبوک کے بعد آیا۔

(۲۰) وفد ابن اسد۔

(۲۱) وفد بہراء۔

(۲۲) وفد عذرہ: یہ وفد صفر ۹ ہجری میں آیا۔

(۲۳) وفد بلی: یہ ربیع الاول ۹ ہجری میں آیا۔

(۲۴) وفد ذی مرہ۔

(۲۵) وفد خولان: یہ شعبان ۱۰ ہجری میں آیا۔

(۲۶) وفد محارب: یہ ۱۰ ہجری میں آیا۔

(۲۷) وفد صداء: یہ ۸ ہجری میں آیا۔

(۲۸) وفد غسان: یہ رمضان ۱۰ ہجری میں آیا۔

(۲۹) وفد سلامان: یہ شوال ۱۰ ہجری میں آیا۔

(۳۰) وفد بنی عبس۔

(۳۱) وفد ازد دوم: اس میں سوید بن الحارث آئے۔

(۳۲) وفد بنی منتفق۔

(۳۳) وفد نخع: یہ آخری وفد ہے۔

(زاد المعاد)

مِنَ الْقَصِيْدَة

يَاخَيْرَ مَنْ يَّمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَهُ
سِعْيًا وَفَوْقَ مُتُوْنِ الْأَيْنُقِ الرُّسُمِ
وَمَنْ هُوَ الْآيَةُ الْكُبْرٰى لِمُعْتَبِرٍ
وَمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمٰى لِمُغْتَنِمِ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۱۔ اے وہ بہترین ذات کہ فقیر دوڑتے ہوئے اور تیز چلنے والی اونٹیوں پر سوار ہو کر جس کی بارگاہ میں پہنچتے ہیں۔

۲۔ اے وہ ذات جو اہل عقل کے لیے بڑی نشانی اور قدر دانوں کے لیے بڑی نعمت ہے۔

انیسویں فصل
حکام اور اہل کاروں کا تعین

جن ممالک میں مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا، ان میں ملکی انتظام چلانے اور صدقات اور جزیہ وصول کرنے کے لیے ان لوگوں کو مقرر کیا گیا:

(۱) حضرت مہاجر رضی اللہ عنہ بن ابی امیہ کو یمن میں۔

(۲) حضرت زیاد بن لبیب انصاری رضی اللہ عنہ کو حضر موت میں۔

(۳) حضرت عدی رضی اللہ عنہ کو قبیلہ طے اور بنی سعد کے کچھ علاقوں میں۔

(۴) حضرت مالک بن نویرہ رضی اللہ عنہ یربوعی کو بنی حنظلہ میں۔

(۵) حضرت زبرقان رضی اللہ عنہ بن بدر کو بنی سعد کے بعض علاقوں میں۔

(۶) حضرت قیس رضی اللہ عنہ بن عاصم کو بنی سعد کے بعض دیگر علاقوں میں۔

(۷) حضرت علاء رضی اللہ عنہ بن حضرمی کو بحرین میں۔

(۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل نجران میں۔ (سیرۃ ابن ہشام)

(۹) حضرت عتاب رضی اللہ عنہ بن اسید کو مکہ میں۔

(۱۰) حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن میں۔

مِنَ الْقَصِیْدَۃ

مِنْ کُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلّٰہِ مُحْتَسِبٍ
یَسْطُوْ بِمُسْتَأْصِلٍ لِلْکُفْرِ مُصْطَلِمِ
حَتّٰی غَدَتْ مِلَّۃُ الْاِسْلَامِ وَھِیَ بِہِمْ

مِنْ بَعْدِ غُرْبَتِهَا مَوْصُوْلَةَ الرَّحِمِ

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۱۔ صحابۂ کرام میں سے ہر ایک حق کی پکار پر لبیک کہنے والا ہے۔ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کے امیدوار ہیں اور ایسی تدبیر سے حملہ کرتے ہیں کہ کفر کی جڑ اکھاڑ پھینکتے ہیں۔

۲۔ یہاں تک کہ مسلمان آپس میں پرائے ہونے کے باوجود، ایک دوسرے کی اس طرح مدد کرنے لگے کہ گویا وہ ایک دوسرے کے رشتہ دار ہیں۔

بیسویں فصل
بادشاہوں اور سلاطین کے نام خطوط

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ بن خلیفہ کو خط مبارک دے کر روانہ کیا۔ ہرقل دل سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا یقین کر لینے کے باوجود ایمان نہیں لایا۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فارس کے بادشاہ کسریٰ کے پاس حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن حذافہ سہمی کو خط مبارک دے کر بھیجا۔ اس نے خط مبارک کو پھاڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر سن کر ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن انیسہ ضمری کو خط مبارک دے کر بھیجا۔ (المواہب) یہ وہ نجاشی نہیں جس کے زمانہ میں حبشہ کی طرف ہجرت ہوئی تھی اور جس کا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا تھا۔ یہ اس نجاشی بادشاہ کے بعد بادشاہ بنے۔ اس کے اسلام کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا۔ (زادالمعاد)

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصر کے بادشاہ مقوقس کے پاس حضرت حاطب رضی اللہ عنہ بن ابی بلتعہ کو خط مبارک دے کر بھیجا۔ یہ ایمان نہیں لائے مگر انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہدایا بھیجے۔

(۵) آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحرین کے بادشاہ منذر بن ساوی کی طرف حضرت علاء رضی اللہ عنہ بن الحضرمی کو خط مبارک دے کر بھیجا۔ یہ مسلمان ہو گئے اور بدستور بادشاہ رہے۔

(٦) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمان کے دو بادشاہوں جیفر بن جلندی اور عبد بن جلندی کی طرف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط مبارک دے کر بھیجا۔ یہ

دونوں مسلمان ہوگئے۔

(۷) آں حضرت ﷺ نے یمامہ کے حاکم ہوذہ بن علی کے پاس حضرت سلیط رضی اللہ عنہ بن عمرو عامری کے ہاتھ خط مبارک بھیجا۔ وہ مسلمان نہیں ہوا۔

(۸) آپ ﷺ نے دمشق کے علاقے غوطہ کے بادشاہ حارث بن ابی شمر غسانی کے پاس حضرت شجاع رضی اللہ عنہ بن وہب کو حدیبیہ سے واپسی کے وقت خط مبارک دے کر بھیجا۔ (زادالمعاد)

(۹) آپ ﷺ نے جبلہ بن ایہم غسانی کی طرف حضرت شجاع رضی اللہ عنہ بن وہب کے ہاتھ خط مبارک بھیجا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

اور جن سلاطین نے آپ ﷺ کے خطوط کے جواب میں اسلام قبول کیا ان کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اسی کے ذیل میں ان بادشاہوں کے خطوط کا ذکر بھی مناسب ہے جنھوں نے آپ ﷺ کو خط بھیج کر یہ بتلایا کہ ہم اسلام قبول کر چکے ہیں۔

جب آپ ﷺ غزوہ تبوک سے تشریف لائے تو حمیر کے جن بادشاہوں نے یمن سے اپنے اسلام کے خبر اپنے قاصدوں کے ہاتھ بھیجی، ان بادشاہوں کے نام یہ ہیں:

(۱) حارث بن عبد کلال

(۲) نعیم بن عبد کلال

(۳) نعمان حاکم ذورعین و معافر و ہمدان

(۴) زرعہ ذویزن۔ یہ سب یمن کے بادشاہ ہیں۔

(۵) اسی طرح روم کے عامل فروہ بن عمرو نے اپنے اسلام لانے کی خبر قاصد کے ہاتھ بھیجی۔ رومیوں کو جب علم ہوا تو انھوں نے پہلے انہیں قید کیا اور پھر شہید کر دیا۔ (سیرۃ ابن ہشام)

(۶) یمن کا گورنر "بازان" اپنے دونوں بیٹوں اور اپنے ساتھ رہنے والے یمنیوں اور فارسیوں کے ساتھ اسلام لایا اور اپنے اسلام کی خبر آپ ﷺ کے پاس بھیجی (تواریخ حبیب الٰہ)۔ یہ سب مل کر پندرہ ہوئے۔

آں حضرت ﷺ نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بن زید جذامی کے ہاتھ ان کی قوم کی طرف ایک خط مبارک بھیجا اور وہ لوگ مسلمان ہوگئے۔ (سیرت ابن ہشام) یمن کے بادشاہ ذوالکلاع الحمیری اور ذواعمرو مسلمان ہو کر آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لیے روانہ ہوئے، لیکن آپ کی حیاتِ مبارکہ میں مدینہ نہ پہنچ سکے۔ (کرمانی شرح بخاری)

مِنَ الْقَصِیْدَة

اٰیَـاتُـہُ الْغُرُّ لَایَخْفٰی عَلٰی اَحَـدٍ
بِدُوْنِهَا الْعَدَلُ بَیْنَ النَّاسِ لَمْ یَقُمْ
مُحَکَّمَاتٌ فَمَـا یُبْقِیْنَ مِنْ شُبَہٍ
لِذِیْ شِقَاقٍ وَمَا تَبْغِیْنَ مِنْ حِکَمٍ
مَا حُوْرِبَتْ قَطُّ اِلاَّ عَادَ مِنْ حَرَبٍ
أَعْدَی الْأَعَادِیْ اِلَیْہَا مُلقِیَ السَّلَمِ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

ا۔ آپ ﷺ کے روشن احکام کسی سے پوشیدہ نہیں (چناں چہ وہ روشن احکام جب بادشاہوں کے سامنے آئے تو انھوں نے ان احکام کو قبول کیا) ان احکام کے بغیر لوگوں میں عدل نہیں ہو سکتا۔

۲۔ وہ احکام فیصلہ کر دیتے ہیں اور مخالف کا کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ نیز ان احکام کے ہوتے ہوئے اور فیصلوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

۳۔ ان احکام سے جب بھی کوئی ٹکرایا تو انجام یہ ہوا کہ بڑا دشمن بھی صلح کرنے پر مجبور ہو گیا (جیسا کہ مذکورہ بالا بادشاہوں نے اپنے عاجز ہونے کا اقرار کیا)

اکیسویں فصل
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصائل و عادات اور اخلاق حسنہ

یہ فصل حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کی کتاب شیم الحبیب کا ترجمہ ہے۔ اس ترجمہ کا نام شم الطیب ہے۔ اس کتاب میں جتنی فصول ہیں، وہاں فصل کی جگہ وصل لکھا جائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اس خدائے بزرگ و برتر ہی کی ہیں جس نے ہمارے لیے سچی خبریں دینے والے مکی، عربی، ہاشمی، مدنی، قریشی اور سردار نبی کو مبعوث فرمایا۔ جن کی تشریف آوری کے بارے میں پہلے ہی خوشخبری دے دی گئی تھی۔

اس رسالہ کی وجہ تالیف یہ ہے کہ علمائے کرام ہمیشہ ہی سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادات و خصائل پر تحریر کرتے چلے آئے ہیں۔ اور اس موضوع پر روز بروز نئی کتابیں سامنے آرہی ہیں۔ لیکن کچھ تو اتنی مختصر ہیں کہ بات مکمل طور سے سمجھ ہی نہیں آتی اور کچھ اس قدر طویل ہیں کہ انسانی ذہن اتنی لمبی بات سے اکتا جاتا ہے۔

لہٰذا میں نے سوچا کہ آں حضرت ﷺ کی عادات و خصائل کا ایک مختصر مگر کافی حصہ تحریر کردوں۔ اور ویسے بھی جب عاشق کے لیے محبوب سے ملاقات کا کوئی راستہ نہ نکل رہا ہو تو وہ اپنے محبوب کے حسن و جمال اور اس کے گھر کے در و دیوار کا تذکرہ کرکے ہی اپنے دل کو بہلایا کرتا ہے۔ نیز اس تذکرہ سے مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس تحریر کو باعث ثواب، ذریعہ نجات، آپ ﷺ کی شفاعت اور اس کتاب سے استفادہ کرنے والے صالحین و احباب کی دعاؤں کا سبب بنائے۔ کیوں کہ میرے پاس کوئی نیک عمل تو ہے نہیں، تمام عمر گناہوں میں گزری۔ اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس تحریر کے سبب میرا بیڑا بھی پار لگا دیں۔ وہی تمام تعریفوں کا مستحق اور دو جہانوں کا رب ہے۔ میری یہ تحریر، امام ترمذی کی شمائل اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الشفاء'' سے ماخوذ ہے۔ ان شاء اللہ اس بارے میں کافی وافی ہوگی کہ دوسری کتب کی ضرورت نہ رہے گی۔

ہم اپنی اس کتاب کا آغاز حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارک سے کرتے ہیں کیونکہ ایک تو یہ حدیث مبارک فصاحت و بلاغت میں اعلیٰ مقام رکھتی ہے نمبر ۲ یہ کہ اس حدیث مبارک میں آپ ﷺ کی اعلیٰ خصوصیات ذکر کی گئی ہیں۔

وصل (۱)

آں حضرت ﷺ کا حلیہ مبارک

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں حضرت ہند رضی اللہ عنہ بن ابی ہالہ سے جو نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک کثرت سے بیان فرمایا کرتے تھے عرض کیا کہ اگر آپ آں حضرت ﷺ کے کچھ اوصاف حمیدہ مجھے بتائیں تو میں انہیں یاد کرکے ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کروں گا۔ انہوں نے فرمایا:

آں حضرت ﷺ اپنی ذات میں بھی عظیم تھے اور (دوسروں کی نظروں میں بھی) معظم تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ آپ ﷺ کا قد مبارک میانہ تھا نہ بہت لمبا اور نہ چھوٹا۔ سر مبارک اعتدال کے

ساتھ بڑا تھا۔ بال مبارک نہ تو بالکل سیدھے تھے اور نہ ہی گھنگریالے، بلکہ تھوڑے سے پیچدار تھے۔ اگر سر کے بالوں میں از خود مانگ نکل آتی تو نکلی رہنے دیتے، ورنہ ابتداء اسلام میں آپ کا معمول مانگ نکالنے کا نہیں تھا البتہ بعد میں قصداً بھی مانگ نکال لیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ بال مبارک بڑھاتے تو وہ کان کی لو سے تجاوز کر جاتے تھے۔ آپ ﷺ کا رنگ مبارک روشن اور چمکدار تھا اور پیشانی مبارک فراخ اور کشادہ تھی۔ آپ ﷺ کی ابرو گھنی اور خمدار تھیں۔ اور دونوں ابروؤں کے درمیان ذرا سا فاصلہ تھا، بالکل ملی ہوئی نہیں تھیں اور ان کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت ابھر جاتی تھی۔

آپ ﷺ کی ناک مبارک تھوڑی سی بلندی لیے ہوئے تھی اور اس پر ایک نور چمکتا رہتا تھا۔ پہلی مرتبہ دیکھنے والا آپ ﷺ کو بلند ناک والا سمجھتا لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا کہ نور کی چمک کی وجہ سے ناک مبارک بلند معلوم ہوتی ہے ورنہ حقیقتاً بلند نہیں ہے۔

آپ ﷺ کی ڈاڑھی مبارک گھنی، آنکھوں کی پتلیاں خوب سیاہ، رخسار مبارک نرم و نازک اور پر گوشت اور منہ مبارک (اعتدال کے ساتھ) کشادہ تھا (نہ بہت کھلا اور نہ تنگ)۔

دانت مبارک باریک آبدار تھے۔ سامنے کے دانتوں میں ذرا فاصلہ بھی تھا، بالکل جڑے ہوئے نہیں تھے۔ اور گردن مبارک چاندی کی مانند صاف و شفاف تھی، یوں لگتا تھا جیسے کسی نے تراش کر بنائی ہے۔

اعضاء مبارک

آں حضرت ﷺ کے تمام اعضاء مبارکہ معتدل اور پر گوشت تھے اور بدن مضبوط اور کسا ہوا تھا۔ پیٹ اور سینہ برابر تھا البتہ سینہ مبارک کشادہ تھا۔ آں حضرت ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان عام آدمیوں کی نسبت قدرے زیادہ فاصلہ تھا۔ آپ ﷺ کے جوڑوں کی ہڈیاں طاقتور اور بڑی تھیں۔ جب آپ ﷺ کپڑے اتارتے تو آپ ﷺ کے بدن سے نور پھوٹتا محسوس ہوتا تھا۔ سینے اور ناف کے درمیان بالوں کی ایک باریک سی لکیر تھی اس کے علاوہ باقی سینے اور پیٹ مبارک پر بال نہ تھے۔ البتہ

دونوں بازوؤں، کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر مناسب مقدار میں بال تھے۔

آپ ﷺ کی کلائیاں لمبی اور ہتھیلیاں چوڑی تھیں۔ دونوں ہتھیلیاں اور قدم مبارک پُر گوشت اور نرم تھے۔ اور ہاتھ پاؤں کی انگلیاں اعتدال کے ساتھ لمبی تھیں۔آپ ﷺ کے اعصاب برابر تھے اور تلوے قدرے گہرے کہ چلتے ہوئے زمین کو نہیں لگتے تھے۔آپ ﷺ کے قدم مبارک بالکل ہموار اور ایسے صاف شفاف تھے کہ چکناہٹ کی وجہ سے ان پر پانی نہیں ٹھہرتا تھا۔

جب آپ ﷺ چلتے تو قدم کو مضبوطی سے اٹھاتے اور آگے کو جھک کر تواضع کے ساتھ چلتے،اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے کی بجائے نسبتاً لمبے قدم اٹھاتے۔ آپ ﷺ کو چلتے دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا کہ آپ ﷺ بلندی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہیں،اور جب آپ ﷺ کسی کی طرف دیکھتے تو پورا بدن گھما کر دیکھتے کن اکھیوں سے دیکھنے کی عادت نہیں تھی۔

آپ ﷺ کی نگاہ آسمان کی بجائے زمین پر رہتی تھی اور آپ کا عام معمول گوشہ چشم سے دیکھنے کا تھا (یعنی شرم وحیا کی وجہ سے پورا سر اٹھا کر اور نگاہ بھر کر نہیں دیکھتے تھے) آپ ﷺ چلنے میں اپنے اصحاب کو آگے کر دیتے اور جس سے بھی ملتے سلام کرنے میں پہل کرتے۔

حضرت حسن نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے آں حضرت ﷺ کے بات چیت کرنے کا طریقہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

آں حضرت ﷺ ہر وقت آخرت کے متعلق غمگین رہتے،اور اسی میں غور و فکر کرتے رہتے، کسی پل آپ ﷺ کو چین نہیں آتا تھا۔آپ ﷺ اکثر اوقات خاموش رہتے اور بلاضرورت گفتگو نہ فرماتے۔اور جب بولتے تو بالکل صاف اور سمجھا کر بات کرتے (یعنی بولتے ہوئے آپ ﷺ کے لفظ کٹتے نہیں تھے) آپ ﷺ مختصر اور پر مغز گفتگو فرماتے،نہ تو بہت زیادہ لمبی گفتگو فرماتے کہ سننے والا اکتا جائے اور نہ اتنی مختصر کہ مخاطب سمجھ ہی نہ سکے۔آپ ﷺ کی بات ہر معاملے میں حرف آخر ہوتی تھی، جس کے بعد کسی بات کی گنجائش باقی نہ رہتی۔

آپ ﷺ کا مزاج مبارک بالکل نرم تھا،اس میں سختی نہ تھی،اور نہ ہی آپ ﷺ

کسی کی توہین فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت چاہے تھوڑی ہوتی یا زیادہ آپ ﷺ اس کی قدر فرماتے اور کسی نعمت کی ناشکری اور برائی نہیں کرتے تھے۔ البتہ کھانے کی چیز کی نہ مذمت کرتے اور نہ تعریف فرماتے (برائی تو اس لیے نہیں فرماتے تھے کہ وہ نعمت ہے اور زیادہ تعریف اس لیے نہیں کرتے تھے کہ تعریف اکثر حرص اور طلب لذت کے لیے کی جاتی ہے)

آپ ﷺ اپنی ذات کے لیے نہ کبھی غصہ ہوتے اور نہ ہی کسی سے انتقام لیتے، البتہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے میں رکاوٹ بنتا تو اس وقت آپ ﷺ کا غصہ بہت شدید ہوتا اور اسے کوئی نہیں جھیل سکتا تھا۔ جب تک آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو پورا نہ کرا لیتے، آپ ﷺ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوتا۔

آپ ﷺ جب دوران گفتگو اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے۔ اور جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہاتھ پلٹ لیتے۔ بات کرتے ہوئے جب ہاتھ ہلاتے تو کبھی دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے تھے۔ اور جب آپ ﷺ کو کسی پر غصہ آتا تو دوسری طرف منہ پھیر لیتے۔ جب خاموش ہوتے تو حیاء کی وجہ سے نظریں جھکائے رکھتے۔

آپ ﷺ ہنستے ہوئے زیادہ تر تبسم ہی فرمایا کرتے تھے۔ اور جب کبھی ہنستے ہوئے آپ ﷺ کے روشن اور چمکدار دانت مبارک ظاہر ہوتے تو ایسا لگتا جیسے بارش کے اولے ہوں۔

وصل (۲)

آں حضرت ﷺ کا رہن سہن اور اوقات کی تقسیم کار

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک طویل عرصے تک (اپنے چھوٹے بھائی) حسین (رضی اللہ عنہ) سے آپ ﷺ کے ان اوصاف حمیدہ کا تذکرہ نہیں کیا، لیکن جب میں نے کسی موقع پر ان کے سامنے ان صفات کا تذکرہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے ہی والد صاحب (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے آں حضرت ﷺ کی گھر میں آمد و رفت اور نشست و برخاست کے بارے میں سب کچھ پوچھ چکے ہیں۔ اور انہوں نے ایک ایک بات کی تحقیق کی ہے۔

چناں چہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے جناب نبی کریم ﷺ کے گھر میں تشریف فرما ہونے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے گھر جانے کی اجازت تھی۔ اور آں حضرت ﷺ ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے، مگر اس کے باوجود بھی جو وقت آپ ﷺ گھر میں گزارتے اسے تین حصوں میں تقسیم کر لیتے:

ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے۔ ایک حصہ اپنے گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے لیے (جیسے ان سے ہنسنا بولنا وغیرہ) اور ایک حصہ اپنے آرام کے لیے خاص کر لیتے۔

لیکن پھر آں حضرت ﷺ اپنے حصے کو بھی اپنے اور لوگوں کے مابین تقسیم کر لیتے۔ (یعنی اپنے آرام کے لیے مخصوص کردہ وقت میں سے بھی بہت سا وقت امت کے کام میں صرف فرماتے) اور اس خاص وقت میں آپ ﷺ عام طور پر اصحاب علم و فضل سے ملاقات کو ترجیح دیتے تھے (یعنی اس وقت خاص میں عام لوگ تو نہیں آسکتے تھے مگر خاص حضرات حاضر خدمت ہو کر دین کی باتیں سنتے اور عام لوگوں تک پہنچا دیتے۔ اس طرح خاص و عام دونوں کے لیے یہ وقت نافع بن جاتا تھا)۔

آں حضرت ﷺ ہر ایک کی دینی ضرورت کا لحاظ کر کے اسے وقت عنایت فرماتے، کسی کی ایک حاجت ہوتی، کسی کی دو، اور کوئی بہت سی ضروریات لے کر حاضر خدمت ہوتا۔ آں حضرت ﷺ سبھی کی ضروریات پوری فرماتے۔ اور ان کو اس طرح کے کام میں لگاتے جس کا نفع صرف ان کی اپنی ذات تک محدود نہ ہو بلکہ اس کام میں لگاتے جس میں ساری امت کا فائدہ اور سب کی اصلاح ہو۔

آں حضرت ﷺ ان صحابۂ کرام سے عام مسلمانوں کی دینی حالت معلوم کرتے اور ان کی درست سمت میں رہنمائی فرماتے۔ اور آں حضرت ﷺ اس مجلس میں بیٹھنے والوں سے یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے:

جو حضرات یہاں موجود ہیں وہ یہ احکامات ان لوگوں تک پہنچا دیں جو اس مجلس میں موجود نہیں ہیں۔ نیز یہ بھی ارشاد فرماتے: جو شخص اپنی کوئی حاجت کسی

عذر (مثلاً پردہ، کمزوری ضعف یا فاصلے) کی وجہ سے نہ پہنچا سکے تو! تم لوگ اس کی حاجت مجھ تک پہنچا دیا کرو کیوں کہ جو شخص کسی حاجت مند کی ضرورت سے حاکم کو آگاہ کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پل صراط پر اسے ثابت قدم رکھیں گے۔

آں حضرت ﷺ کی مبارک مجلس میں اسی قسم کی مفید باتیں ہوتی تھیں جو ہر خاص و عام کے لیے نافع ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ بے کار اور فضول باتوں کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

حضرت سفیان بن وکیع کی حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ صحابۂ کرام آں حضرت ﷺ کی خدمت میں دین کی باتیں پوچھنے آتے اور کچھ نہ کچھ کھا کر واپس جاتے (یعنی آں حضرت ﷺ دین کی باتیں سکھانے کے ساتھ ساتھ اگر میسر کوئی چیز ہوتی تو وہ بھی کھلا دیتے تھے) اور یہ حضرات آں حضرت ﷺ کی مبارک مجلس سے لوگوں کے ہادی اور رہنما بن کر باہر نکلتے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے آں حضرت ﷺ کے گھر کے باہر کے معمولات پوچھے تو انھوں نے فرمایا: آں حضرت ﷺ اپنی زبان کی حفاظت کرتے اور ضرورت کے علاوہ کلام نہ فرماتے، لوگوں کی دل جوئی کرتے۔ اور اگر کبھی کسی کو تنبیہ کرنی پڑتی تو انتہائی نرمی سے سمجھاتے۔ ایسا سخت رویہ نہ اپناتے جو ان کو اسلام سے دور کر دے۔ ہر قوم کے سردار کا اعزاز و اکرام کرتے اور اسے اس کی قوم کا سردار ہی رہنے دیتے۔ لوگوں کو تکلیف دہ امور سے بچنے کی تاکید فرماتے اور خود کو بھی ان کے شر سے بچانے کی تدبیر کرتے۔ لیکن کسی کے ساتھ بھی خندہ پیشانی اور حسن خلق میں کمی نہ آنے دیتے۔

صحابۂ کرام کی خبر گیری کرتے۔ اچھی بات پر ان کی حوصلہ افزائی کے لیے تعریف کرتے۔ اور اگر کوئی بری چیز دیکھنے میں آتی تو اس کی برائی بیان کرکے اس سے بچنے کی تاکید کرتے۔ آپ ﷺ کے کسی کام میں بے انتظامی نہیں ہوتی تھی۔ ہر کام اعتدال اور سلیقے کے ساتھ ہوتا تھا۔

لوگوں کی اصلاح و تربیت میں آپ ﷺ کبھی کمی نہ فرماتے کیوں کہ اگر انہیں ان کے حال پر چھوڑا جاتا، تو یا وہ دین سے غافل ہو جاتے یا بعض امور میں اعتدال سے

زیادہ مشغول ہو جاتے اور پھر بالآخر اس سے اکتا جاتے۔ ہر کام کے لیے آپ ﷺ کے پاس ایک خاص انتظام تھا۔

حق بات کہنے سے آپ ﷺ کبھی نہ رکتے، اور نہ ہی اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑتے (آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والے سب ہی لوگ انسانیت کے جوہر ہوتے تھے لیکن) آپ ﷺ کے نزدیک سب سے افضل وہ شخص ہوتا جو سب کا خیر خواہ ہوتا۔ نیز لوگوں کے غموں میں زیادہ شریک ہونے اور ان کی ساتھ ہمدردی کرنے والا آپ ﷺ کے نزدیک سب سے اونچے مرتبے کا حامل تھا۔

آں حضرت ﷺ کی مجلس مبارک

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے جناب نبی کریم ﷺ کی مجلس کے متعلق دریافت کیا تو آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

آں حضرت ﷺ اٹھتے بیٹھتے ذکر اللہ میں مشغول رہتے، اور اپنی نشست کے لیے کوئی جگہ خاص نہ فرماتے اور لوگوں کو بھی اس سے منع کرتے، جب آپ ﷺ کسی جگہ تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے اور صحابۂ کرام کو بھی آپ ﷺ یہی حکم فرماتے کہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جایا کریں۔

مجلس میں بیٹھنے والے ہر شخص کا حق ادا کرتے اور پوری توجہ دیتے، یہاں تک کہ ہر شخص یہ سمجھتا کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ میرا اکرام فرمارہے ہیں۔ جو شخص آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھتا یا آپ ﷺ کے پاس کھڑا ہوتا تو جب تک وہ خود اجازت نہ مانگتا آپ ﷺ اس سے علیحدہ نہ ہوتے، اگر کوئی ضرورت مند آپ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کرتا تو آپ ﷺ اس کی ضرورت پوری کرتے۔ اور اگر وہ چیز نہ ہوتی تو نرمی سے جواب دے دیتے۔

آپ ﷺ تمام لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے پیش آتے اور لوگوں کے ساتھ والد جیسی شفقت سے فرماتے۔ حق بات میں آپ ﷺ کے نزدیک سب برابر تھے، اور فضیلت کا معیار صرف تقویٰ تھا (یعنی صرف تقویٰ کی وجہ سے بعض حضرات کو دوسروں پر فضیلت دیتے تھے)۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آں حضرت ﷺ کی مجلس حلم و علم، حیا و صبر اور امانت والی مجلس ہوتی تھی جس میں نہ شور ہوتا تھا، نہ کسی کی بے عزتی کی جاتی تھی اور نہ دوسروں کی غلطیوں کی اشاعت کی جاتی تھی۔ تمام اہل مجلس آپس میں برابر شمار کیے جاتے، اور تقویٰ کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ تواضع سے پیش آتے، بڑوں کی عزت کرتے، چھوٹوں پر شفقت کرتے، ضرورت مندوں کی مدد کرتے اور اجنبی مسافروں کی خبر گیری اور معاونت کرتے تھے۔

آپ ﷺ کا اہل مجلس والوں کے ساتھ برتاؤ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آں حضرت ﷺ اہل مجلس سے کس قسم کا برتاؤ کرتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا:

نبی کریم ﷺ اہل مجلس کے ساتھ بہت ہی خندہ پیشانی اور خوش خلقی سے پیش آتے تھے، آپ ﷺ کا مزاج مبارک نرم تھا، کسی بات میں لوگوں کو اگر یہ ضرورت ہوتی کہ آپ ﷺ ان کی حمایت کریں تو آپ ﷺ آسانی سے ان کے ساتھ مل جاتے تھے۔ آپ ﷺ نہ سخت دل تھے نہ سختی سے بات کرتے تھے، نہ چلا کر بولتے تھے اور نہ گالم گلوچ کرتے تھے، نہ لوگوں کے عیب بیان کرتے اور نہ بے جا تعریف کرتے تھے، آپ ﷺ کو جو بات ناپسند ہوتی آپ ﷺ اس سے اس طرح بے توجہی فرماتے کہ گویا وہ بات سنی ہی نہیں۔

آں حضرت ﷺ نے خود کو تین باتوں سے بچا رکھا تھا:

(۱) دکھلاوے سے (۲) زیادہ باتیں کرنے سے (۳) بے کار باتیں کرنے سے۔

اور تین چیزوں سے دوسرں کو بچا رکھا تھا:

(۱) کسی کی مذمت کرنے سے (۲) کسی کو عار دلانے سے (۳) کسی کا عیب تلاش کرنے سے۔

آپ ﷺ صرف وہی گفتگو فرماتے جس میں ثواب ملتا، جب آپ ﷺ بات کرتے تو سننے والے اس طرح سر جھکا کر بیٹھتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (جو ذرا سی جنبش سے اڑ جائیں گے) اور جب آپ ﷺ خاموش ہو جاتے تو پھر جسے کوئی بات

کرنی ہوتی وہ عرض کرتا، آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والے آپس میں جھگڑتے نہیں تھے، جب ان میں سے کوئی ایک شخص بات شروع کرتا تو جس وقت تک وہ اپنی بات مکمل نہ کرلیتا سب خاموش رہتے۔ آپ ﷺ ہر ایک کی بات توجہ سے سنتے۔ اگر ہنسنے والی بات ہوتی تو اس پر آپ ﷺ بھی تبسم فرماتے اور جو بات قابل تعجب ہوتی اس پر تعجب فرماتے، مجلس کے اندر آپ ﷺ بالکل خاموش نہیں بیٹھے رہتے تھے بلکہ دوسرے حضرات کی طرح شریک گفتگو ہوتے تھے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ بے علم دیہاتی بھی مجلس میں آجاتے اور اپنی کم علمی اور جہالت کی وجہ سے مسائل پوچھنے میں (دیہاتی طریقہ کے مطابق) نامناسب رویہ اختیار کرتے اور بعض ایسے سوالات بھی کرلیتے جو عام صحابۂ کرام جھجک اور بے ادبی کے خوف کی وجہ سے نہیں کرتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ ان کی سچی طلب کی قدر فرماتے اور ان سے مناسب انداز سے در گزر فرماتے۔

آں حضرت ﷺ ضرورت مند کی مدد کرنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے، اپنی تعریف کو پسند نہ فرماتے، ہاں اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے حسن سلوک کے بدلے میں تعریف کرتا تو خاموش رہتے کیوں کہ احسان پر شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ دوران کلام کسی کو ٹوکتے نہیں تھے، البتہ اگر کوئی شخص غیر ضروری بات کرتا تو آپ ﷺ اسے منع کردیتے یا اسے خاموش کرانے کے لیے مجلس سے اٹھ جاتے۔

آں حضرت ﷺ کی خاموشی

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد ماجد سے آں حضرت ﷺ کی خاموشی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

آں حضرت ﷺ کی خاموشی چار وجہ سے ہوتی تھی۔

(۱) حلم کی وجہ سے: یعنی کوئی بات ایسی نہ ہوتی جو آپ ﷺ کو غضب ناک کر دیتی کہ آپ ﷺ آپے سے باہر ہو جاتے۔

(۲) انداز کی رعایت کی وجہ سے: آپ ﷺ حاضرین میں سے ہر ایک کی طرف یکساں متوجہ رہتے۔ اور ہر ایک کی پریشانی یکساں طور پر سنتے۔

(۳) تفکر کی وجہ سے: آپ ﷺ ہر وقت آخرت کے امور کے بارے میں متفکر رہتے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا کے فنا ہونے کو بھی سوچتے رہتے تھے۔

(۴) بیدار مغزی کی وجہ سے: آپ ﷺ اپنی بیدار مغزی کے سبب چار چیزوں کا خاص خیال فرماتے:

ا۔ اچھے کام اختیار فرماتے تاکہ دوسرے لوگ آپ ﷺ کی اقتداء کر سکیں۔

ب: بری بات کو چھوڑ دیتے تاکہ اور لوگ بھی باز رہیں۔

ج: آپ ﷺ اپنی امت کی بہتری کے لیے ہمہ وقت متفکر رہتے۔

د: آپ ﷺ ہمہ وقت امت کے ان کاموں میں لگے رہتے جن سے ان کی دنیا و آخرت دونوں کی بہتری ہوتی۔

وصل (۳)

آں حضرت ﷺ کا حلیہ مبارکہ

کتب احادیث میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک بڑی تعداد سے آں حضرت ﷺ کا حلیہ مبارک تفصیلاً مذکور ہے۔ جسے ہم حصول ثواب کی غرض سے ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر سمرۃ رضی اللہ عنہ بن، حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت معرض رضی اللہ عنہ بن معیقیب، حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ، حضرت عداء رضی اللہ عنہ بن خالد، حضرت خریم رضی اللہ عنہ بن فاتک اور حضرت حکیم رضی اللہ عنہ بن حزام روایت کرتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کا رنگ مبارک چمکدار، آنکھیں بڑی، پتلیاں بہت سیاہ اور آنکھ میں سرخ رنگ کے ڈورے تھے۔ آپ ﷺ کی پلکیں دراز، ابرو خمدار اور آپس میں ملی ہوئی نہیں تھیں بلکہ ان میں تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ ناک مبارک بلندی کی طرف مائل

تھی۔ دانت بالکل ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں کچھ فاصلہ تھا (جس سے ان کی خوبصورتی میں اضافہ ہو گیا تھا) آپ ﷺ کا چہرہ انور گول تھا جو چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کی ڈاڑھی مبارک گھنی تھی جو سارے سینہ مبارک پر پھیلی ہوئی تھی، آپ ﷺ کا سینہ مبارک کشادہ اور پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھے، دونوں کندھے بڑے اور ہڈیاں مضبوط تھیں۔ آپ ﷺ کی کلائیاں اور پنڈلیاں وغیرہ گٹھی ہوئی تھیں، دونوں ہتھیلیاں اور پاؤں مبارک کشادہ تھے، سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک باریک سی لکیر تھی، آپ ﷺ کا قد مبارک میانہ تھا۔ نہ تو بہت زیادہ لمبا اور نہ ٹھگنا کہ اعضا ایک دوسرے میں دھنسے ہوئے ہوں۔ لیکن دیکھنے میں آپ ﷺ کا قد لمبا معلوم ہوتا تھا۔

چلنے میں کوئی شخص بھی آپ ﷺ کا ساتھ نہ دے سکتا تھا (آپ ﷺ کی رفتار میں تیزی تو تھی مگر اس میں تکلف نہ تھا) آپ ﷺ کے سر کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ گھنگریالے، بلکہ ان میں تھوڑا سا خم تھا۔ جب تبسم کے دوران (یا بات کرتے ہوئے) آپ ﷺ کے دانت مبارک ظاہر ہوتے تو ایسا محسوس ہوتا جیسے بجلی چمک رہی ہو یا جیسے بارش کے اولے ہوں۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو سامنے کے دانتوں سے ایک نور سا نکلتا ہوا محسوس ہوتا تھا، آپ ﷺ کی گردن مبارک نہایت خوبصورت تھی، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک نہ پھولا ہوا تھا اور نہ بالکل گول بلکہ اس میں ہلکی سی گولائی تھی، آپ ﷺ کا جسم مبارک گٹھا ہوا اور اعضا متناسب تھے۔

دوسری روایتوں میں ہے کہ آپ ﷺ کی آنکھوں میں سفیدی کے ساتھ سرخی تھی۔ آپ ﷺ کے جوڑوں کی ہڈیاں بڑی تھیں۔ آپ ﷺ جب چلتے تو پورا پاؤں زمین پر رکھتے اور آپ ﷺ کے تلوے زیادہ گہرے نہیں تھے۔ (کتاب الشفاء ملخصاً)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی دونوں ہتھیلیاں اور قدم مبارک پر گوشت تھے، آپ ﷺ کا سر مبارک بڑا اور جوڑوں کی ہڈیاں بڑی تھیں۔ آپ ﷺ کا قد مبارک نہ تو بہت لمبا تھا نہ ٹھگنا، آپ ﷺ کا جسم مبارک گٹھا ہوا تھا، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک گولائی لیے ہوئے تھا، رنگ مبارک سفید تھا اور اس میں سرخی چمکتی تھی۔

آپ ﷺ کی آنکھیں سیاہ اور پلکیں لمبی تھیں، آپ ﷺ کے کندھے اور ان کی ہڈیاں چوڑی تھیں۔ اور آپ ﷺ کے جسم مبارک پر بال نہ تھے البتہ سینے سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک سی لکیر تھی۔ جب آپ ﷺ کسی کی جانب دیکھنا چاہتے تو پورا بدن گھماتے صرف گردن گھما کر نہیں دیکھتے تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ ﷺ خاتم النبیین تھے۔ (شمائل ترمذی)

جب آپ ﷺ کسی کی طرف دیکھتے تو ایسا لگتا جیسے آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے حالاں کہ سرمہ لگا ہوا نہیں ہوتا تھا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا رنگ سفید تھا جس میں ملاحت تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ میانہ قد، متناسب اعضا اور گندمی رنگ والے تھے، آپ ﷺ کے سر کے بال کان کی لو تک بڑھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے سرخ دھاری دار جوڑا زیب تن کیا ہوا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ نہ بالکل سفید تھا اور نہ ہی زیادہ سانولا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چالیس برس کی عمر کے بعد آپ ﷺ کو نبی بنایا۔ پھر تیرہ برس آپ ﷺ مکہ میں رہے (کما قالہ ابن عباس) اور آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے دس برس مدینہ میں قیام فرمایا اور تریسٹھ برس کی عمر میں آپ کی وفات ہو گئی۔ (کما قال ابن عباس رضی اللہ عنہ)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر روایات تریسٹھ برس کی ہی ہیں۔

تریسٹھ برس کی عمر میں بھی آں حضرت ﷺ کی ڈاڑھی مبارک اور سر کے بال سیاہ تھے۔ اور وفات کے وقت تک ڈاڑھی اور سر کے ملا کر کل سترہ بال سفید تھے، باقی سب سیاہ تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا، وہ کبوتر کے انڈے کی طرح سرخ اور ابھری ہوئی تھی۔

حضرت سائب رضی اللہ عنہ بن یزید فرماتے ہیں کہ مہر نبوت مسہری کی گھنڈی

جیسی تھی۔

حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہرِ نبوت بالوں کا مجموعہ تھی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی پشت مبارک پر گوشت کا ایک ٹکڑا ابھرا ہوا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مہرِ نبوت مٹھی کی طرح تھی اور اس کے گرد مسوں کی مانند تل تھے۔ (یہ سب روایات ایک دوسرے کے خلاف نہیں، مہر نبوت میں ان سب اوصاف کا جمع ہونا ممکن ہے)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی بالوں والا (یعنی زلفوں والا) سرخ جوڑا پہنے ہوئے آپ ﷺ سے زیادہ حسین و جمیل اور خوبصورت نہیں دیکھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور میں سورج چل رہا ہے اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بات کرتے تو دیواروں پر چمک پڑتی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا آں حضرت ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح صاف شفاف تھا؟ انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ سورج اور چاند کی مانند گول تھا۔ (تلوار کے ساتھ تشبیہ دینے میں یہ نقص تھا کہ وہ گول نہیں ہوتی)

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ دور سے سب سے زیادہ جمیل اور نزدیک سے سب سے زیادہ شیریں اور حسین معلوم ہوتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو آپ ﷺ سے پہلی مرتبہ ملتا مرعوب ہو جاتا اور جو شخص ملتا رہتا وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرنے لگتا۔ میں نے آپ ﷺ جیسا (صاحب کمال و صاحب جمال) نہ آپ (ﷺ) سے پہلے کوئی دیکھا اور نہ آپ (ﷺ) کے بعد۔

وصل (۴)

آں حضرت ﷺ کی مہک

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کسی عنبر، کسی مشک اور کسی خوشبودار چیز کو آں حضرت ﷺ کی مہک سے زیادہ خوشبودار نہیں پایا۔

آپ ﷺ کسی سے مصافحہ کرتے تو سارا دن اس شخص کو مصافحہ کی خوشبو آتی رہتی، اور اگر کسی بچے کے سر پر دست شفقت رکھ دیتے تو وہ آپ ﷺ کے دست اقدس کی خوشبو کے سبب دوسروں میں ممتاز ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر پر آرام فرماتے تھے، آپ کو پسینہ آیا تو ان کی والدہ اس پسینے کو ایک شیشی میں جمع کرنے لگیں۔ آپ ﷺ نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو فرمانے لگیں کہ اسے ہم اپنی خوشبو میں ملائیں گے، یہ پسینہ اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی راستے سے گزرتے (تو وہ راستہ خوشبو سے مہک جاتا) اور کوئی شخص آپ ﷺ کی تلاش میں نکلتا تو خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ ﷺ اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں۔

امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خوشبو کسی عطر وغیرہ کی نہیں ہوتی تھی بلکہ آں حضرت ﷺ کے بدن مبارک سے پھوٹتی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے سواری پر نبی کریم ﷺ کے پیچھے بیٹھنے کا موقع ملا اور میں نے مہر نبوت کو بوسہ دیا تو اس سے مشک کی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔

جب آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو زمین آپ ﷺ کے فضلے کو نگل لیتی اور اس جگہ نہایت عمدہ اور پاکیزہ خوشبو آنے لگتی تھی (**کما روت عائشہ رضی اللہ عنہا**) اسی لیے بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے فضلات پاک تھے۔

جنگ احد میں جب آپ ﷺ زخمی ہوئے تو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ

نے آپ ﷺ کے زخم کا خون چوس لیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے کبھی جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

ایک موقع پر آپ ﷺ نے پچھنے لگوائے تو جو خون نکلا وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے پی لیا، حضرت برکت رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کی خادمہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا پیشاب پیا تو وہ انہیں میٹھے اور نفیس پانی کی طرح لگا۔

آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے، آپ ﷺ کی ناف کٹی ہوئی تھی اور سرمہ لگا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے آپ (ﷺ) کو پاک صاف پیدا کیا۔ آپ ﷺ کے بدن پر کوئی آلودگی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اور آپ ﷺ کے سونے سے آپ ﷺ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔ اور آپ ﷺ گہری نیند سے اٹھ کر بغیر وضو کیے بھی نماز ادا فرما لیتے تھے۔

وصل (۵)

آپ ﷺ کی بصارت و بصیرت

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ۷۱ کتابیں پڑھیں۔ سب میں یہ مضمون تھا کہ نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ عقل مند اور سب سے عمدہ رائے والے تھے۔ آپ ﷺ اندھیرے میں بھی روشنی کی طرح دیکھتے تھے (کمارَوت عائشہ رضی اللہ عنہا)۔ دور سے بھی ایسے دیکھتے تھے جیسے نزدیک سے دیکھتے تھے، اور اپنے پیچھے سے بھی ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے سامنے سے دیکھتے تھے۔

آپ ﷺ نے نجاشی کا جنازہ حبشہ میں دیکھ لیا تھا اور اس کی نماز جنازہ ادا کی تھی۔ (سفر معراج سے واپسی پر) جب آپ ﷺ نے قریش کے سامنے بیت المقدس کا نقشہ بیان کیا تو اس وقت آپ ﷺ نے مکہ معظّمہ میں بیٹھے بیٹھے بیت المقدس کو دیکھ لیا تھا۔ اور جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی تو اس وقت (مدینہ میں بیٹھے) خانہ کعبہ کو دیکھ لیا تھا۔ اور آپ ﷺ کو ثریا پر گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے۔

وصل (۶)

آپ ﷺ کے بدن کی قوت

آپ ﷺ (کی قوت کی یہ کیفیت تھی کی آپ ﷺ) نے عرب کے مشہور پہلوان رکانہ کو کشتی میں شکست دے دی تھی۔ اس کا قصہ یوں ہوا کہ جب آپ ﷺ نے رکانہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے اس شرط پر اسلام قبول کرنے کا وعدہ کیا کہ آپ ﷺ انہیں کشتی میں شکست دے دیں۔ چناں چہ وہ تین بار آپ ﷺ کے مقابلے پر آیا لیکن آپ ﷺ سے تینوں بار ہی اسے شکست ہوئی۔

آپ ﷺ (بلا تکلف) تیز چلتے تھے یوں لگتا تھا کہ زمین آپ ﷺ کے لیے لپیٹ دی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بہت کوشش کرتے کہ آپ ﷺ کے ساتھ چل سکیں لیکن باوجود کوشش کے ہم آپ ﷺ کا ساتھ نہ دے سکتے۔ جبکہ آپ ﷺ بغیر کسی اہتمام کے ہی تیز چلتے تھے اور ہم اہتمام کے باوجود آپ ﷺ کا ساتھ نہ دے سکتے۔ آپ ﷺ ہنستے نہیں تھے، صرف مسکراتے تھے۔ اور جب آپ ﷺ کسی کی طرف دیکھتے تو مکمل گھومتے تھے۔ صرف گردن نہیں گھماتے تھے۔

وصل (۷)

آپ ﷺ کی بعض خصوصیات

آں حضرت ﷺ کو جامع کلمات عطا فرمائے گئے۔ آپ ﷺ کے لیے تمام روئے زمین کو مسجد (جہاں چاہیں نماز ادا فرمالیں) اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا (یعنی پاک مٹی سے تیمّم کی اجازت دی گئی)، آپ ﷺ کے لیے مال غنیمت کو حلال کیا گیا، آپ ﷺ کو شفاعت کبری اور مقام محمود سے نوازا گیا۔ آپ ﷺ جن وانس اور تمام مخلوقات کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔

وصل (۸)

آپ ﷺ کی گفتگو، کھانا اور بیٹھنا وغیرہ

آں حضرت ﷺ عرب کی سب زبانیں جانتے تھے۔

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ شیریں اور واضح گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ نہ بہت زیادہ گفتگو فرماتے تھے نہ بہت کم۔ آپ ﷺ کی گفتگو ایسے ہوتی تھی جیسے (کسی لڑی میں) موتی کے دانے پرو دیے گئے ہوں۔

آں حضرت ﷺ کم کھاتے اور کم سوتے تھے۔ کھاتے ہوئے کسی قسم کی ٹیک نہیں لگاتے تھے نہ گدے وغیرہ کی اور نہ ہاتھ کی۔ آپ ﷺ اکڑوں بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے، اور فرمایا کرتے تھے کہ میں غلام کی طرح کھاتا اور غلام کی طرح بیٹھتا ہوں۔

آں حضرت ﷺ داہنی کروٹ پر سویا کرتے تھے کیوں کہ اس سے کم سونے میں مدد ملتی ہے۔

وصل (۹)

آپ ﷺ کی بعض صفات

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو تیس مردوں کے برابر قوت عطا کی گئی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کو ہمبستری میں چالیس مردوں کی قوت دی گئی تھی۔

آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے اور لوگوں پر چار چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے:

(۱) سخاوت (۲) شجاعت (۳) مردانہ قوت (۴) مقابل پر غلبہ۔

نبوت ملنے سے پہلے بھی آپ ﷺ وجیہ تھے اور بعد میں بھی۔

حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو ہیبت سے کانپنے لگیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے مسکین خاتون! اپنے دل کو قابو رکھ (یعنی ڈرو مت)۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عقبہ بن عمرو آپ ﷺ کے

سامنے کھڑے ہوئے تو خوف سے کانپنے لگے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: مطمئن رہو ! میں کوئی جابر بادشاہ نہیں ہوں۔

نبی کریم ﷺ کو (عالم کشف میں) روئے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی گئیں اور آپ ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں حجاز، یمن، تمام جزیرہ عرب، شام کے نواحی علاقے اور عراق فتح ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں مال غنیمت کا پانچواں حصہ، صدقات اور عشر پیش کیے جاتے تھے اور بادشاہوں کی طرف سے بھیجے گئے ہدایا بھی پیش ہوتے تھے لیکن آں حضرت ﷺ ان سب کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ فرماتے اور مسلمانوں کو عطا فرما دیتے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اگر میرے لیے احد پہاڑ سونا بن جائے تو رات تک اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس بچا رہے۔ جو کسی ضرورت مند کے لیے میں اپنے پاس رکھوں۔

یہ آپ ﷺ کی کمال سخاوت ہے۔ اور اسی سخاوت کی وجہ سے آپ ﷺ مقروض رہتے تھے یہاں تک کہ وفات کے وقت آپ ﷺ کی زرہ مبارک اہل و عیال کے اخراجات میں گروی رکھی ہوئی تھی۔

آپ ﷺ اپنی ذاتی ضروریات لباس وغیرہ کے معاملے میں بقدر ضرورت پر اکتفا فرماتے تھے۔ اکثر اوقات آپ ﷺ موٹا کھیس اور موٹی چادر پہنتے اور (بسا اوقات) سونے کے تار والی دیباج کی قبائیں صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرما دیتے۔ اور جو موجود نہ ہوتے ان کے لیے رکھ لیتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ ﷺ کا اخلاق قرآن کریم ہے۔ اس کی خوشی آپ ﷺ کو خوش کرتی اور اس کی ناراضگی آپ ﷺ کو ناراض کرتی تھی (یعنی آپ کی خوشی اور ناراضگی قرآن کی تابع تھی) حتیٰ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ (ﷺ) خلق عظیم پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی فطرت میں اعلیٰ اخلاق، سنجیدہ طبیعت، اور معتدل مزاج رکھ دیا تھا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پیدائش کے وقت آپ (ﷺ) کے دونوں ہاتھ زمین کی طرف کھلے ہوئے تھے اور سر آسمان کی طرف اٹھا ہوا تھا۔

وصل (۱۰)

آں حضرت ﷺ کی عصمت

آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے: جب سے میں نے ہوش سنبھالا مجھے بتوں اور شعر گوئی سے نفرت تھی، اور کسی خلاف شرع کام کا میرے دل میں کبھی خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔ ہاں دو بار ایسا ہوا، لیکن اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی اور اس کے بعد کبھی دل میں بھی خیال پیدا نہیں ہوا۔

وصل (۱۱)

آپ ﷺ کے چند اوصاف

آپ ﷺ بے انتہا قوت برداشت کے مالک اور لوگوں کی اذیت رسانی پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ برائی کرنے والے سے درگزر کرتے اور بد سلوکی کرنے والے سے بھی حسن سلوک کے ساتھ پیش آتے۔ جو آپ ﷺ کو نہ دیتا تھا آپ ﷺ اسے بھی عطا فرما دیتے تھے اور اپنے اوپر ظلم کرنے والے کو بھی معاف فرما دیتے تھے۔

جب آپ کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو امت کی رعایت کرتے ہوئے ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے، بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہوتا۔ کیوں کہ تجربہ ہے کہ جس کی اپنی طبیعت میں آسانی ہوتی ہے وہ دوسروں کے لیے بھی آسانی کو ہی پسند کرتا ہے۔

آں حضرت ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔

جنگ احد میں عتبہ بن ابی وقاص نے آپ ﷺ کو ایک پتھر کھینچ مارا جس سے آپ ﷺ کے دائیں جانب کے نیچے کے چار دانت ٹوٹ گئے اور آپ ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے ان کے حق میں بددعا کرنے کے لیے عرض کی تو آپ ﷺ نے بددعا کرنے کی بجائے یہ دعا فرمائی:

اے میرے رب! میری قوم کو ہدایت عطا دیجیے! وہ جانتے نہیں (سیرت ابن ہشام)۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کے علاوہ کبھی کسی

کو نہیں مارا۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی مرد، عورت، خادم اور جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے انکار فرمادیا ہو۔

مَـاقَــالَ لَاقَــطُّ اِلَّا فِــیْ تَـشَـھُّـدِہٖ
لَــوْ لَاالتَّشَہُّدُ کَــانَــتْ لَاؤُہٗ نَعَمْ

آپ ﷺ کی زبان مبارکہ پر تشہد کے علاوہ کبھی ”نہیں“ کا لفظ نہیں آیا اور اگر تشہد میں ”لا“ نہ ہوتا تو آپ کا ”نہیں“ بھی ”ہاں“ ہی ہوتا۔

آپ ﷺ ضعیفوں کا بوجھ اٹھالیتے، غریبوں کی کفالت کرتے، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے اور حق بات میں اس کی مدد فرماتے۔

آپ ﷺ کے پاس ایک مرتبہ نوے ہزار درہم آئے، انہیں آپ ﷺ کے سامنے چٹائی پر رکھ دیا گیا، آپ ﷺ تقسیم فرماتے رہے، اور کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا، یہاں تک کہ ساری دولت ختم ہو گئی۔ پھر ایک شخص آیا اور اس نے اپنی ضرورت کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس تمہیں دینے کے لیے اب کوئی چیز نہیں بچی۔ اس طرح کرو کہ جس چیز کی تمہیں ضرورت ہے وہ میرے نام پر کسی سے ادھار خرید لو! جب میرے پاس پیسے آئیں گے تو میں یہ قرض چکادوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جو چیز آپ (ﷺ) کی قدرت میں نہیں ہے آپ (ﷺ) کو اس کے کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات کو ناپسند کیا۔ پھر ایک انصاری صحابی نے کہا کہ یا رسول اللہ! فراخی کے ساتھ خرچ کریں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمی کا خوف نہ فرمائیں۔ ان کی بات سن کر آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر پسندیدگی اور بشاشت کے آثار پیدا ہوئے اور آپ ﷺ مسکرانے لگے۔ (ترمذی)

نبی کریم ﷺ کل کے لیے کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ خیر کے کاموں میں تیز بارش برسانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔

وصل (۱۲)

آں حضرت ﷺ کے اوصاف اور طرز معاشرت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے زیادہ بہادر، طاقتور، سخی اور خوش اخلاق شخص نہیں دیکھا۔ جنگ بدر میں (جس وقت لڑائی شدت اختیار کر جاتی تو) ہم نبی کریم ﷺ کی آڑ میں پناہ لیتے تھے۔ اور جو شخص میدان جنگ میں اس وقت نبی کریم ﷺ کے پاس ہوتا جس وقت آپ دشمن کے قریب ہوتے تھے تو وہ شخص بہت بہادر اور دلیر شمار ہوتا تھا کیوں کہ اسے بھی دشمن کے قریب رہنا پڑتا تھا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ باپردہ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرم وحیاء والے تھے اور آپ (ﷺ) کا جسم مبارک بہت نرم اور لطیف تھا۔

آپ ﷺ کسی شخص سے ناگوار بات نہ فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نہ آپ ﷺ کی طبیعت میں سختی تھی اور نہ آپ ﷺ بہ تکلف سخت بات کہتے تھے۔ آپ ﷺ بازار میں (بھی) خلاف وقار بات نہیں کرتے تھے، اور برائی کا بدلہ برائی سے دینے کی بجائے معاف فرما دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شدت حیا کی وجہ سے آپ ﷺ کی نگاہیں کسی کے چہرے پر نہیں ٹھہرتی تھیں۔ اگر کبھی ضرورت کی بنا پر کسی نامناسب چیز کا اظہار کرنا پڑتا تو آپ ﷺ اشارے سے بیان فرماتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ سچے، نرم طبیعت اور کھلے دل والے تھے۔ لوگوں سے میل جول میں بہت کریم تھے، مرد، عورت، غلام، آزاد اور باندی اور امیر غریب جو بھی دعوت دیتا آپ ﷺ اس کی دعوت قبول فرما لیتے اور ان کا ہدیہ قبول فرماتے اگرچہ وہ (ہدیہ یا دعوت کا کھانا) گائے یا بکری کا پایا ہی ہوتا۔ اور ہدایا کا بدلہ بھی دیتے تھے۔ مدینہ کے آخری کنارہ پر بھی کوئی مریض ہوتا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔ آپ ﷺ معذرت کرنے والے کا عذر قبول فرماتے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مصافحہ

کرنے میں پہل کرتے۔

آپ ﷺ کو مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا گیا کہ جس سے دوسروں کے لیے جگہ تنگ ہو جائے۔ جو شخص آپ ﷺ کے پاس آتا اس کا اکرام فرماتے، بعض اوقات اپنی چادر اس کے لیے بچھا دیتے اور خود گدہ تکیہ وغیرہ چھوڑ کر اسے دے دیتے۔ آپ ﷺ دوران کلام کسی کو ٹوکتے نہیں تھے۔ نزول وحی اور وعظ و خطبہ کے علاوہ آپ ﷺ بہت خوش مزاج ہوتے اور آپ ﷺ کے چہرے پر مسکراہٹ رہتی تھی۔ بعض وفود کی آپ ﷺ خود خدمت فرماتے جیسا کہ نجاشی بادشاہ کے وفد کی آپ ﷺ نے خود خدمت فرمائی۔

آں حضرت ﷺ قیامت کے دن تمام اولاد آدم کے سردار ہوں گے، سب سے پہلے آپ ﷺ کی قبر مبارک کھلے گی اور آپ ﷺ باہر تشریف لائیں گے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ ہی شفاعت کریں گے اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

آپ ﷺ کے مزاج میں بہت زیادہ عاجزی تھی۔ آپ ﷺ گدھے پر بھی سوار ہو جاتے اور بسا اوقات اپنے ساتھ کسی کو سواری پر بھی بٹھا لیتے تھے۔ آپ ﷺ غریبوں کی عیادت کرتے، محتاجوں اور فقیروں کے پاس بیٹھتے، اپنے کپڑے میں جوں دیکھ لیتے (یعنی اگر کبھی یہ خیال ہوتا کہ کسی دوسرے کی جوں آپ پر نہ چڑھ گئی ہو تو اس کے دیکھنے کے لیے خادم کا انتظار نہ فرماتے بلکہ خود ہی دیکھ لیتے) اپنی بکری کا دودھ خود نکال لیتے، کپڑوں میں پیوند لگا لیتے، جوتی سی لیتے اور گھر کے کام کاج بھی خود فرما لیا کرتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دے لیتے، خادم کے ساتھ کھانا کھا لیتے، اس کے ساتھ آٹا گندھوا دیتے اور بازار سے اپنا سودا خود لے آتے تھے۔

آپ ﷺ سب سے زیادہ سچے، عادل، احسان کرنے والے اور پاک دامن تھے۔ یہاں تک کہ جب جنگ بدر میں اخنس بن شریق نے ابو جہل سے پوچھا کہ یہاں میری اور تیری بات سننے والا کوئی شخص موجود نہیں تو مجھے یہ بتا کہ محمد (ﷺ) جھوٹے ہیں یا سچے؟ تو ابو جہل نے آپ ﷺ کا جانی دشمن ہونے کے باوجود یہی جواب دیا کہ خدا کی قسم! محمد ﷺ سچے ہیں، انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

وصل (۱۳)

آپ ﷺ کی چند عادات مبارکہ

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار ہوتے تھے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آں حضرت ﷺ مجلس میں بیٹھتے تو اکثر اوقات دونوں پاؤں کھڑے کرکے ان کے گرد ہاتھوں سے حلقہ بنا کر بیٹھتے تھے۔ (یہ بیٹھنے کا بہت ہی متواضعانہ انداز ہے)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ چہار زانو بھی بیٹھتے تھے اور بعض اوقات بغل میں ہاتھ دے کر اکڑوں بھی بیٹھتے تھے۔ آپ ﷺ نہ بہت تیز چلتے تھے نہ آہستہ۔ آپ کی طبیعت میں گھبراہٹ اور سستی نہیں بلکہ طمانینت ہوتی تھی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی گفتگو بالکل واضح ہوتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ ﷺ اس طرح بات فرماتے تھے کہ اگر کوئی (آپ ﷺ کے الفاظ) شمار کرنا چاہتا تو آسانی سے شمار کر سکتا تھا۔ آپ ﷺ خوشبودار چیز کو پسند فرماتے اور کثرت سے خوشبو استعمال فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کے استعمال کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ ﷺ کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک نہیں مارتے تھے۔

آپ ﷺ کو انگلیوں اور جوڑوں کی ہڈیاں صاف رکھنا پسند تھیں۔ (کیوں کہ عام طور پر یہاں میل جمع ہو جاتا ہے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی تین دن مسلسل پیٹ بھر کر روٹی نہیں کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: آپ ﷺ کا بستر ایک ٹاٹ تھا۔ اور گاہے آپ ﷺ چارپائی پر بھی آرام فرماتے جو کھجور کے بان کی بنی ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پہلوؤں پر اس کا نشان پڑ جاتا تھا۔

وصل (۱۴)

آپ ﷺ کی گزر اوقات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، آپ ﷺ کو امیری سے زیادہ فاقہ پسند تھا۔ آپ ﷺ دن بھر بھوکے رہتے اور ساری رات بھوک سے کروٹیں بدلتے گزار دیتے۔ اگر آپ ﷺ چاہتے تو آپ ﷺ کو زندگی کی ہر عیش میسر آسکتی تھی اور روئے زمین کے خزانے آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر ہو سکتے تھے لیکن آپ ﷺ کا ارشاد تھا کہ مجھے دنیا سے کیا لینا۔ مجھ سے پہلے میرے بھائیوں (انبیاء علیہم السلام) نے اس سے زیادہ سخت حالت پر صبر کیا اور اسی حالت میں دنیا سے چلے گئے۔

وصل (۱۵)

خوف خداوندی

آں حضرت ﷺ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کاش! میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔ آپ ﷺ اس قدر نفل نماز پڑھتے کہ قدم مبارک سوج جاتے تھے، آپ ﷺ کی اس حالت پر ترس کھا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: طٰهٰ ۚ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى (ہم نے آپ (ﷺ) پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ (ﷺ) مشکل میں پڑ جائیں) آپ ﷺ نماز پڑھتے تو (شدت غم کی وجہ سے) آپ ﷺ کے سینے سے ہنڈیا کے پکنے کی طرح آواز آتی تھی۔ آپ ﷺ آخرت کی فکر میں ہر وقت غمگین رہتے اور آپ کو کسی پل چین نہیں آتا تھا۔ آپ ﷺ دن میں سو یا ستر مرتبہ استغفار فرماتے تھے۔

یہ استغفار یا تو امت کو سکھانے کے لیے تھا یا اس استغفار سے امت کی مغفرت مقصود تھی اور یا پھر آپ ﷺ اس لیے استغفار فرماتے تھے کہ چوں کہ ہر آن اور ہر لمحہ آپ ﷺ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے قرب کی ترقیات نصیب ہوتی تھیں اور اس قرب میں روز بروز اضافہ ہوتا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ اپنی سابقہ کم ترقی والی حالت

دیکھ کر استغفار فرماتے تھے کیوں کہ قاعدہ ہے **حسنات الابرار سیئات المقربین** (عام) نیک لوگ جسے نیکیاں سمجھتے ہیں، مقربین (خاص لوگ) اسے بھی گناہ سمجھتے ہیں۔

وصل (۱۶)

آپ ﷺ کا حسن وجمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی تمہارے نبی سے زیادہ خوبصورت اور اچھی آواز والا نہیں بھیجا۔

(لیکن اتنے حسن وجمال کے باوجود) عام لوگ آپ ﷺ پر اس طرح عاشق نہیں ہوئے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام پر ہوئے تھے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے آپ ﷺ کا حسن وجمال لوگوں پر پوری طرح ظاہر نہیں فرمایا۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن بھی جس درجہ کا تھا اتنا حضرت یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے علاوہ کسی پر ظاہر نہیں فرمایا۔

وصل (۱۷)

آپ ﷺ کی متواضع اور پاکیزہ طبیعت

آپ ﷺ نہایت بردبار تھے، نہ کسی کو گالی دیتے نہ سخت بات فرماتے اور نہ ہی لعنت کی بددعا دیتے تھے۔ آپ ﷺ قریبی جگہ جانے کے لیے گدھے اور دور جانے کے لیے اونٹنی پر سفر کرتے تھے۔ جنگ کے دوران خچر پر سوار ہوتے تھے۔ اور اگر کوئی مدد کے لیے پکارتا تو جلد پہنچنے کے لیے گھوڑا استعمال فرماتے تھے۔ جنگ میں ثابت قدمی کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے گھوڑے کی بجائے آپ ﷺ خچر پر سواری فرماتے کیوں کہ وہ تیز نہیں بھاگ سکتا۔ باقی معاملات میں تواضع کی وجہ سے گدھے پر سوار ہوتے۔ اور دور کے سفر میں جفاکش جانور کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے اونٹ پر سواری فرماتے۔

آپ ﷺ اپنے پرائے سب ہی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے، جاہل کی بدتمیزی پر صبر فرماتے اور گھر کے کاموں میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے، چادر اوڑھنے میں

اس بات کا خیال رکھتے کہ اس میں سے ہاتھ پاؤں دکھائی نہ دیں (شاید بیٹھنے کی حالت میں ایسا ہوتا ہو) آپ ﷺ کی خندہ پیشانی اور انصاف سب کے لیے عام تھا۔ آپ ﷺ غصے میں بے قابو نہیں ہوتے تھے اور کسی کے خلاف کوئی بات دل میں نہ رکھتے۔ جب آپ ﷺ کی آنکھوں نے بھی کبھی خیانت نہیں کی تو دل کی خیانت کا کیا احتمال۔

آپ ﷺ ہر قسم کے کبیرہ گناہوں اور محققین کے مطابق صغیرہ سے بھی محفوظ تھے۔ آپ ﷺ نے جان بوجھ کر، بھول کر، صحت میں، بیماری میں، سنجیدگی میں، مزاح میں، خوشی میں اور غصے میں کبھی کسی سے وعدہ خلافی نہیں کی اور نہ ہی خلاف حق کوئی بات کہی۔

وصل (۱۸)

آپ ﷺ کی زیبائش

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کے سر کے بال چار بڑے حصوں میں تقسیم تھے۔ (شروع میں آپ ﷺ بغیر مانگ نکالے بالوں کو اکٹھا کرلیا کرتے تھے، بعد میں مانگ نکالنے لگے تھے)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ایک روز کنگھا کرتے اور ایک روز ناغہ فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے خضاب کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا (بال سفید نہ ہونے کی وجہ سے) آپ ﷺ کو خضاب لگانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی، دونوں کنپٹیوں پر گنتی کے چند بال سفید تھے۔ البتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مہندی اور نیل کا خضاب لگایا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بڑھاپے میں آپ ﷺ کے بال سرخ ہوگئے تھے۔

محققین نے ان دونوں کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کے بال پکنے تو لگے تھے مگر بہت کم پکے تھے، کچھ بال سرخ ہوگئے تھے اور کچھ سفید، ان سفید بالوں کو آپ ﷺ نے جان بوجھ کر خضاب نہیں لگایا ہوگا۔ بلکہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سر درد کے وقت سر پر اکثر مہندی لگالیا کرتے تھے جس سے وہ سفید بال سرخ ہوگئے ہوں گے، اس طرح سب روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آں حضرت ﷺ سونے سے پہلے دونوں آنکھوں میں تین تین مرتبہ سرمہ لگاتے تھے، آپ ﷺ کو سفید کپڑا اور کرتہ بہت پسند تھا اور آپ ﷺ کی آستین گٹے تک ہوتی تھی، آپ ﷺ یمنی چادر کو پسند فرماتے تھے اور بعض اوقات بالوں والی سیاہ چادر بھی پہنتے تھے۔ ایک بار آپ ﷺ نے تنگ آستین کا رومی جبہ بھی زیب تن فرمایا ہے۔

آپ ﷺ نے چمڑے کے سیاہ موزے بھی پہنے اور دوران وضو ان پر مسح بھی فرمایا۔

آپ ﷺ کے جوتے کے دو تسمے تھے۔ ایک انگوٹھے اور اس کے برابر والی انگلی میں اور دوسرا درمیان والی انگلی میں اور برابر والی انگلی میں۔ ایڑی کے پیچھے والا تسمہ دہرا تھا۔ نبی کریم ﷺ بال صاف کیے ہوئے چمڑے کے جوتے بھی پہنتے اور وضو کے بعد ان پر پاؤں بھی رکھ لیتے تھے۔ اور گاہے آپ گٹھے ہوئے جوتے میں نماز بھی پڑھ لیتے تھے۔

آپ ﷺ کے پاس ایک چاندی کی انگوٹھی تھی، جس سے آپ ﷺ مہر لگاتے تھے اور کبھی کبھار پہن بھی لیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس انگوٹھی کا نگینہ ”حبشی“ تھا۔

اس کے دو مطلب ہیں یا تو وہ پتھر ملک حبشہ کا تھا یا پھر حبشیوں کی طرح اس کا رنگ سیاہ تھا۔ اور وہ پتھر مہرہ یمانی یا عقیق تھا۔

ان ہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔ (میرے نزدیک اس سے مراد نگینہ رکھنے کا حلقہ ہے، یعنی وہ سونے وغیرہ کا نہ تھا بلکہ چاندی ہی کا تھا)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی انگوٹھی کی چمک گویا میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ انگوٹھی پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا محمد ایک سطر پر رسول ایک سطر پر اور اللہ ایک سطر پر۔ جب آپ ﷺ بیت الخلا تشریف لے جاتے تو انگوٹھی اتار دیتے تھے، آپ ﷺ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔

آپ ﷺ کی تلوار قبیلہ بنی حنیفہ کی بنی ہوئی تھی۔ اس کے دستے کی گھنڈی (یعنی

تلوار میں جس جگہ ہاتھ ہوتا ہے اس کے سرے پر جو روک ہوتی ہے) چاندی کی تھی۔ (یہ جگہ چوں کہ ہاتھ سے مس نہیں کرتی اس لیے چاندی کی ہونے میں کوئی حرج نہیں) جنگ احد میں آپ ﷺ نے دو زرہیں اور فتح مکہ کے دن خود (لوہے کی ٹوپی) پہنا ہوا تھا۔

آں حضرت ﷺ جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملے کو دونوں کاندھوں کے درمیان چھوڑ دیتے تھے، اور کبھی آپ ﷺ بغیر شملے کے عمامہ باندھتے تھے اور کبھی ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھتے اور کبھی بغیر ٹوپی کے اور کبھی عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی ہی پہن لیتے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا۔ آپ ﷺ آدھی پنڈلی تک چادر باندھتے تھے اس سے نیچے باندھنے کی بھی اجازت دی مگر ٹخنوں سے اوپر اوپر تک۔

جب آپ ﷺ بیٹھتے تو دونوں پاؤں کھڑے کر کے ان کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بنا لیتے تھے۔ آپ ﷺ مسجد میں ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر چت بھی لیٹ جاتے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آں حضرت ﷺ کو بائیں کروٹ پر تکیے سے سہارا لگائے بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ پر ایک قطری (بحرین کے علاقے کا) کپڑا تھا۔ اور آپ ﷺ نے اسے بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈال رکھا تھا۔ اور آپ ﷺ نے اسی حالت میں لوگوں کو نماز بھی پڑھائی۔

وصل (۱۹)

کھانے سے متعلق آپ ﷺ کی عادات

کھانے سے فارغ ہو کر آپ ﷺ اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے تھے۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔

آپ ﷺ تین انگلیوں سے کھانا کھاتے اور فارغ ہو کر انہیں چاٹ لیتے تھے۔ اور اکثر آپ ﷺ جو کی روٹی کھایا کرتے تھے۔

آپ ﷺ نے نہ کبھی میز پر کھانا کھایا اور نہ چھوٹی پلیٹ میں۔ بلکہ آپ ﷺ دستر خوان پر کھانا تناول فرماتے تھے۔آں حضرت ﷺ کے لیے چپاتی کبھی نہیں بنی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ سرکہ، زیتون کا تیل اور میٹھی چیز، اور شہد اور کدو کو پسند فرماتے تھے۔آپ ﷺ نے مرغ، سرخاب، بکری، اونٹ اور گائے کا گوشت بھی تناول فرمایا ہے۔ آپ ﷺ ثرید کو پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ فلفل (سیاہ مرچ) کا مصالحہ بھی کھاتے تھے۔ آپ ﷺ کچی تازہ کھجوریں، چھوارے، چقندر حیس اور (کھجور گھی اور پنیر کا مالیدہ) بھی کھاتے تھے۔ آپ ﷺ کو کھرچن بھی پسند تھی۔

آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ کھانے کی برکت کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے میں ہے۔آپ ﷺ ککڑی کے ساتھ کھجور کھاتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ تربوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر کھاتے اور فرماتے: کھجور کی گرمی کا تربوز کی سردی سے علاج ہو جاتا ہے۔

آپ ﷺ کو ٹھنڈا میٹھا پانی پسند تھا۔آپ ﷺ کھجوروں کو پانی میں ڈال دیتے اور اس سے میٹھے ہونے والے پانی کو نوش فرمالیتے۔آپ ﷺ دودھ اور پانی سب کو لکڑی کے ایک ہی پیالے میں پیتے تھے، جس پر لوہے کے پترے لگے ہوئے تھے۔

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: دودھ کے علاوہ کوئی چیز نہیں جو کھانے اور پینے دونوں کے کام آسکے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے آب زمزم کھڑے ہو کر پیا۔ میں نے آپ ﷺ کو کھڑے اور بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے دیکھا ہے۔آپ ﷺ (درمیان میں) دو بار سانس لیتے اور بخاری میں ہے کہ تین بار سانس لیتے تھے۔

جب آپ ﷺ سونے کے لیے لیٹتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں گال کے نیچے رکھ لیتے تھے۔اور سوتے وقت ہلکی سی خراٹے کی آواز آتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس

میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا بستر ایک کمبل تھا، جسے ہم دوہرا کر دیتے اور آپ ﷺ اس پر آرام فرماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ مریضوں کی عیادت کرتے، جنازے میں شریک ہوتے، گدھے پر سواری کر لیتے اور غلام کی دعوت بھی قبول فرما لیتے۔ غزوہ بنی قریظہ میں آپ ﷺ ایک گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کی چھال کی رسی کی بنی ہوئی تھی، اور پالان بھی اسی کا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ زمین پر بیٹھ جایا کرتے، اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی مجھے بکری کی دستی کا گوشت کھلانے کی دعوت دے تو میں اس کی دعوت قبول کر لوں گا۔

نبی کریم ﷺ نے ایک پرانے پالان پر حج کیا تھا۔ اور اس پالان پر ایک کملی تھی جس کی قیمت چار درہم بھی نہ تھی۔ اور آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ دعا تھی کہ اے اللہ! اس حج کو ریا سے پاک فرما اور قبول فرما۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ہدیہ قبول فرماتے اور اس کے بدلے ہدیہ دیتے تھے۔

آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھ پر پورا ایک مہینہ اس حالت میں گزرا ہے کہ میرے پاس ماسوا اتنی مقدار کے جو بلال کی بغل میں آجائے ایسی کوئی چیز نہیں تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس صبح یا شام کے کھانے میں کبھی روٹی اور گوشت ایک ساتھ جمع نہیں ہوئے۔ البتہ یہ اکثر ہوا کہ کھانے والے زیادہ ہوتے اور کھانا کم ہوتا۔

وصل (۲۰)

آپ ﷺ کی رحلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی آخری زیارت کا منظر بیان کرتے ہوئے

فرماتے ہیں:

آپ ﷺ نے پیر کے دن (اپنے حجرے کا) پردہ اٹھا کر یا تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک قرآن پاک کے ورق کی طرح (پاک صاف) تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد اپنا منہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان اور اپنے دونوں ہاتھ آپ ﷺ کی کلائی پر رکھ کر آپ ﷺ کے چہرے کا بوسہ لیا اور فرمایا: ہائے میرے نبی! ہائے میرے صفی! ہائے میرے دوست!

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے پیر کے دن وفات پائی۔ اور پیر اور منگل کو (شدت غم کی وجہ سے) تدفین نہ ہو سکی۔ پھر رات کے آخری حصے میں کدالوں سے زمین کھودی گئی۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے پیر کے دن وفات پائی اور منگل کی رات کو تدفین ہو گئی۔

میری رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تدفین بدھ کی رات کو ہوئی۔

وصل (۲۱)

آں حضرت ﷺ کی چند دیگر خصوصیات

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے۔ نیز فرمایا کہ میں رات اس حال میں گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلا پلا دیتا ہے۔ اور فرمایا کہ میں کسی چیز کو بھولتا نہیں ہوں مگر مجھے بھلا دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا دل ہمیشہ بیدار رہتا تھا لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ کی نماز قضا ہونے میں یہ حکمت تھی کہ امت کو نماز قضا کرنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

وصل (۲۲)

آپ ﷺ کا مزاح

آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں دل لگی تو کرتا ہوں مگر اس میں بھی سچ

بات ہی کہتا ہوں۔

آپ ﷺ مسلمانوں کو خوش کرنے کے لیے کبھی کبھی ان سے ہنسی مذاق فرمالیا کرتے تھے۔ ایک دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے سواری کے لیے جانور مانگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ وہ کہنے لگے کہ بچے کو میں کیا کروں گا؟ (لیکن آپ ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ بڑا اونٹ بھی تو کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔)

اسی طرح آپ ﷺ نے ایک بڑھیا سے فرمایا کہ کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی تو وہ پریشان ہوگئی (حالاں کہ آپ ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ بوڑھی عورتوں کو جوان کرکے جنت میں داخل کیا جائے گا۔)

وصل (۲۳)

آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں

آپ ﷺ افضل الانبیاء، اور سب سے آخری نبی اور رسول ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی جب تشریف لائیں گے تو شرعی احکام میں آپ ﷺ کی اتباع فرمائیں گے۔

وصل (۲۴)

آپ ﷺ کو بشری ضرورتیں پیش آنے کی حکمت

سب انسانوں کی طرح اس دنیا میں نبی کریم ﷺ کو بھی مشقت اور تکالیف، مرض، درد، سردی، گرمی، بھوک اور پیاس کی شدت کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ ﷺ کو غصہ بھی آیا، تھکن بھی ہوئی، کمزوری بھی ہوئی، طبیعت بھی اداس ہوئی، بڑھاپا بھی آیا اور آپ ﷺ سواری سے گرے تو خراش بھی آئی، جنگ احد میں کفار کے ہاتھوں زخمی بھی ہوئے، آپ ﷺ کو زہر بھی دیا گیا، آپ ﷺ پر جادو بھی کیا گیا۔ آپ ﷺ نے دوا بھی استعمال فرمائی، پچھنے (علاج کا ایک طریقہ ہے جس میں بدن سے خون نکالتے ہیں) بھی لگوائے، اور دم وغیرہ کا استعمال بھی کیا اور اس طرح اسی فانی دنیا میں اپنی زندگی بسر کرکے سفر آخرت پر روانہ ہوگئے، اور دنیا کی مشقتوں سے آزاد ہوگئے۔

کئی مواقع پر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے آپ ﷺ کی جان بچائی، جنگ احد میں

بدر بن قمہ نے آپ ﷺ کو ایک پتھر مارا، جس سے آپ ﷺ کا گال مبارک زخمی ہو گیا اور لوہے کے خود کی دو کڑیاں اس میں گھس گئیں تو اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت فرمائی۔

اسی طرح جب آپ ﷺ غار ثور میں چھپے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے غورث بن حارث کی تلوار، ابو جہل کے پتھر، سراقہ بن مالک کے گھوڑے، لبید بن اعصم کے جادو اور یہودی عورت کے زہر کے اثر سے آپ ﷺ کو بچائے رکھا۔

ان تمام ضرورتوں کے پیش آنے کی حکمت یہ تھی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان تکالیف سے آپ ﷺ کو بچایا تاکہ آپ ﷺ کی بزرگی اور شرافت کا اظہار ہو۔ دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کو ان تمام تکلیفوں پر ثواب دینا بھی مقصود تھا۔ یہ تکالیف پیش آنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ لوگ آپ ﷺ کے معجزات و عجائبات دیکھ کر گمراہ نہ ہو جائیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام کے معجزات اور عجائبات دیکھ کر گمراہ ہوئے تھے۔

ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ کی امت کو تسلی ہو جائے کہ جب آپ ﷺ کو اتنی تکالیف پہنچیں تو ہم کیا چیز ہیں؟

وصل (۲۵)

آپ ﷺ کے صرف جسم کو تکلیف ہوئی روح محفوظ رہی

آں حضرت ﷺ پر یہ ساری تکالیف آئیں لیکن آپ ﷺ کا دل ہمیشہ ذکر اللہ میں مشغول رہا کیوں کہ آپ ہر لحہ یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا اٹھنا بیٹھنا، بولنا، خاموش رہنا، چلنا پھرنا سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا تھا۔ چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى آپ ﷺ اپنی خواہشِ نفسانی سے کچھ نہیں بولتے، یہ سب وحی ہے جو آپ ﷺ پر نازل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل واصحاب رضی اللہ عنہم پر قیامت تک رحمتِ کاملہ نازل فرماتا رہے۔ ہم نے بڑی محنت سے تمام تفصیلات کو مختصر انداز میں جمع کر دیا ہے۔ علماء محققین کے علاوہ

عام آدمی کے لیے ان تفصیلات کو جاننا بہت مشکل تھا۔ یہ مجموعہ بہت مفید ہے۔ اس لیے بڑے ہی مختصر وقت میں یاد کیا جاسکتا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس مجموعے کو پڑھنے، لکھنے، سننے، یاد کرنے، دوسروں کو سنانے اور بتانے، تالیف کرنے (اور ترجمہ کرنے) والے کو (اور تسہیل کرنے والے کو) معاف فرمائے۔ آمین

اب ہم چند اشعار پر اس کو ختم کرتے ہیں جو آپ ﷺ کے دربار میں بطور تحفہ کے بھیجے جاتے ہیں۔ یہ اشعار مؤلف کے ہیں۔

يَاشَفِيْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِىْ
اَنْتَ فِى الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِىْ
لَيْسَ لِىْ مَلْجَأٌ سِوَاكَ اَغِثْ
مَسَّنِىَ الضُّرُّ سَيِّدِىْ سَنَدِىْ
غَشَّنِىَ الدَّهْرُ يَا ابْنَ عَبْدِاللّٰهِ
كُنْ مُغِيْثًا فَاَنْتَ لِىْ مَدَدِىْ
لَيْسَ لِىْ طَاعَةٌ وَلَا عَمَلٌ
بَيْدَ حُبِّيْكَ فَهُوَ لِىْ عَتَدِىْ
يَارَسُوْلَ الْاِلٰهِ بَابُكَ لِىْ
مِنْ غَمَامِ الْغُمُوْمِ مُلْتَحَدِىْ
جُدْ بِلُقْيَاكَ فِى الْمَنَامِ وَكُنْ
سَاتِرًا لِلذُّنُوْبِ وَالْفَنَدِ
اَنْتَ عَافٍ اَبَرُّ خَلْقِ اللّٰهِ
وَ مُقِيْلُ الْعِثَارِ وَاللَّدَدِ
رَحْمَةً لِلْعِبَادِ قَاطِبَةً
بَلْ خُصُوْصًا لِكُلِّ ذِىْ اَوَدِ
لَيْتَنِىْ كُنْتُ تُرْبَ طَيْبَتِكُمْ
فَالْتَشَمْتُ النِّعَالَ ذَاكَ قَدِىْ
فَاُصَلِّىْ عَلَيْكَ بِالتَّسْلِيمِ

مُتْحَفًا عِنْدَ حَضْرَةِ الصَّمَدِ
بِعِدَادِ الرِّمَالِ وَالْاَنْفَاسِ
وَالنَّبَاتِ الْكَثِيْرِ مُنْتَضِدِ
وَعَلَى الْاٰلِ كُلِّهِمْ اَبَدًا
بَالِغًا عِنْدَ مُنْتَهَى الْاَمَدِ

۱۔ دستگیری کیجیے میرے نبی، کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی۔

۲۔ جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ، فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی۔

۳۔ ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف، اے مرے مولا! خبر لیجیے میری۔

۴۔ کچھ عمل ہے اور نہ طاعت میرے پاس، ہے مگر دل میں محبت آپ کی۔

۵۔ میں ہوں بس اور آپ کا در یا رسول، ابرِ غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی۔

۶۔ خواب میں چہرہ دکھا دیجیے مجھے، اور مرے عیبوں کو کر دیجیے خفی۔

۷۔ در گزر کرنا خطاء و عیب سے، سب سے بڑھ کر ہے یہ خصلت آپ کی۔

۸۔ سب خلائق کے لیے رحمت ہیں آپ، خاص کر جو ہیں گنہگار و غوی۔

۹۔ کاش ہو جاتا مدینہ کی میں خاک، نعل بوسی ہوتی کافی آپ کی۔

۱۰۔ آپ پر ہوں رحمتیں بے انتہا، حضرت حق کی طرف سے دائمی۔

۱۱۔ جس قدر دنیا میں ہیں ریت اور سانس، اور بھی ہے جس قدر روئید گی۔

۱۲۔ اور تمہاری آل پر اصحاب پر، تا بقائے عمر دارِ اخروی۔

یہ رسالہ (شیم الحبیب) بھوپال شہر میں ذوالحجہ ۱۲۰۹ھ میں مکمل ہوا۔ اور اس کا ترجمہ (شم الطیب) قصبہ تھانہ بھون میں رمضان ۱۳۲۸ھ میں تمام ہوا۔ والحمدللہ۔ (اور اسکی یہ تسہیل الحمدللہ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ میں مکمل ہوئی۔)

مِنَ الرَّوْضِ

فَانْظُرْ لِاَوْصَافِ خَيْرِ الْخَلْقِ فِيْ مَدَحِيْ

كَاَنَّهَا الْوَشْىُ اِذْ تَزْهُوْ بِهِ الْحِبَرُ
بَرٌّ رَؤُفٌ رَحِيمٌ زَانَهُ خُلُقٌ
مِثْلُ النَّسِيْمِ فَلَا فَظٌّ وَلَا ضَجَرُ
يُلْفٰى اَشَدَّ حَيَاءً مِنْ مُخَدَّرَةٍ
عَذْرَاءَ فِىْ خِدْرِهَا قَدْ زَانَهَا الْخَفَرُ
فَاقَ النَّبِيِّيْنَ اَخْلَاقًا وَ مُعْجِزَةً
وَ رُتْبَةً فَلَهُ التَّقْدِيْمُ اِنْ حَضَرُوْا
مُكَمَّلُ الْخُلْقِ لَا خَلْقٌ يُشَابِهُهٗ
لَهُ اعْتِدَالٌ فَلَا طُوْلٌ وَلَا قَصَرُ
مُشَرَّبٌ لَوْنُهُ الْمُبْيَضُّ مَنْظَرُهٗ
بِحُمْرَةٍ وَ مُحَيَّاهُ هُوَالْقَمَرُ
صَلْتُ الْجَبِيْنِ اَزَجُّ الْحَاجِبَيْنِ
كَحِيْلِ الْعَيْنِ مِنْ حُسْنِهٖ لَا يَشْبَعُ النَّظَرُ
اَسِيْلُ خَدٍّ مَلِيْحُ الثَّغْرِ بَاسِمُهٗ
مُفَلَّجٌ اَبْيَضُ الْاَسْنَانِ مَاالدُّرَرُ
اَقْنٰى اَشَمُّ طَوِيْلُ الْجِيْدِ مُشْرِقُهٗ
مِثْلَ اللُّجَيْنِ الْمُصَفّٰى مَابِهٖ عَكَرُ
ذُوْلَحْيَةٍ كَثَّةٍ زَانَتْ مَحَاسِنَهٗ
كَمَايَزِيْنُ عُيُوْنَ الْغَادَةِ الْحَوَرُ
وَلِمَّةٍ تَبْلُغُ الْاُذْنَيْنِ عَاطِرَةً
كَالْمِسْكِ لَوْنًا وَعَرْفًا حِيْنَ يَنْتَشِرُ
ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ رَحْبُ الصَّدْرِوَاسِعَةٌ
تُرٰى بِهٖ شَعَرَاتٌ خَطُّهَا الْقَدَرُ
شَثْنُ الْاَكُفِّ خَمِيْصُ الْبَطْنِ ذُوْ عَكَنٍ
مَطْوِيَّةٍ طَالَ مَايَطْوٰى بِهَا الْحَجَرُ
عَبْلُ الذِّرَاعَيْنِ وَالسَّاقَيْنِ مُمْتَلَا
اِزَارُهٗ لِنِصْفِ السَّاقِ يَتَّزِرُ

سَجِیَّۃٌ عِنْدَ مَایَمْشِی تَمَایُلُہٗ
تُخَالُ عَنْ صَبَبٍ اِنْ سَارَیَنْحَدِرُ
یَفُوْحُ مِنْ عَـرَقٍ مِثْلُ الْجُمَانِ لَہٗ
شَـذًا تَظَلُّ الْغَوَانِیْ مِنْہُ تَعْتَطِرُ
قَضٰی وَلَمْ یَکُ یَوْمًا مُدْرِکًا شِبَعًا
مِنَ الشَّعِیْرِ وَکَانَتْ فَرْشُہُ الْحُصُرُ
ھٰـذَا وَ قَدْ مُلِّکَ الدُّنْیَا بِاَجْمَعِھَا
فَــرَدَّہُ الزُّھْدُ عَنْھَا وَھُــوَ مُقْتَدِرٌ
فَالثَّوْبَ یَرْقَعُہٗ وَالشَّاۃَ یَحْلِبُھَا
وَمَــا رُاٰی لِاَخِــی الْاِعْــدَامِ یَحْتَقِرٗ
وَالْبَیْتَ یَکْنِسُہٗ وَالنَّعْلَ یَخْصِفُھَا
وَاِنْ دُعِیَ اَسْعَفَ الدَّاعِیَ وَلَا یَذَرُ
کَــانَ الْــبُرَاقُ لَہٗ وَالْخَیْلُ یَرْکَبُھَا
وَالْاِبِــلُ اَیْضًا کَذَاکَ الْبَغْلُ وَالْحُمْرُ
مَاعَابَ قَطُّ طَعَامًا اَحْــضَرُوْہُ لَہٗ
وَلَا لِسَائِلِہِ الـلَّـحَّـاحِ یَنْتَھِرُ
یَعْفُوْ وَیَصْفَحُ عَنْ جَانٍ جَنٰی کَرَمًا
وَیَقْبَلُ الْعُذْرَ مِمَّنْ جَــاءَ یَعْتَذِرُ
وَلَیْسَ یَغْضَبُ اِلَّا اَنْ تُــرٰی حُرَمٌ
لِلّٰہِ مَنْھُوْکَۃً اَوْ ھُتِّکَتْ سُــتُرُ
مَــا اَمَّــہٗ سَــائِلٌ یَــرْجُــوْا نَــدَایَــدِہٖ
اِلَّا انْثَنٰی وَھُوَ مُثْرِی الْکَفِّ مُشْتَھِرُ

ا۔ تم میری لکھی ہوئی مدح میں آں حضرت ﷺ کے اوصافِ حمیدہ دیکھو۔ گویا وہ نقش و نگار ہیں جب کہ ان پر دھاری دار کپڑا فخر کرتا ہے۔ (جس طرح کپڑے کی زینت نقش و نگار سے ہوتی ہے اسی طرح میری مدح کی زینت آپ ﷺ کے اوصاف ہیں۔)

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محسن ہیں، مہربان ہیں، رحیم ہیں اور ایسے اخلاق سے مزین ہیں جو بادِ بہار کی طرح فرحت بخش ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ سخت طبیعت ہیں اور نہ بد اخلاق۔

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پردہ نشین باحیا کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیا ہیں جو اپنے پردہ میں رہتی ہو۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے اخلاق، معجزات اور رتبے میں بلند ہیں۔ اگر وہ سبھی موجود ہوتے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی مقدم ہوتے۔

۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت بھی اتنی زبردست ہے کہ کسی کو ایسی مل نہیں سکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیانے تھے۔ نہ لمبے تھے نہ چھوٹے۔

۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید رنگ میں سرخی دوڑتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ چاند کی مانند تھا۔

۷۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کشادہ پیشانی، باریک ابرو اور سرمگیں آنکھوں والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن سے آنکھیں سیر نہیں ہوتی تھیں۔

۸۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار خوشنما اور دانت خنداں تھے۔ دانتوں کے درمیان میں خلاء تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت چمکدار تھے جن کے سامنے موتی بھی بے حقیقت تھے۔

۹۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناک مبارک باریک اور (قدرے) لمبی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن لمبی اور صاف چاندی کی طرح شفاف تھی۔

۱۰۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک گنجان تھی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس

طرح سجتی تھی جس طرح نازک اندام عورت کی آنکھ میں آنکھ کی سیاہی سجتی ہے۔

۱۱۔ آپ ﷺ کے سر کے بال مبارک کانوں تک تھے اور مشک کی طرح معطر تھے۔

۱۲۔ آپ ﷺ کے جوڑوں کی ہڈیاں مضبوط تھیں، آپ ﷺ کا سینہ مبارک فراخ تھا جس پر لائن میں چند بال تھے۔

۱۳۔ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں پُر گوشت تھیں۔ آپ ﷺ کا پیٹ مبارک پتلا تھا، آگے کو نکلا ہوا نہیں تھا۔ اس پر بھوک کی وجہ سے شکن پڑی رہتی تھی اور اکثر اوقات آپ ﷺ اس پر پتھر باندھ لیتے تھے۔

۱۴۔ آپ ﷺ کے ہاتھ اور پنڈلیاں (اعتدال کے ساتھ) دراز تھیں۔ آپ ﷺ نصف پنڈلی تک تہبند باندھتے تھے۔

۱۵۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ ایسے جھک کر چلتے تھے جیسے کسی نشیب میں اتر رہے ہوں۔

۱۶۔ آپ ﷺ کا پسینہ چاندی کے موتیوں کی طرح ہوتا تھا جس سے مشک جیسی خوشبو پھوٹتی تھی۔ حسین عورتیں عطر کے بجائے اسے استعمال کرتی تھیں۔

۱۷۔ آپ ﷺ کو تمام عمر ایک دن بھی جو کی روٹی سے پیٹ بھرنے کا موقع نہیں ملا۔ اور چٹائی آپ ﷺ کا فرش ہوتی تھی۔

۱۸۔ حالاں کہ آپ ﷺ پوری دنیا کے مالک تھے اور آپ ﷺ پُر تعیش زندگی بسر کر سکتے تھے، لیکن دنیا سے بے رغبتی کے سبب آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔

۱۹۔ آپ ﷺ کپڑے کو پیوند لگا لیتے تھے اور بکری کا دودھ خود نکال لیتے تھے۔ آپ ﷺ غریبوں کو کبھی حقیر نہیں سمجھتے تھے۔

۲۰۔ آپ ﷺ گھر میں خود جھاڑو لگا لیتے اور اپنا جوتا خود سی لیتے تھے۔ اگر کوئی آپ ﷺ کی دعوت کرتا تو آپ ﷺ ٹال مٹول سے کام نہ لیتے بلکہ دعوت قبول فرما لیتے۔

۲۱۔ آپ ﷺ نے براق، گھوڑے، اونٹ، خچر اور گدھے پر سواری فرمائی۔

۲۲۔جو کھانا بھی آپ ﷺ کے سامنے آیا، آپ ﷺ نے اس میں عیب نہیں نکالا۔ اور چپک کر مانگنے والے سائل کو آپ ﷺ نے کبھی نہیں جھڑکا۔

۲۳۔آپ ﷺ اپنے کرم سے غلطی کرنے والے کی غلطی کو معاف فرما دیتے۔ اگر کوئی عذر پیش کرتا تو آپ ﷺ عذر قبول فرما لیتے۔

۲۴۔آپ ﷺ صرف دو جگہ غصہ فرماتے: (۱) اللہ تعالیٰ کی ممنوع کردہ چیزوں کے ارتکاب پر۔ (۲) کسی کی پردہ دری پر۔

۲۵۔آپ ﷺ کی خدمت میں کوئی سائل امید لے کر حاضر ہوتا تو آپ ﷺ اسے اتنا عطا فرما دیتے کہ وہ دولت مند بن جاتا اور دولت مندی میں مشہور ہو جاتا۔

بائیسویں فصل
آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات

آپ ﷺ کے تمام معجزات بیان کرنا تو ناممکن ہے کیوں کہ آپ ﷺ کا ہر ارشاد اور ہر کام ہی معجزہ ہے اور اس میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ ان حکمتوں کی تفصیل تو اللہ تعالیٰ عارفین کے دل میں ڈالتے ہیں، تاہم اجمالی طور پر کچھ کتابوں میں بھی مذکور ہیں۔ جیسے امام غزالی، امام شعرانی، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت حسین جسر رحمہم اللہ کی کتابوں میں تفصیلات موجود ہیں۔

لیکن یہ معجزات چوں کہ عوام کی سمجھ میں نہیں آسکتے اس لیے صرف وہ معجزات ذکر کیے جاتے ہیں جو عام آدمی کی سمجھ میں بھی آسکیں۔ ان معجزات کی تعداد بھی دس ہزار سے زیادہ ہے۔ کیوں کہ صرف قرآن مجید میں فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے سات ہزار سات سو معجزے مذکور ہیں، جیسا کہ حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ سورۃ الکوثر کے برابر قرآن کریم کا جو بھی حصہ ہے وہ قرآن کریم کا ایک مستقل معجزہ ہے اور سورۃ الکوثر میں دس کلمے ہیں۔ اور قرآن کریم میں ستتر ہزار کلمے ہیں۔ اگر ستتر ہزار کو دس پر تقسیم کیا جائے تو جواب سات ہزار سات سو آئے گا۔ اور اگر قرآن پاک کی پیشین گوئیوں کو بھی معجزہ شمار کر لیا جائے اور ستتر ہزار سے جو زائد کلمے ہیں ان کو بھی معجزہ شمار کیا جائے تو معجزات کی تعداد میں اور زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔

یہ تو صرف قرآن کریم کے معجزات ہیں اور جو معجزات محدثین اور سیرت نگاروں نے تحریر کیے ہیں ان کی تعداد تین ہزار ہے، جن میں سے ایک ہزار معجزے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”خصائص الکبریٰ“ میں نقل کیے ہیں جبکہ تین سو سے زائد معجزات ”الکلام المبین“ میں مذکور ہیں، اس طرح معجزات کی تعداد دس

ہزار سے زیادہ ہے۔

الکلام المبین میں پہلے تمہید ذکر کی گئی ہے جس میں آپ ﷺ کے معجزات کو عالم کی تمام اقسام کے متعلق بیان کیا ہے۔ پھر ہر قسم کے معجزات کو الگ الگ بیان کیا ہے لیکن چوں کہ میری یہ کتاب مختصر ہے اس لیے میں تمہید تو ذکر کر دیتا ہوں لیکن معجزات میں سے ہر قسم کے دو دو چار چار معجزے تحریر کروں گا۔ وہ تمہید کچھ اس طرح ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (ہم نے آپ کو تمام عالموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔) آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جب تک زمین پہ کوئی آدمی اللہ اللہ کہنے والا ہو گا قیامت نہیں آئے گی۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ اللہ کہنے والا آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان بھی رکھتا ہو گا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ جب تک آپ ﷺ کی رسالت کو مانا جائے گا تو تمام عالم باقی رہیں گے، یعنی صرف انسان ہی نہیں بلکہ تمام عالم آپ ﷺ کی رسالت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام عالموں کے معجزات عطا فرمائے اور معجزہ چوں کہ نبوت کی دلیل ہوتا ہے، اور معجزات کا تعلق تمام عالموں سے ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ تمام عالم آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے۔ پس آپ ﷺ کی کیسی عظیم شان ہے کہ جس طرح توحید پر سارا عالم گواہ ہے، اسی طرح آپ ﷺ کی رسالت پر بھی سارا عالم گواہ ہے۔

عالم دو طرح کے ہوتے ہیں: عالم معانی اور عالم اعیان۔ عالم معانی یعنی وہ چیزیں جو بذات خود قائم نہیں بلکہ کسی چیز کے ذریعے قائم ہیں۔ مثلاً رنگ، بو، علم اور بات وغیرہ۔

عالم اعیان جو بذات خود قائم ہوں، جیسے زمین، آسمان، آدمی، درخت وغیرہ۔

پھر عالم اعیان کی دو قسمیں ہیں: ذوی العقول جیسے انسان اور جن۔ اور غیر ذوی العقول جیسے جمادات و حیوانات۔

عالم ذوی العقول کی تین قسمیں ہیں: عالم ملائکہ، عالم انسان اور عالم جنات۔

عالم غیر ذوی العقول یا علوی ہے جیسے آسمان اور ستارے وغیرہ۔ یا سفلی ہے، یعنی وہ جسم جو آسمان کے نیچے ہیں۔

عالم سفلی کی دو قسمیں ہیں: عالم بسائط جیسے عناصر اربعہ۔ پانی، مٹی، ہوا اور آگ۔ اور عالم مرکبات یعنی جمادات، نباتات اور حیوانات۔

پس اس طرح نو عالم ہوئے:

(۱) عالم معانی۔ (۲) فرشتوں کا عالم۔ (۳) انسانوں کا عالم۔ (۴) جنوں کا عالم۔ (۵) آسمان اور چاند تاروں کا عالم۔ (۶) جمادات کا عالم۔ (۷) نباتات کا عالم۔ (۸) حیوانات کا عالم۔ (۹) ہوا کا عالم۔

اس کے بعد ''الکلام المبین'' کے مصنف نے نو باب ذکر کیے اور ہر باب میں بہت سے معجزات ذکر کیے ہیں۔ میں چند معجزات تحریر کرتا ہوں:

عالم معانی کے معجزات

(۱) قرآن مجید۔

(۲) بعد کے زمانے کی غیب کی خبریں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے ایک بیان میں قیامت تک پیش آنے والے تمام واقعات بیان کر دیے، جس نے ان باتوں کو یاد رکھا سو یاد رکھا، اور جو بھول گیا سو بھول گیا۔ مجھے اور میرے ساتھیوں کو وہ باتیں معلوم ہیں۔ بعض باتیں ایسی بھی ہیں کہ میں ان کو بھول گیا تھا لیکن جب میں ان باتوں کو ہوتا دیکھتا ہوں تو مجھے یاد آجاتا ہے کہ یہ وہی بات ہے جو رسول اللہ ﷺ نے پہلے ہی بتا دی تھی۔ جس طرح اگر کسی شخص کی شکل دیکھی ہوئی ہو اور اگر وہ غائب ہو جائے تو جب وہ سامنے آتا ہے تو انسان اسے پہچان لیتا ہے۔

(بخاری و مسلم)

(۳) آپ ﷺ کے زمانے کی غیب کی خبریں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ موتہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر لوگوں کو پہلے ہی بتا دی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: زید نے جھنڈا اٹھایا، وہ شہید ہو گئے۔ پھر جعفر نے جھنڈا اٹھایا، وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر عبداللہ

بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا اٹھایا، وہ بھی شہید ہو گئے۔ اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، بالآخر جھنڈا اللہ کی ایک تلوار (حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) نے اٹھایا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ چناں چہ بعد میں خبر آئی کہ یہ سارا واقعہ اسی طرح ہوا تھا۔

(بخاری)

عالم ملائکہ کے معجزات

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بدر کے دن ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اچانک اس نے ایک کوڑا مارنے کی آواز سنی، اور ایک سوار کی آواز سنی کہ اے حیزوم آگے بڑھ! اس کے ساتھ ہی مسلمان نے دیکھا کہ کوڑے کی مار سے وہ مشرک آگے چت گرا ہوا ہے، اور اس کی ناک ٹوٹی ہوئی ہے، اور منہ پھٹ چکا ہے اور ساری جگہ سبز ہو چکی ہے۔ وہ مسلمان انصاری رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تیسرے آسمان کا فرشتہ تھا جو تمہاری مدد کے لیے آیا تھا۔

(مسلم)

فائدہ: حیزوم فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی مدد کے لیے اکثر غزوات میں فرشتوں کو بھیجا ہے جیسا کہ غزوۂ بدر، احد اور حنین میں۔

(۲) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے حضرت جبریل علیہ السلام کی اصلی صورت دکھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم دیکھ نہ سکو گے۔ انہوں نے فرمایا: آپ دکھا دیجیے آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! وہ بیٹھ گئے (کیا دیکھتے ہیں کہ) حضرت جبریل علیہ السلام کعبہ پر اتر آئے۔ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: دیکھو! انہوں نے دیکھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کا جسم سبز زمرد کی طرح چمکدار ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

عالم انسانی میں حضور ﷺ کے معجزات

(۱)ہدایت کا ظہور

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ مشرک تھیں میں انہیں اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا۔ایک دن میں نے انہیں دعوت دی تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ مجھے بہت برا لگا۔ میں روتا ہوا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ! دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ میری والدہ کو ہدایت عطا فرمائیں۔آں حضرت ﷺ نے دعا فرمائی اَللّٰھمّ اھدِ اُمّ ابی ھریرۃ (اے اللہ ! ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرما۔) میں آں حضرت ﷺ کی دعا سن کر خوشی خوشی گھر آیا تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔ میری والدہ نے میرے پاؤں کی آہٹ سن کر کہا: ابوہریرہ ! وہیں ٹھہرو ! میں نے پانی گرنے کی آواز سنی، میری والدہ نے نہا کر دوسرے کپڑے پہنے۔ پھر دروازہ کھول کر کہا: ابوہریرہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ۔بہت زیادہ خوشی میں میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور میں روتا ہوا آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور انہیں اپنی والدہ کے اسلام لانے کی خوشخبری دی، جس پر آں حضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

(مسلم)

(۲)برکت کا ظہور

نبی کریم ﷺ نے حضرت حنظلہ بن حذیم رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ اس کی برکت یہ ہوئی کہ اگر کسی آدمی کے منہ یا بکری کے تھن میں سوجن ہوتی اور وہ اس سوجن والی جگہ کو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے سر میں اس جگہ لگایا جاتا جہاں آپ ﷺ نے ہاتھ لگایا تھا تو سوجن ٹھیک ہو جاتی تھی۔

(۳)بیماری سے شفا

حضرت حبیب بن فدیک رضی اللہ عنہ کے والد کی آنکھوں میں ایک سفید داغ پڑ گیا۔ جس سے وہ نابینا ہو گئے۔آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں پر دم کیا تو اسی وقت

ان کی آنکھوں کی بینائی واپس آگئی۔ (بیہقی و طبرانی)

راوی کہتے ہیں: میں نے انہیں اسّی برس کی عمر میں سوئی میں دھاگہ ڈالتے دیکھا۔

۴) بے ادبوں پر نزولِ قہر

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: سیدھے ہاتھ سے کھاؤ! اس نے کہا: میں سیدھے ہاتھ سے نہیں کھاسکتا۔ حالاں کہ اس کا سیدھا ہاتھ صحیح تھا لیکن محض تکبر کی وجہ سے اس نے یہ بات کہی تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تو سیدھے ہاتھ سے کھانا نہ کھاسکے گا۔ چناں چہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوا، اور وہ ساری زندگی اپنا سیدھا ہاتھ منہ تک نہ لے جاسکا۔ (مسلم)

عالم جنات میں آں حضرت ﷺ کے معجزات

(۱) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک سفر میں آں حضرت ﷺ کے ساتھ تھے کہ راستے میں آپ ﷺ ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ اس گاؤں کے لوگ آپ ﷺ کے تشریف لانے کی خبر سن کر گاؤں سے باہر آکر آپ ﷺ کے استقبال کے لیے آپ ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔ جب آپ ﷺ وہاں پہنچے تو انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس گاؤں میں ایک نوجوان عورت ہے جس پر ایک جن عاشق ہو گیا ہے۔ اب وہ نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے، قریب ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اس عورت کو دیکھا وہ بہت خوبصورت تھی جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ آں حضرت ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: اے جن! تو جانتا ہے میں کون ہوں؟ میں اللہ کا رسول محمد ﷺ ہوں۔ اس عورت کو چھوڑ دو چلے جاؤ! آپ ﷺ کے یہ فرماتے ہی وہ عورت صحیح ہو گئی اور اس نے اپنے منہ پر نقاب ڈال لیا اور مردوں سے شرمانے لگی۔ (خطیب)

(۲) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی ایک غلّے کی کوٹھڑی میں کھجوریں رکھی رہتی تھیں اور ایک جنّیہ وہاں سے کھجوریں نکال کرلے جاتی تھی۔ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اب جب اس کو دیکھو تو یہ کہنا **بسم اللہ اجیبی رسول**

اللہ (اللہ کا نام لے کر کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر چلو) اس کے بعد انہوں نے اس کو پکڑ لیا۔ پھر اس نے قسم کھائی کہ میں اب نہ آؤں گی تو اس کو چھوڑ دیا۔ (ترمذی)

فائدہ: یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے کہ مسلمان نہ ہونے کے باوجود صرف آپ ﷺ کے نام کی وجہ سے جنّیہ گرفتار ہو گئی۔

آسمان میں آپ ﷺ کے معجزات

(۱) آپ ﷺ کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا۔

(۲) سفر معراج میں آپ ﷺ تمام آسمانوں سے اوپر تشریف لے گئے۔

عالم خاک میں آپ ﷺ کے معجزات

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ہجرت کے سفر میں) سراقہ بن مالک نے ہمارا پیچھا کیا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: ایک شخص ہمیں پکڑنے کے لیے آرہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے) پھر آپ ﷺ نے سراقہ کے لیے بددعا فرمائی، تو اس کا گھوڑا پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ یہ دیکھ کر کہنے لگا: مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں نے میرے لیے بددعا کی ہے۔ اب دعا کرو کہ میں اس حالت سے نجات پا جاؤں۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ جو بھی تمہاری تلاش میں آئے گا، اسے واپس بھیج دوں گا۔ آں حضرت ﷺ نے اس کی نجات کے لیے دعا فرمائی تو اسے اس مصیبت سے نجات حاصل ہوئی۔ وہ واپس چلا گیا اور راستے میں اسے جو بھی ملتا، اسے یہ کہہ کر واپس کر دیتا کہ ادھر کوئی نہیں ہے۔ (بخاری مسلم)

عالم پانی کے معجزات

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر) حدیبیہ میں لوگ پیاسے تھے، نبی کریم ﷺ کے پاس ایک لوٹا تھا جس سے آپ ﷺ نے وضو کیا۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ ﷺ کے پاس لوٹے میں موجود پانی کے

علاوہ ہمارے لشکر میں اور پانی نہیں ہے نہ پینے کے لیے اور نہ وضو کرنے کے لیے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک لوٹے میں رکھا تو آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی نکلنے لگا۔ ہم سب نے وہ پانی پیا اور وضو کیا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کتنے لوگ تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہماری تعداد پندرہ سو تھی لیکن اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی کافی ہو جاتا۔

عالم آگ کے معجزات

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ خندق میں انہوں نے آں حضرت ﷺ کی دعوت کے لیے بکری کا بچہ ذبح کیا اور تقریباً تین سیر جو کا آٹا گوندھ کر تیار کیا، انہوں نے آں حضرت ﷺ کو چپکے سے یہ بات بتائی اور عرض کیا کہ آپ ﷺ چند آدمیوں کے ساتھ کھانے کے لیے تشریف لے آئیں۔ آپ ﷺ نے تمام اہل خندق کو جن کی تعداد ایک ہزار تھی جمع فرمایا اور اپنے ساتھ لے چلے۔ آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں ہانڈی کو چولہے سے مت اتارنا اور روٹی مت پکانا۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور لعاب مبارک گوندھے ہوئے آٹے میں اور ہانڈی میں ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ اور فرمایا: روٹی پکانے والی ایک اور بلالو! ہانڈی سے سالن نکال نکال کر دو، مگر اسے چولہے سے نہ اتارنا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کھانے والے ایک ہزار تھے۔ خدا کی! قسم سب نے کھایا، ہماری ہانڈی اسی طرح بھری ہوئی تھی اور آٹا بھی پہلے جتنا تھا۔

فائدہ: اس سے عالم آگ میں بھی ایک خلافِ عادت بات ظاہر ہوئی کہ آگ کا اثر شوربے کو کم کرنا ہے لیکن آگ نے شوربا کم نہ کیا بلکہ وہ شوربا بڑھنے کا سبب بن گئی چوں کہ آپ ﷺ نے چولہے پر سے ہنڈیا اتارنے کو منع فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شوربا بڑھنے میں آگ کا دخل ہے۔

عالم ہوا میں آپ ﷺ کے معجزات

غزوۂ خندق میں اللہ تعالیٰ نے کافروں پر ہوا بھیجی، جس کی وجہ سے خوب سردی ہو گئی، اس ہوا نے کافروں کو بہت عاجز اور تنگ کیا اور خوب غبار ان کے منہ پر ڈالا۔ ان کی آگ بجھا دی ان کی ہانڈیاں الٹ دیں، خیموں کی کیلیں اکھاڑ دیں جس کی وجہ سے

ان کے خیمے گر پڑے اور ان کے گھوڑے کھل کر آپس میں لڑنے لگے اور لشکر میں ایک ہڑبونگ مچ گئی۔

اسی غزوہ میں آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کافروں کی خبر لانے کے لیے بھیجا اور ان کے لیے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ انہیں سردی کی شدت سے محفوظ فرمائیں، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے مجھے آتے جاتے ذرا بھی سردی محسوس نہ ہوئی۔ بلکہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے میں گرم حمام میں چل رہا ہوں۔ (بعضہ من تواریخ حبیب الٰہ)

عالم فضا کے معجزات

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آں حضرت ﷺ قحط کے زمانہ میں جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! مال مویشی ہلاک ہوگئے، بال بچے بھوک سے مر رہے ہیں، بارش کی دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے، اس وقت آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نہ تھا۔ خدا کی قسم! آپ ﷺ نے دعا ختم کر کے چہرے پر ہاتھ پھیرے بھی نہ تھے کہ چاروں طرف سے بادل گھر آئے۔ آپ ﷺ منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ ریش مبارک سے بارش کے قطرے ٹپکنے لگے اور اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ دوسرے جمعہ اسی دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جانور ڈوب گئے، آپ دعا فرمایئے کہ بارش بند ہو جائے۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے آس پاس بارش برسے، مدینہ کے اوپر بارش نہ برسے۔ آپ ﷺ جس طرف اشارہ کرتے وہاں سے آسمان صاف ہو جاتا اور مدینہ پر بارش برسنی بالکل بند ہو گئی۔ مدینہ کے آس پاس سے جو لوگ آتے وہ بتاتے کہ ہمارے ہاں خوب بارش ہو رہی ہے۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ: آپ ﷺ کی دعا سے بادل کا فوراً آنا اور اشارے سے بادل کا ہٹ جانا یہ دونوں معجزات ہیں۔

(۲) آں حضرت ﷺ نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے کسی

کو بھیجا۔ اس نے اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور کہا: رسول اللہ کون ہوتے ہیں؟ اللہ کون ہوتا ہے؟ سونے کا، چاندی کا یا تانبے کا؟ ایک دم اس پر بجلی گری اور اس کی کھوپڑی ٹوٹ گئی۔

(نسائی وبزاز)

عالم جمادات ونباتات میں معجزات

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا، آپ ﷺ مکہ سے باہر کسی طرف نکلے۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا، راستے میں جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا وہ کہتا: **السلام علیك یارسول الله**۔

فائدہ: پہاڑ جمادات میں سے ہے اور درخت نباتات میں سے، دونوں عالموں میں آپ ﷺ کا معجزہ ظاہر ہوا۔

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ مسجد میں خطبے کے وقت کھجور کے تنے سے ٹیک لگالیا کرتے تھے، جب منبر بنا تو آپ ﷺ نے منبر پر خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اچانک وہ ستون چلّا کر اتنی زور سے رونے لگا کہ پھٹنے کے قریب ہو گیا، حتیٰ کہ آپ ﷺ منبر سے اترے اور اس ستون کو اپنے بدن مبارک سے چمٹالیا، تو وہ ستون اس طرح ہچکیاں لیتے لیتے چپ ہوا جیسے بچہ ہچکیاں لیتے لیتے چپ ہوتا ہے۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ ستون ہمیشہ ذکر سنا کرتا تھا، اب جو نہ سنا تو رونے لگا۔

فائدہ: اس ستون کی دو حالتیں ہیں: اپنی اصل کے لحاظ سے تو یہ درخت ہے، اس لیے نباتات میں سے ہے۔ اور موجودہ حالت میں کہ تنا کٹ کر ستون بن چکا ہے، جمادات میں سے ہے۔ اس طرح دونوں عالموں میں معجزہ ظاہر ہوا۔ اس رونے کی وجہ جس طرح ذکر نہ سننا ہے، اسی طرح ایک وجہ آپ ﷺ کی جدائی بھی ہے ورنہ صرف سینہ لگا دینے سے خاموش نہ ہوتا۔ اس طرح یہ آپ ﷺ کی ذات کا معجزہ بھی ہوا۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں

تھوڑے چھوارے لایا، اور عرض کیا کہ ان چھواروں میں برکت کی دعا کیجیے ! آپ ﷺ نے ان چھواروں کے لیے برکت کی دعا کی اور فرمایا: انہیں اپنے توشہ دان میں ڈال لو ! جب تمہارا دل چاہے اس میں سے ہاتھ ڈال کر نکال لینا مگر اسے جھاڑنا مت۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان چھواروں میں ایسی برکت ہوئی کہ میں نے اتنے من چھوارے اللہ کی راہ میں خرچ کیے اور میں اس میں سے ہمیشہ خود بھی کھاتا رہا اور اوروں کو بھی کھلاتا رہا۔ وہ توشہ دان ہمیشہ میری کمر کے ساتھ بندھا رہتا، یہاں تک کہ حضرت عثمان کی شہادت کے دن (تقریباً تیس سال بعد) میری کمر سے وہ کٹ کر گر گیا۔

عالم حیوانات میں معجزات

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک بڑا سرکش اونٹ تھا۔ جو بھی اس باغ میں جاتا وہ اس پر جھپٹتا اور اسے کاٹنے کی کوشش کرتا۔ آپ ﷺ نے اسے بلایا، اس نے آکر آپ ﷺ کے سامنے سجدہ کیا۔ آپ ﷺ نے اس کی ناک میں مہار ڈالی اور فرمایا: نافرمان جنات اور انسانوں کے علاوہ زمین و آسمان کی تمام چیزیں یہ جانتی ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ (مسند احمد)

(۲) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار کھلے سمندر میں میری کشتی ٹوٹ گئی۔ میں ایک تختے پر بیٹھ گیا اور بہتے بہتے ایک جنگل میں جا پہنچا۔ مجھے وہاں ایک شیر ملا وہ میری طرف بڑھا تو میں نے اسے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا آزاد کردہ غلام ہوں۔ وہ شیر میری طرف آیا اور اپنی گردن میرے ساتھ لگا کر چلنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ مجھے راستے پر لے آیا اور پھر تھوڑی دیر کچھ باریک آوازیں نکالتا رہا۔ پھر اس نے اپنی دم سے میرا ہاتھ چھوا جس سے میں سمجھ گیا کہ مجھے رخصت کر رہا ہے۔

فائدہ: پہلا قصہ حلال جانور کا ہے اور دوسرا حرام جانور کا۔ پہلا قصہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا ہے اور دوسرا بعد از وفات۔ اور وفات کے بعد معجزے کا ظہور زیادہ قوی ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے گھر دودھ کا ایک پیالہ آیا۔ آپ نے حکم دیا کہ تمام اصحاب صفہ کو بلاؤ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھوکے تھے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے دل میں کہا: اگر یہ مجھے ہی دے دیتے تو میں پیٹ بھر کر پی لیتا۔ بہر حال میں ان سب کو بلالایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انہیں دودھ پلاؤ! میں نے پلانا شروع کیا یہاں تک کہ سب نے پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم پیو! میں نے دودھ پیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اور پیو! میں پیتا رہا یہاں تک کہ میں نے قسم کھا کر کہا کہ اب میرے پیٹ میں جگہ باقی نہیں ہے۔ پھر باقی دودھ آپ ﷺ نے پیا۔

فائدہ: الکلام المبین میں یہاں تک حدیثوں میں مذکور معجزات کو ذکر کیا گیا ہے۔ پھر ان نَو عالَموں سے متعلق معجزات کو قرآن مجید سے ثابت کیا ہے۔ جس کو شوق ہو وہ وہاں سے دیکھ لے۔

مِنَ الرَّوْضِ

يَـدٌ بِهَا النَّفْعُ وَالـضَّرُّ لِمُعْتَرِفٍ
وَجَـاحِـدٍ فَهِيَ الْاَدْوَاءُ وَالْـوَطَـرُ
كَـمْ اَبْـرَءَتْ اَلَمًا كَـمْ اَذْهَـبَـتْ لَمَمًا
كَـمْ اَظْـهَـرَتْ لِمَمًا يَنْمُوْلَهَا شَعَرٌ
وَكَـمْ شَفَتْ سَقْمًا كَمْ اَظْهَرَتْ مَدَدًا
كَـمْ فَـرَّجَـتْ كَـمَـدًا عَمَّنْ بِـهِ عَـوَرٌ
وَدَرَّتِ الشَّاةُ مِنْهَا وَالْحَصَا نَطَقَتْ
فِيْهَا وَاَوْرَقَــتِ الْاَغْـصَـانُ وَالشَّجَرُ
وَالْقَوْمُ مِنْ رَمِيْهَا يَوْمَ اللِّقَاءِ عَمُوْا
وَمِـنْ اَصَابِعِهَا الْاَمْـوَاهُ تَنْفَجِرُ
وَالْمَـاءُ مِـنْ رِيْـقِـهٖ زَادَتْ حَـلَاوَتُـهٗ
وَالنَّخْلُ مِنْ عَامِهٖ اَضْحٰى لَهٗ ثَمَرُ
وَالْـجِـذْعُ حَـنَّ اِلَـيْـهِ حِيْنَ فَـارَقَـهٗ
حَتّٰى عَلَامِنْهُ مَابَيْنَ الْـمَـلَاخُـوْرُ
وَالـذِّئْـبُ وَالضَّبُّ كُلٌّ مِنْهُمَا شَهِدَا

شَهَادَةَالْحَقِّ يَرْوِيْهَالَكَ الْخَبَرُ
وَرَاحَ يَشْكُوْ اِلَيْهِ جَوْرَ صَاحِبِهٖ
اَلْبَعِيْرُ وَالدَّمْعُ مِنْ عَيْنَيْهِ مُنْحَدِرُ
وَاَطْعَمَ الْجَيْشَ مِنْ صَاعٍ فَاَشْبَعَهٗ
وَمِنْهُ اَرْوَاهُ لَمَّا مَسَّهُ الْعَسَرُ
فَلَا تَرُمْ حَصْرَ اٰيَاتٍ لَهٗ ظَهَرَتْ
اِلَّا اِذَاكَانَ يُحْصَى الرَّمْلُ وَالْمَدَرُ
كَفٰى بِمُعْجِزَةِ الْقُرْاٰنِ مُعْجِزَةً
طُوْلَ الزَّمَانِ غَدَا يُتْلٰى وَ يُسْتَطَرُ
فِيْهِ تَجَمَّعَتِ الْاَشْيَاءُ فَلَا صُحُفٌ
اِلَّا وَ حَازَ مَعَانِيْهَا وَلَازُبُرُ
فَهُوَ الشِّفَاءُ الَّذِىْ تَحْيَى النُّفُوْسُ بِهٖ
قَدَ فَازَ مُتَّعِظٌ مِنْهُ وَمُدَّكِرُ
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

(۱) آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک ایسا ہے کہ اس میں ماننے والے کے لیے فائدہ اور نہ ماننے والے کے لیے نقصان ہے۔ گویا آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک بیماری اور شفا دونوں کا سبب ہیں۔

(۲) آپ ﷺ کے دست مبارک نے بہت سے دردوں سے شفا عطا کی، بہت سے آسیب دور کیے، اور اس ہاتھ کی برکت سے گنجے سر پر بال اگ آئے۔

(۳) اس ہاتھ مبارک نے بہت سے بیماروں کو شفا دی، بہت سوں کی مدد کی اور بہت لوگوں کے رنج کو دور کیا۔

(۴) اس ہاتھ کی برکت سے بکری نے دودھ دیا اور پتھر بول اٹھے، اور اس کی برکت سے شاخوں اور درختوں پر پتے اگ آئے۔

(۵) اس ہاتھ نے مٹی پھینکی تو کافر قوم اندھی ہو گئی، اس ہاتھ کی انگلیوں سے

پانی جاری ہوتا تھا۔

(٦) آپ ﷺ کے لعاب مبارک کی وجہ سے پانی کی مٹھاس بڑھ گئی اور کھجور کا درخت اسی سال پھل دینے لگا۔

(٧) کھجور کا تنا آپ ﷺ کی جدائی سے رونے لگا، یہاں تک کہ سارے مجمع نے اس کی آواز سنی۔

(٨) بھیڑیے اور گوہ نے آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی، اور یہ بات حدیث میں مذکور ہے۔

(٩) اونٹ نے اپنے مالک کے ظلم کی شکایت کی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

(١٠) آپ ﷺ نے ایک بڑے لشکر کو صرف ساڑھے تین سیر کھانا کھلا کر سیر کر دیا، جبکہ اس لشکر کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔

(١١) اے مخاطب! آپ ﷺ کے معجزات کو تم اسی وقت گن سکتے ہو جب تم ریت کے ذروں اور کنکریوں کو گن لوگے۔

(١٢) قرآن کا ایک یہی معجزہ کافی ہے کہ اسے ایک طویل زمانے تک لکھا جاتا اور تلاوت کیا جاتا رہے گا۔

(١٣) اس قرآن میں بہت سے مضامین جمع ہیں، کوئی صحیفہ اور کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس کے مضامین قرآن میں شامل نہ ہوں۔

(١٤) قرآن وہ شفا ہے جس سے دل زندہ ہوتے ہیں اور اس کی وعظ و نصیحت قبول کرنے والا ہی کامیاب ہوتا ہے۔

تیئیسویں فصل

آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ

محمد: تعریفوں کے لائق، جس کی ہر کوئی تعریف کرے۔

احمد: اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس نام سے آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خوشخبری سنائی ہے۔

متوکل: اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے والا۔

ماح: کفر کو مٹانے والا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی برکت سے کفر کو مٹایا۔

حاشر: میدانِ حشر میں اکٹھا کرنے والا، کیوں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے آپ ﷺ کو اٹھایا جائے گا اور باقی لوگ آپ ﷺ کے بعد اٹھائے جائیں گے تو چوں کہ آپ ﷺ ان سب کے جمع کرنے کا ذریعہ بنیں گے، لہٰذا آپ ﷺ کا نام حاشر بھی ہے۔

عاقب: آخری پیغمبر، آپ ﷺ سارے انبیائے کرام کے بعد تشریف لائے ہیں۔

مقفّی: اس کے بھی یہی معنیٰ ہیں۔

نبی التوبہ: توبہ والے نبی، آپ ﷺ کی شریعت میں گناہوں کی معافی کے لیے صرف توبہ ہی کافی ہے بشرطیکہ توبہ اپنی شرائط کے ساتھ کی جائے۔ پہلی امتوں میں گناہوں کی معافی کے لیے خود کو قتل کرنا بھی ضروری ہوتا تھا۔

نبی الملحمۃ: خون ریزیوں والے نبی، کیوں کہ آپ ﷺ کی شریعت میں جہاد فرض ہوا۔

نبی الرحمۃ: رحمت والے نبی، آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ مسلمانوں کے لیے تو دنیا اور آخرت دونوں میں اور کفار کے لیے دنیا میں آپ ﷺ رحمت ہیں کیوں کہ آپ ﷺ کی برکت سے پہلی امتوں کی طرح کفار پر عذاب نہیں آتے۔ آپ ﷺ باقی سارے عالم کے لیے بھی رحمت ہیں کیوں کہ جب تک کوئی اللہ اللہ کہنے والا دنیا میں رہے گا قیامت نہیں آئے گی یعنی جب تک آپ ﷺ کے دین کا ماننے والا دنیا میں رہے گا اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔

فاتح: فتح کرنے والا، آپ ﷺ کی بدولت ہدایت کا دروازہ کھلا اور کفار کے ملک و شہر فتح ہوئے۔ جنت کے دروازے بھی آپ ﷺ ہی کی اتباع سے کھلیں گے۔

امین: امانت دار، معتبر۔

شاہد: گواہی دینے والے، آپ ﷺ قیامت کے دن اپنی امت کے گواہ ہوں گے۔

مبشر: خوشخبری دینے والے، مؤمنین کو جنت کی خوشخبری دینے والے۔

بشیر: یہی معنیٰ ہیں۔

نذیر: ڈرانے والے، کافروں کو عذاب سے ڈرانے والے۔

قاسم: تقسیم کرنے والے، فیوض اور اموال تقسیم کرنے والے۔

ضحوک وقتال: ہنسنے والے، قتال بمعنی قتل کرنے والے۔ ان دونوں کا استعمال الگ الگ نہیں ہوتا۔ ایمان والوں کے ساتھ ہنسنے والے اور کفار کے ساتھ قتال کرنے والے۔

عبد اللہ: اللہ تعالیٰ کے بندے۔

سراج منیر: ہدایت کے روشن چراغ۔

سید ولد آدم: بنی آدم کے سردار۔

صاحب لواء الحمد: حمد کے جھنڈے والے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی تعریف کا جھنڈا آپ ﷺ کے پاس ہوگا اور سارے اوّلین اور آخرین اس کے نیچے ہوں گے۔

صاحب مقام: قیامت کے دن آپ ﷺ مقامِ شفاعت پر کھڑے کیے جائیں گے۔

صادق: سچے، آپ ﷺ سچی خبریں دینے والے تھے۔

مصدوق: آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے سچی خبریں پہنچتی تھیں۔

رؤف: مہربان۔

رحیم: بہت مہربان۔

ان اسماء میں سے بعض اسماء آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہیں اور بعض اسماء آپ ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام میں مشترک ہیں۔ ان اسماء میں سے اکثر اسماء وہ ہیں جو کسی خاص صفت یا غالب صفت پر دلالت کرتے ہیں، عرف میں لقب اور نام ایسے ہی اسماء کو کہتے ہیں۔ اسی لیے صرف پچیس تیس ذکر کیے ہیں ورنہ آپ ﷺ کی ہر صفت سے ایک نام بنایا جائے تو دو سو سے بھی زائد بلکہ علماء کے بقول ایک ہزار تک پہنچ جائیں۔

(زاد المعاد)

مِنَ الرَّوْضِ

مُحَمَّدٌ اَحْمَدُ الْمَنْسُوْبُ مَادِحُہٗ
اِلَیْہِ فَھُوَ بِھٰذَا الْفَخْرِ یَفْتَخِرُ
اَلْفَاتِحُ الْخَاتِمُ الْھَادِیْ بِدَعْوَتِہٖ
اِلَـی الْھُدٰی وَلِـدِیْـنِ اللّٰہِ یَنْتَصِرُ

اَلْحَاشِرُ الْعَاقِبُ الْمَاحِیْ بِبِعْثَتِہٖ
عَنَّاالظَّلَامَ وَلَیْلُ الـشِّرْکِ مُنْدَمِرُ
یَـا رَبِّ صَـلِّ وَسَـلِّـمْ دَائِـمًـا اَبَـدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَـتْ بِہٖ الْعُصُرُ

۱۔ آپ ﷺ ہی محمد ہیں، آپ ﷺ ہی احمد ہیں، آپ ﷺ کی تعریف کرنے والا اس بات پر فخر کرتا ہے کہ اسے آپ ﷺ کی تعریف کا شرف حاصل ہوا ہے۔

٢۔آپ ﷺ افتتاح کرنے والے ہیں (کہ آپ ﷺ کے نور سے مخلوق کا افتتاح ہوا) اور آپ ﷺ اختتام کرنے والے ہیں (کہ آپ ﷺ پر نبوت ختم ہوئی) آپ ﷺ اپنی دعوت کے ذریعہ رہنمائی فرمانے والے ہیں اور دین الٰہی کی نصرت فرمانے والے ہیں۔

٣۔آپ ﷺ کے بعد سب کو میدان حشر میں لایا جائے گا۔آپ ﷺ تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے ہیں،آپ ﷺ تشریف لائے تو تاریکیاں دور ہو گئیں اور شرک کی رات تو مٹ ہی جاتی ہے۔

چوبیسویں فصل

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چند خصوصیات

جو خصوصیات اللہ تعالیٰ نے صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرمائی ہیں اس کی چند قسمیں ہیں:

پہلی قسم وہ خصوصیات ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دنیا میں تشریف لانے سے پہلے حاصل ہوئیں۔ مثلاً:

(۱) سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور پیدا ہوا۔

(۲) سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نبوت عطا ہوئی۔

(۳) عہد اَلست۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) کے جواب میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بَلٰی (کیوں نہیں) فرمایا۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا گیا۔

(۵) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مقصود خلائق بتایا گیا۔

(۶) تمام آسمانی کتب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بشارت دی گئی۔

(۷) حضرت آدم، حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکات حاصل ہوئیں (اس کی تفصیل فصل اوّل اور دوم میں گزر چکی)

دوسری قسم وہ باتیں جو دنیا میں تشریف لاتے وقت نبوت سے پہلے ظاہر ہوئیں۔ مثلاً:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شانے پر مہر نبوت کا ہونا (اس کی تفصیل چھٹی فصل میں گزر چکی)

تیسری قسم آپ ﷺ کی وہ خصوصیات جو نبوت کے بعد ظاہر ہوئیں: مثلاً:

(۱) معراج۔ جس میں آپ ﷺ نے جنت جہنم، فرشتوں کو دیکھا اور حق تعالیٰ کی زیارت کی۔

(۲) آپ ﷺ کی تشریف آوری سے کہانت ختم ہو گئی۔

(۳) اذان و اقامت میں آپ ﷺ کا نام موجود ہے۔

(۴) آپ ﷺ کو ایسی کتاب عطا ہوئی جو ہر اعتبار سے معجزہ ہے۔ نہ اس کے الفاظ تبدیل ہو سکتے ہیں نہ معانی اور یہ زبانی یاد بھی ہو جاتی ہے۔

(۵) آپ ﷺ کے لیے صدقے کا حرام ہونا۔

(۶) سونے سے آپ ﷺ کا وضو نہ ٹوٹنا۔

(۷) امتیوں کے لیے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے نکاح پر ہمیشہ کے لیے ممانعت۔

(۸) آپ ﷺ کا سلسلۂ نسب آپ ﷺ کی صاحبزادی سے چلنا۔

(۹) آپ ﷺ پشت مبارک کی طرف سے بھی ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے سامنے کی طرف سے دیکھتے تھے۔

(۱۰) جو آپ ﷺ کو دور سے دیکھتا وہ بھی مرعوب ہو جاتا تھا۔

(۱۱) آپ ﷺ کی احادیث کا جامع مانع ہونا۔

(۱۲) آپ ﷺ کو تمام مخلوقات کی طرف مبعوث فرمایا جانا۔

(۱۳) آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا۔

(۱۴) آپ ﷺ کی امت کی تعداد تمام امتوں سے زیادہ ہونا۔

(۱۵) آپ ﷺ کا تمام مخلوق سے افضل ہونا۔

چوتھی قسم وہ باتیں جو پہلی امتوں میں نہ تھیں اور آپ ﷺ کی برکت سے صرف اس امت کو عطا ہوئیں:

(۱) امتِ محمدیہ کے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔

(۲) ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا کہ جہاں چاہیں نماز پڑھ لیں۔

(۳) تیمّم کی اجازت دے کر ساری زمین کو پاکی حاصل کرنے کا آلہ بنا دیا گیا۔

(۴) اذان واقامت مقرر کی گئی۔

(۵) نماز میں مسلمانوں کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی گئیں۔

(۶) جمعہ کے روز نماز جمعہ جیسی خاص عبادت اور دعا کی قبولیت کی ایک خاص گھڑی عطا فرمائی گئی۔

(۷) روزہ کے لیے سحری کی اجازت دی گئی۔

(۸) رمضان المبارک میں شب قدر (جیسی عظیم نعمت) عطا کی گئی۔

(۹) ایک نیکی پر کم سے کم دس گنا، ورنہ اس سے بھی زیادہ ثواب دیا گیا۔

(۱۰) بھول چوک پر گناہ نہ ہونے کا وعدہ کیا گیا۔

(۱۱) مشقت والے احکام کو ختم کر دیا گیا۔

(۱۲) تصویر اور نشہ آور چیزوں کو حرام قرار دیا گیا۔

(۱۳) اجماعِ امت کو ایک دلیل شرعی بنایا گیا اور اس میں گمراہی کا احتمال ختم کر دیا گیا۔

(۱۴) فروعی اختلاف کو رحمت بنایا گیا۔

(۱۵) اس امت پر پہلی امتوں جیسے عذاب نہیں آئیں گے۔

(۱۶) طاعون سے مرنے والے کو شہادت کا مرتبہ ملے گا۔

(۱۷) علماء سے انبیاء علیہم السلام والا کام لیا جائے گا۔

(۱۸) قربِ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی حمایت ونصرت سے اہل حق موجود رہیں گے۔

پانچویں قسم آپ ﷺ کی وہ خصوصیات جو دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد برزخ یا قیامت میں ظاہر ہوں گی۔ اس کا بیان وفات کے بعد کی تین فصلوں

میں آئے گا۔ (شمامہ بتصرف وبعضہ من المشکوٰۃ)

من القصیدة

فَـهُـوَالَّـذِیْ تَـمَّ مَعْنَاهُ وَصُـوْرَتُـهٗ
ثُـمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًابَارِئُ النَّسَمِ
مُـنَـزَّهٌ عَـنْ شَرِیْــكٍ فِــیْ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُالْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُمُنْقَسِمٖ
یَـــارَبِّ صَــلِّ وَسَــلِّــمْ دَائِـمًـــا اَبَـــدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہری اور باطنی فضائل میں درجۂ کمال تک پہنچے ہوئے ہیں، اور خالقِ دوجہاں نے انہیں اپنا حبیب بنایا ہوا ہے۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیوں میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شریک نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسن کا وہ جوہر عطا کیا گیا جو تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔

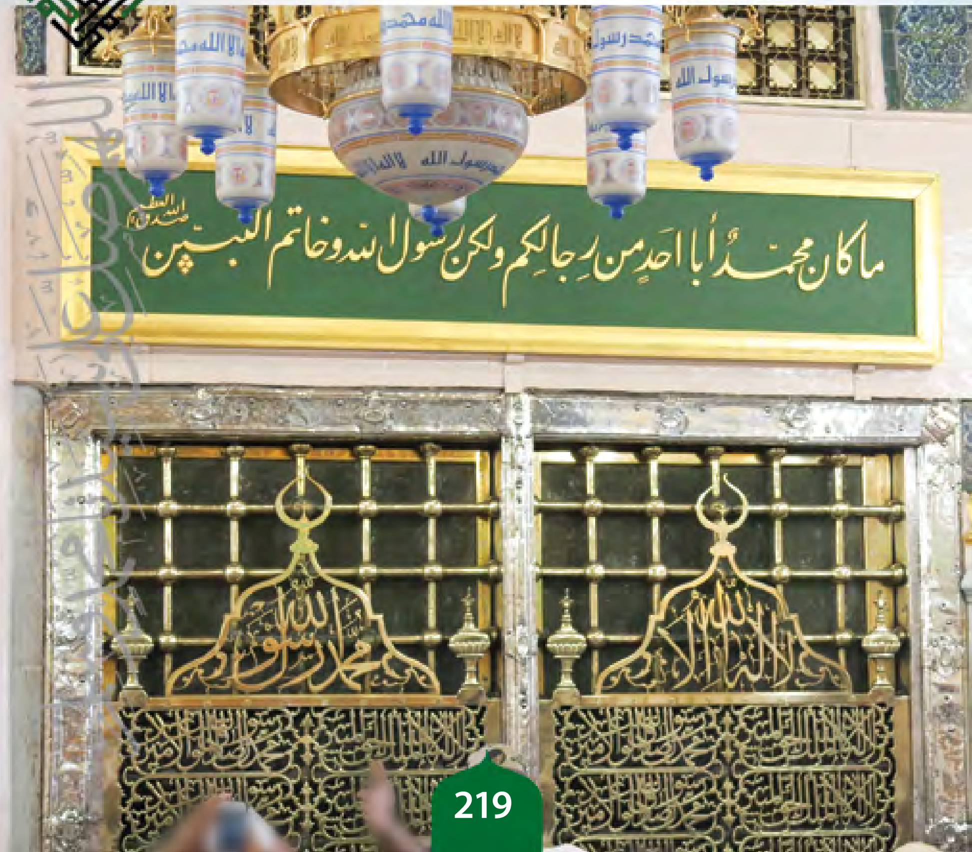

پچیسویں فصل: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کھانا پینا اور سواریاں وغیرہ

کچھ چیزیں تو ایسی ہیں جن کے بارے میں آں حضرت ﷺ نے بیان فرمادیا کہ یہ جائز ہیں اور یہ ناجائز۔ ان چیزوں کو جمع کرکے ان کا شرعی حکم بیان کرنا مفتیوں کا کام ہے۔ اور دوسری چیزیں وہ ہیں جن کی مصلحت اور حکمت آپ ﷺ نے بیان فرمائی۔ یہ سیرت نگاری کا شعبہ ہے۔ یہاں اسی اعتبار سے زادالمعاد میں سے مختصراً تحریر کیا جاتا ہے۔

کھانا پینا اور علاج معالجہ

کھانے پینے کی کچھ چیزیں تو ایسی ہیں جو آپ ﷺ نے خود استعمال فرمائی اور کچھ چیزیں ایسی ہیں (جو خود تو استعمال نہیں فرمائیں لیکن) ان کی خاصیات بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ اثمد (اصفہانی سیاہ سرمہ)

آں حضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اثمد کو استعمال کیا کرو کیوں کہ اس سے نگاہ تیز ہوتی ہے اور (پلکوں کے) بال پیدا ہوتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی لگایا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ)

ایک روایت میں ہے کہ دائیں آنکھ میں تین اور بائیں آنکھ میں دو سلائی لگایا کرتے تھے۔ (ترمذی) یعنی دونوں طرح کی عادت تھی۔

۲۔ چکوترہ

آں حضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص قرآن پاک پڑھتا ہے وہ چکوترے کی طرح ہے۔ جس کا ذائقہ بھی اچھا ہے اور خوشبو بھی اچھی ہے۔ (بخاری، مسلم)

۳۔ تربوز

آپ ﷺ (ایک مرتبہ) تربوز کو تازہ کھجوروں کے ساتھ تناول فرمارہے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس (کھجور) کی گرمی اس (تربوز) کی سردی کو ختم کردیتی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

۴۔ کچی کھجوریں

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کچی کھجوروں کو پرانی کھجوروں کے ساتھ کھایا کرو! کیوں کہ شیطان جب انسان کو دونوں قسم کی کھجوریں کھاتے ہوئے دیکھتا ہے تو (افسوس سے) کہتا ہے: یہ آدمی اب تک زندہ رہا کہ نئی کھجوروں کو پرانی کھجوروں کے ساتھ کھا رہا ہے۔ (نسائی و ابن ماجہ)

۵۔ نیم پختہ کھجوریں

ایک مرتبہ آں حضرت ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت ابوہیثم کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ کھجور کا ایک خوشہ لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پکی کھجوریں چھانٹ کر کیوں نہیں لائے؟ (تاکہ پورا خوشہ ضائع نہ ہوتا)۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرا دل چاہتا ہے آپ حضرات اپنی پسند کے مطابق کچی پکی خود چھانٹ لیں۔

۶۔ پیاز اور لہسن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پیاز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: جو آخری کھانا آپ ﷺ نے تناول فرمایا اس میں پیاز تھی۔ (ابوداؤد)

آپ ﷺ نے پیاز کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا۔ (بخاری، مسلم)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جو پیاز یا لہسن کھائے تو انہیں پکا کر ان کی بو ختم کر دے۔

۷۔ خشک کھجوریں

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص صبح کو سات کھجوریں کھالے اس دن اس کو جادو اور زہر نقصان نہیں دیتا۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا: جس گھر میں کھجور نہ ہو اس گھر میں رہنے والے بھوکے ہیں۔

آپ ﷺ بکثرت کھجوریں تناول فرمایا کرتے تھے۔ کبھی مکھن کے ساتھ، کبھی روٹی کے ساتھ اور کبھی تنہا کھجوریں۔

۸۔ برف

آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! میرے گناہوں کو برف، اولے اور پانی سے دھو ڈال۔ اس دعا میں برف کی تعریف پائی گئی۔

۹۔ ثرید

یعنی روٹی کے ٹکڑے گوشت کے شوربے میں ڈال کر کھانا۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جیسے ثرید کو دوسرے کھانوں پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو دوسری عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ (بخاری، مسلم)

۱۰۔ پنیر

غزوۂ تبوک سے واپسی پر دوران سفر آں حضرت ﷺ کی خدمت میں پنیر لایا گیا۔ آپ ﷺ نے چاقو منگوایا اور بسم اللہ کہہ کر اس کا ٹکڑا کاٹا۔ (ابوداؤد)

۱۱۔ مہندی

آپ ﷺ کو اگر کوئی پھنسی نکلتی یا کانٹا لگتا تو آپ ﷺ اس پر مہندی لگا لیتے۔

۱۲۔ کلونجی

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کلونجی استعمال کیا کرو! کیوں کہ اس میں موت کے

علاوہ تمام بیماریوں سے شفا ہے۔ (بخاری، مسلم)

۱۳۔ رائی اور ایلوہ

آپ ﷺ نے فرمایا: دو چیزوں رائی اور ایلوے میں بہت شفا ہے۔ (مراسیل ابی داوٗد)

۱۴۔ میتھی

آپ ﷺ نے فرمایا: میتھی سے شفا حاصل کرو۔

۱۵۔ روٹی

آپ ﷺ کو شوربے میں چوری ہوئی روٹی (ثرید) بہت پسند تھی۔ ایک بار آپ ﷺ نے خواہش ظاہر کی کہ مجھے گندم کی چپڑی ہوئی روٹی چاہیے۔ چناں چہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ گھی کس برتن میں رکھا ہوا تھا؟ پتہ چلا کہ وہ گھی گوہ کی کھال سے بنائے گئے مشکیزے میں رکھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ روٹی لے جاؤ۔ (ابوداوٗد)

۱۶۔ سرکہ

آپ ﷺ نے اسے نوش بھی فرمایا اور اس کی تعریف بھی کی۔ فرمایا: سرکہ ایک اچھا سالن ہے۔ (مسلم)

۱۷۔ تیل

آپ ﷺ سر مبارک میں کثرت سے تیل لگاتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

۱۸۔ ذریرہ عطر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آں حضرت ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر احرام باندھتے اور کھولتے وقت اپنے ہاتھ سے ذریرہ خوشبو لگائی ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱۹۔ تازہ کھجوریں

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کو تازہ

کھجوریں ککڑی کے ساتھ کھاتے دیکھا۔ (بخاری و مسلم)

آپ ﷺ مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے، اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے اور اگر یہ بھی نہ ہوتیں تو پانی سے افطار فرماتے۔ (ابوداوٗد)

۲۰۔ ریحان

آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے سامنے ریحان پیش کیا جائے وہ اسے رد نہ کرے۔ کیوں کہ اسے لینے والا احسان کے بوجھ تلے نہیں دبتا اور اس کی خوشبو بھی عمدہ ہے۔ (مسلم)

فائدہ: ہر خوشبو کا یہی حکم ہے کہ اسے واپس نہیں کرنا چاہیے۔

۲۱۔ ادرک

ایک مرتبہ روم کے بادشاہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں ادرک کا بھرا ہوا ایک مٹکا ہدیۃً بھیجا۔ آپ ﷺ نے سب حاضرین کو کھانے کے لیے ایک ایک ٹکڑا عطا فرمایا۔ (ابو نعیم)

۲۲۔ سَنا

آپ ﷺ نے ایک صحابیہ کو ''سَنا'' کا مسہل لینے کو فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا: اگر کوئی چیز موت سے شفا دیتی تو وہ سنا ہوتی۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

۲۳۔ سنوت (گھی کے برتن میں رکھا ہوا شہد)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سَنا اور سنوت کو استعمال کیا کرو! کیوں کہ ان میں موت کے علاوہ تمام بیماروں سے شفا ہے۔ (ابن ماجہ)

۲۴۔ سیب

آپ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ایک سیب دے کر ارشاد فرمایا: یہ دل کو قوت دیتا ہے اور طبیعت کو خوش کرتا ہے اور سینے کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔

۲۵۔ گھی

روٹی کے بیان میں گزر چکا ہے کہ آپ ﷺ کو گھی پسند تھا۔

۲۶۔ مچھلی

آپ ﷺ نے عنبر مچھلی کا گوشت صحابۂ کرام سے لے کر تناول فرمایا۔ (زاد المعاد عن بخاری و مسلم)

۲۷۔ چقندر

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کمزوری دور کرنے کے لیے آپ ﷺ نے جَو اور چقندر ملا کر کھانے کا حکم فرمایا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

۲۸۔ جَو

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ گھر والوں کو اگر بخار ہو جاتا تو جَو کا ہریرہ کھلاتے، اور فرماتے: یہ غمگین دل کو قوت دیتا ہے اور بیمار کے دل سے تکلیف دور کر دیتا ہے۔ (ابن ماجہ)

آپ ﷺ کی اکثر خوراک یہی جو تھی۔

۲۹۔ بھنا ہوا گوشت

آپ ﷺ بھنا ہوا گوشت تناول فرمایا کرتے تھے۔ (ترمذی)

۳۰۔ چربی

ایک یہودی نے آپ ﷺ کی دعوت کی اور جو کی روٹی کے ساتھ تھوڑی سی تبدیل شدہ چربی پیش کی۔

۳۱۔ خوشبو

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے دنیا کی چیزوں میں اپنی بیویاں اور خوشبو پسند ہے۔

۳۲۔ شہد

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایک مہینے کے اندر تین دن صبح کے وقت شہد چاٹ لیا کرے اسے کوئی بڑی بیماری نہیں لگے گی۔ (ابن ماجہ)

۳۳۔ عجوہ کھجور

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عجوہ جنت کی کھجور ہے۔اس میں ہر زہر سے شفا ہے۔ (نسائی، ابن ماجہ)

۳۴۔ عود ہندی

اس کی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم بطور دوا استعمال کی جاتی ہے۔اور دوسری بطور خوشبو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: عود (قسط بحری) اور پچھنے لگوانا بہترین دوا ہے۔ (بخاری، مسلم) نیز فرمایا: عود ہندی کو استعمال کیا کرو! اس میں سات شفائیں ہیں۔

عود کی دوسری قسم جو بطور خوشبو استعمال کی جاتی ہے۔آپ ﷺ اس کو سلگا کر اس کی خوشبو سونگھا کرتے تھے۔ (مسلم)

۳۵۔ ککڑی

آپ ﷺ ککڑی کو تازہ کھجور کے ساتھ تناول فرمایا کرتے تھے۔ (ترمذی)

۳۶۔ کھمبیاں (سانپ کی چھتری)

آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا عرق آنکھ کے لیے شفا ہے۔اور یہ بنی اسرائیل پر نازل شدہ من وسلویٰ میں سے من کی طرح ہے۔ (مفت بھی ہے اور مفید بھی۔) (بخاری، مسلم)

۳۷۔ پیلو کا پھل

ایک بار صحابۂ کرام جنگل میں پیلو کا پھل چن رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سیاہ چنو! وہ عمدہ ہوتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

۳۸۔ گوشت

آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا اور جنت والوں کی ساری غذاؤں کا سردار گوشت ہے۔

(ابن ماجہ)

آپ ﷺ کو دستی کا گوشت پسند تھا۔ (بخاری، مسلم)آپ ﷺ نے فرمایا: پشت کا گوشت عمدہ ہوتا ہے۔

آپ ﷺ نے خرگوش کا گوشت بھی قبول فرمایا۔ (بخاری، مسلم)

آپ ﷺ نے گورخر کھانے کی اجازت دی۔ (بخاری، مسلم)

آپ ﷺ نے سکھایا ہوا گوشت بھی تناول فرمایا۔ (السنن)

آپ ﷺ نے مرغ کا گوشت بھی تناول فرمایا۔ (بخاری مسلم)

آپ ﷺ نے سرخاب کا گوشت بھی کھایا(السنن) صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے ساتھ ٹڈی (پرندہ) کا گوشت بھی کھایا۔ (بخاری، مسلم)

۳۹۔ دودھ

آپ ﷺ نے دودھ کی تعریف کی اور فرمایا: میرے علم میں دودھ کے علاوہ ایسی کوئی چیز نہیں جو بھوک بھی ختم کرتی ہو اور پیاس بھی بجھاتی ہو۔

نبی کریم ﷺ نے دودھ نوش فرمایا اور پینے کے بعد پانی منگوا کر کلی فرمائی۔(بخاری، مسلم)

۴۰۔ پانی

بعض پانیوں کی آپ ﷺ نے فضیلت بھی بیان فرمائی ہے۔ جیسے دریائے سیحون، جیحون اور نیل وفرات کے پانی کی آپ ﷺ نے تعریف کی ہے اور فرمایا کہ یہ جنت کی نہریں ہیں۔ (بخاری، مسلم) چوں کہ ان کا پانی ہر اعتبار سے عمدہ ہے۔ اس لیے انہیں جنت کے پانی سے تشبیہ دی۔

آب زمزم کے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نیت سے پیا جائے وہ مقصد پورا ہوتا ہے۔ (السنن)

۴۱۔ مشک

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سب سے بہترین خوشبو مشک ہے۔ (مسلم) آپ ﷺ نے احرام باندھنے سے پہلے اور احرام کے بعد اسے استعمال فرمایا ہے۔ (بخاری مسلم)

۴۲۔ نمک

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تمہارے کھانے کا سردار نمک ہے۔ (ابن ماجہ)

۴۳۔ چونہ

جب آپ ﷺ (بال صاف کرنے کے لیے) چونہ استعمال فرماتے تو پہلے ستر والے حصے کو لگاتے۔ (ابن ماجہ) (آپ ﷺ نے کبھی چونے سے بھی بال صاف کیے ہوں گے۔)

۴۴۔ بیر

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر اترے تو سب سے پہلے بیر کھایا تھا۔ (ابو نعیم)

۴۵۔ ورس

یہ گھاس کی ایک قسم ہے جو کپڑے وغیرہ رنگنے کے کام آتی ہے۔

آپ ﷺ نے ذات الجنب کی بیماری میں ورس اور زیتون کے تیل کے استعمال کی تعریف فرمائی ہے۔ (ترمذی)

۴۶۔ کدو

آپ ﷺ سالن میں سے کدو تلاش کر کے کھایا کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

آں حضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جب سالن پکاؤ تو کدو زیادہ ڈالا کرو! کیوں کہ یہ غمگین دل کو قوت دیتا ہے۔ آپ ﷺ دو طرح سے کھانا کھاتے تھے: ایک اکڑوں بیٹھ کر، دوسرے دوزانوں بیٹھ کر کہ بائیں پاؤں کا تلوا دائیں پاؤں کی پشت سے لگا ہوتا تھا۔

آپ ﷺ تین انگلیوں سے کھانا کھاتے، اور کھانے سے فارغ ہو کر انگلیاں چاٹ لیتے تھے اور ٹھنڈا اور میٹھا پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے (ایک موقع پر) حضرت ابوالہیثم سے پہلے کا رکھا ہوا پانی طلب فرمایا تھا۔

آپ ﷺ کے لیے سقیا نامی کنوئیں سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا۔ آپ ﷺ بیٹھ

کر تین سانس میں پانی پیتے تھے۔آپ ﷺ کے پاس پانی پینے کے لیے ایک لکڑی کا اور ایک کانچ کا پیالہ تھا۔

۴۷۔ آپ ﷺ کا لباس

آپ ﷺ کا لباس چادر، لنگی، کرتہ اور عمامہ ہوتا تھا۔

آپ ﷺ نے سیاہ لباس بھی پہنا ہے لیکن آپ ﷺ کو سفید لباس زیادہ پسند تھا۔ آپ ﷺ نے کتان اور اون کا کپڑا بھی پہنا ہے مگر سوتی کپڑا زیادہ استعمال فرماتے تھے۔ بعض مواقع پر قیمتی کپڑا اور قبا بھی استعمال فرمائی ہے۔

آپ ﷺ ٹوپی کے اوپر عمامہ پہنتے تھے، کبھی بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ باندھ لیا کرتے تھے۔ اور کبھی بغیر عمامے کے صرف ٹوپی بھی پہن لیتے تھے۔ کبھی شملہ والی پگڑی باندھتے اور کبھی بغیر شملے والی۔

آپ ﷺ کا کرتہ سوتی ہوتا تھا، جس کا دامن اور آستین زیادہ لمبی نہیں ہوتی تھی۔آپ ﷺ کی لنگی کی لمبائی چار ہاتھ ایک بالشت اور چوڑائی دو ہاتھ ایک بالشت تھی۔

روم کے بادشاہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک پوستین بھیجی تھی جس میں ریشم کی جھالریں لگی ہوئیں تھیں۔آپ ﷺ نے اسے بھی زیب تن فرمایا۔آپ ﷺ نے پائجامہ خرید فرمایا اور بعض روایات میں ہے کہ پہنا بھی ہے۔آپ ﷺ دھاری دار چادر کو پسند فرماتے تھے۔آپ ﷺ کے پاس سیاہ اور سرخ دو چادریں تھیں جن میں سبز رنگ کی دھاریاں تھیں اور ایک بالوں والا کمبل بھی تھا۔

آپ ﷺ کی چادر کی لمبائی چھ ہاتھ اور چوڑائی تین ہاتھ ایک بالشت تھی۔آپ ﷺ نے پھول بوٹے والی اور سادہ دونوں طرح کی چادر پہنی ہے۔

آپ ﷺ کا تکیہ چمڑے کا تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہوتی تھی۔آپ ﷺ کبھی چمڑے پر، کبھی چٹائی پر، کبھی زمین پر، کبھی چارپائی پر، اور کبھی سیاہ کمبل پر آرام فرماتے تھے۔آپ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔آپ ﷺ بدن ڈھانکنے کے لیے چادر بھی اوڑھتے تھے۔اور آپ ﷺ نے جوتے اور موزے بھی استعمال فرمائے ہیں۔

۴۸۔ آپ ﷺ کی سواریاں

آں حضرت ﷺ کے پاس سات گھوڑے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں:

(۱) سکب (۲) مرجز (۳) لحیف (۴) لزاز (۵) ظرب (۶) سبحہ (۷) ورد

آں حضرت ﷺ کے پاس پانچ خچر تھے:

(۱) دلدل۔ جو مصر کے بادشاہ مقوقس نے بھیجا تھا۔ (۲) فضہ۔ جو جزام کے قبیلے فروہ نے بھیجا تھا۔ (۳) ایک سفید خچر تھا جو ایلہ کے حاکم نے پیش کیا تھا۔ (۴) یہ خچر دومۃ الجندل کے حاکم نے بھیجا تھا۔ (۵) بعض حضرات کے بقول ایک پانچواں خچر بھی تھا جو حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے بھیجا تھا۔

آں حضرت ﷺ کے پاس تین گدھے تھے:

(۱) عفیر۔ جو مصر کے بادشاہ نے بھیجا تھا۔ (۲) دوسرا جذام کے قبیلے فروہ نے بھیجا تھا۔ (۳) تیسرا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا۔

آں حضرت ﷺ کے پاس تین سانڈنیاں تھیں:

(۱) قصویٰ (۲) عضباء (۳) جدعاء۔

بعض حضرات نے عضباء اور جدعاء کو ایک ہی شمار کیا ہے۔ (اس طرح آپ ﷺ کے پاس دو سانڈنیاں ہوئیں۔)

آں حضرت ﷺ کے پاس دودھ دینے والی پینتالیس اونٹنیاں اور سو بکریاں تھیں، آپ ﷺ سو سے زیادہ بکریاں نہ ہونے دیتے تھے۔ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو ایک بکری ذبح فرما دیتے تھے۔ (ہٰذا کلہ من زاد المعاد)

ملاحظہ: اس فصل میں مذکور تمام چیزیں اور امور ایسا نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی مکمل حیاتِ طیبہ کا معمول تھا بلکہ بعض امور ایسے ہیں جو کسی خاص وقت کے ساتھ خاص تھے۔ تفصیل احادیث میں مذکور ہے۔

مِنَ الرَّوْضِ

قَضٰی وَلَمْ یَکُ یَوْمًا مُدْرِکًا شِبَعًا

مِنَ الشَّعِیْرِ وَکَانَتْ فَرْشُہُ الْحُصُرُ

ھٰــذَا وَقَــدْ مُلِّکَ الدُّنْیَا بِاَجْمَعِھَا

فَــرَدَّہُ الــزُّھْـدُ عَنْھَا وَھُــوَ مُقْتَدِرُ

فَالثَّوْبَ یَرْقَعُہٗ وَالــشَّـاۃَ یَحْلِبُھَا

وَمَــــارُاِیَ لِاَخِ الْاِعْــــدَامِ یَحْتَقِرُ

وَالْبَیْتَ یَکْنِسُہٗ وَالنَّعْلَ یَخْصِفُھَا

وَ اِنْ دُعِــیَ اَسْعَفَ الدَّاعِیْ وَلَایَـذَرُ

کَـانَ الْــبُرَاقُ لَــہٗ وَالْخَیْلُ یَرْکَبُھَا

وَالْاِبْــلُ اَیْضًا کَــذَاکَ الْبَغْلُ وَالْحُمُرُ

یَــارَبِّ صَــلِّ وَسَــلِّــمْ دَائِـمًــا اَبَــدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

(۱)آپ ﷺ نے ساری زندگی ایک دن بھی جو سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور آپ ﷺ کا بستر بوریے کا ہوتا تھا۔

(۲)اگرچہ آپ ﷺ تمام دنیا کے مالک تھے لیکن آپ ﷺ نے زہد کی وجہ سے دنیا کو چھوڑا ہوا تھا۔آپ ﷺ نے قدرت رکھنے کے باوجود ایسی زندگی بسر کی۔

(۳)آپ ﷺ اپنے کپڑوں پر خود پیوند لگالیتے تھے۔اور بکری کا دودھ خود نکال لیا کرتے تھے۔آپ ﷺ نے کبھی کسی غریب کو بے عزت نہیں کیا۔

(۴)آپ ﷺ گھر میں خود جھاڑو دے دیتےاور خود ہی جوتا سی لیا کرتے تھے۔اگر کوئی آپ ﷺ کی دعوت کرتا تو آپ ﷺ اس کی دعوت قبول کرتے، اور انکار نہیں فرماتے تھے۔

(۵)آپ ﷺ کے لیے براق بھی حاضر تھا پھر بھی گھوڑے، اونٹ، خچر اور دراز گوش سبھی پر سواری کرلیا کرتے تھے۔

چھبیسویں فصل
آپ ﷺ کے اہل و عیّال اور خدّام

آپ ﷺ نے پہلا نکاح پچیس برس کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، اس وقت ان کی عمر چالیس برس تھی۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت سے تین سال قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا، اور ان کی وفات کے چند دن بعد آپ ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ قرشیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ پھر تھوڑے عرصے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر چھ برس کی تھی۔ جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو ہجرت کے پہلے سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر آئیں۔ اس وقت ان کی عمر صرف نو برس تھی۔ آپ ﷺ کی بیویوں میں صرف یہی کنواری تھیں۔ پھر آں حضرت ﷺ نے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، پھر حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے، لیکن دو مہینے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا ان کا انتقال ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں ہوا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ یہ آپ ﷺ کی پھوپھی زاد تھیں۔ آں حضرت ﷺ کی وفات کے بعد تمام بیویوں میں سب سے پہلے انہی کا انتقال ہوا۔ پھر غزوۂ بنی مصطلق میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا قید ہو کر آئیں۔ آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے وکیل کے ذریعہ ۴ ہجری میں نکاح فرمایا۔ وہ اس وقت حبشہ میں تھیں۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آپ

ﷺ کی طرف سے انہیں چار سو درہم مہر دیا۔ پھر غزوۂ خیبر میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا قید ہو کر آئیں۔ آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیا۔ پھر آپ ﷺ نے عمرۃ القضاء کے زمانے میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ یہ گیارہ بیویاں ہیں جن میں سے دو آپ ﷺ کی زندگی میں وفات پا گئیں اور نو آپ ﷺ کے وصال کے وقت زندہ تھیں۔ کچھ اور بیویوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے لیکن اس بارے میں بہت اختلاف ہے۔

آں حضـــــرت ﷺ کی باندیاں

آں حضرت ﷺ کی چار باندیاں تھیں۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا۔ ان سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا اور ایک اور کنیز جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ہبہ کی۔

اولاد

آپ ﷺ کے ہاں سب سے پہلے آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھی، (پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں) پھر حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھن پیدا ہوئیں۔ ان تینوں میں اختلاف ہے کہ بڑی کون سی ہیں۔ پھر حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ جن کے لقب طیب اور طاہر ہیں۔ صحیح قول کے مطابق یہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے، ان کا بھی بچپن میں انتقال ہو گیا۔ یہ سب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔

پھر ۸ ہجری میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ان کا انتقال بھی شیر خوارگی کے زمانہ میں ہوا۔ آپ ﷺ کے وصال کے وقت صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ تھیں۔ ان کا انتقال آپ ﷺ کے وصال سے چھ ماہ بعد ہوا۔

چچا

آں حضرت ﷺ کے چچا مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ۔ (۲) حضرت عباس رضی اللہ عنہ۔ (۳) حضرت ابوطالب۔ (۴) ابولہب۔ (۵) زبیر۔ (۶) عبدالکعبہ۔ (۷) حارث۔ (۸) مقوم۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی کے تھے۔ (۹) ضرار۔ (۱۰) قثم۔ (۱۱) مغیرہ۔ (۱۲) عیداق۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی تھے۔ اس طرح کل دس چچا ہوئے یا بارہ۔ لیکن ان میں سے صرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے اور چچا بھی تھے۔

پھوپھیاں

آں حضرت ﷺ کی پھوپھیوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا۔ یہ مسلمان ہو گئی تھیں۔ (۲) عاتکہ۔ (۳) اروی (ان دونوں کے اسلام میں اختلاف ہے۔) (۴) برہ۔ (۵) امیمہ۔ (۶) ام حکیم۔

غلام

آپ ﷺ کے غلاموں کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔ (۲) حضرت اسلم۔ (۳) حضرت ابورافع۔ (۴) حضرت ثوبان۔ (۵) حضرت ابوکبشہ۔ (۶) حضرت سلیم۔ (۷) حضرت شقران۔ (۸) حضرت رباح۔ (۹) حضرت یسار۔ (۱۰) حضرت مدعم۔ (۱۱) حضرت کرکرہ۔ (۱۲) حضرت انجشہ۔ (۱۳) حضرت سفینہ۔ (۱۴) حضرت انیسہ۔ (۱۵) حضرت افلح۔ (۱۶) حضرت عبیدہ۔ (۱۷) حضرت طہمان۔ (۱۸) حضرت کیسان۔ (۱۹) حضرت ذکوان۔ (۲۰) حضرت مہران۔ (۲۱) حضرت مروان۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ پانچ نام ایک ہی خادم کے ہیں (۲۲) حضرت حنین۔ (۲۳) حضرت سندر۔ (۲۴) حضرت فضالہ۔ (۲۵) حضرت مابور۔ (۲۶) حضرت واقد۔ (۲۷) حضرت ابوواقد۔ (۲۸) حضرت قسام۔ (۲۹) حضرت ابوعسیب۔ (۳۰) حضرت ابو مویہبہ رضی اللہ عنہم۔ یہ سب غلاموں کے نام ہیں۔

کنیزیں

آں حضرت کی کنیزوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں: (۱) حضرت سلمیٰ۔ (۲) حضرت ام رافع۔ (۳) حضرت میمونہ بنت سعد۔ (۴) حضرت خضیرہ۔ (۵) حضرت رضویٰ۔ (۶) حضرت ریشحہ۔ (۷) حضرت ام ضمیر۔ (۸) حضرت میمونہ بنت عسیب۔ (۹) حضرت ماریہ۔ (۱۰) حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہم۔

گھریلو خادم

آں حضرت ﷺ کے گھریلو ملازمین کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ۔ اکثر کام یہی انجام دیتے تھے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ جوتے اور مسواک کی خدمت ان کے سپرد تھی۔

۳۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ۔ یہ سفر میں آپ ﷺ کے خچر کے ساتھ رہتے تھے۔

۴۔ حضرت اسلع بن شریک۔ یہ اونٹنی کے ساتھ رہتے تھے۔

۵۔ حضرت بلال۔ یہ مؤذن تھے۔

۶۔ حضرت سعد۔

۷۔ حضرت ابوذر غفاری۔ آپ ﷺ کی آمد و خرچ کا نظام ان حضرات کے سپرد تھا۔

۸۔ حضرت ایمن بن عبید۔ وضو اور استنجاء کی خدمت ان کے سپرد تھی۔

۹۔ حضرت ام ایمن معیقب رضی اللہ عنہا۔ آں حضرت ﷺ کی انگوٹھی ان کے پاس رہتی تھی۔

مؤذنین

آں حضرت ﷺ کے کل چار مؤذن تھے: (۱) حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔ (۲) حضرت عبداللہ بن ام مکتوم مدینہ میں۔ (۳) حضرت سعد القرظ قبا میں۔ (۴)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ مکہ میں۔

پہرہ دار

(۱) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں پہرہ دیا۔ (۲) حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے احد میں پہرہ دیا۔ (۳) حضرت زبیر نے جنگ خندق میں پہرہ دیا۔ (۴) حضرت عباد بن بشیر نے بھی بعض مواقع پر یہ خدمت انجام دی ہے۔ لیکن جب آیت کریم وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (اللہ تعالیٰ خود لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائیں گے) نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے پہرہ بند فرما دیا۔

کاتبین

کاتبینِ وحی کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۵) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (۶) حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۸) حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ (۹) حضرت عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ۔ (۱۱) حضرت حنظلہ بن ربیع سعدی رضی اللہ عنہ۔ (۱۲) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔ (۱۳) حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ (۱۴) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (۱۵) حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ۔ (۱۶) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ (۱۷) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ اس خدمت کو اکثر اوقات یہی حضرات انجام دیا کرتے تھے۔

سزا دینے والے

آں حضرت ﷺ نے مجرموں کو قتل کی سزا دینے کے لیے ان حضرات کو متعین کیا ہوا تھا:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۲) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ۔ (۳)

حضرت مقداد بن عمر رضی اللہ عنہ۔ (۴) حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ۔ (۵) حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ (۶) حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ۔

شعراء اور خطیب

آں حضرت ﷺ کے شعراء مندرجہ ذیل تھے:

(۱) حضرت کعب بن مالک (۲) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۳) حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ یہ سب حضرات شاعر تھے۔ آں حضرت کی طرف سے حضرت ثابت قیس بن شماس خطیب مقرر تھے۔

من المواھب

تُوُفِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ عَنْ تِسْعِ نِسْوَۃٍ
اِلَیْھِنَّ تُعْزَی الْمَکْرُمَاتُ وَتُنْسَبُ
فَعَائِشَۃٌ مَیْمُوْنَۃٌ وَصَفِیَّۃٌ
وَحَفْصَۃٌ تَتْلُوْہُنَّ ہِنْدٌ وَ زَیْنَبٌ
جُوَیْرِیَّۃٌ مَعَ رَمْلَۃَ ثُمَّ سَوْدَۃُ
ثَلَاثٌ وَسِتٌّ ذِکْرُ ھُنَّ مُھَذَّبُ
فَصَلّٰی عَلَیْہِ اللّٰہُ مَادَامَ شَارِقٌ
مِنَ الشَّرْقِ یَشْرُقُ ثُمَّ فِی الْغَرْبِ یَغْرُبُ

۱۔ جب آپ ﷺ نے وفات پائی تو آپ ﷺ کی نو بیویاں تھیں جو سب کی سب اعلیٰ صفات والی تھیں۔

۲۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت ہند رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔

۳۔ اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا، حضرت رملہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ کل نو بیویاں ہوئیں۔ ان کا تذکرہ بہت اچھا ہے۔

۴۔ جب تک سورج مشرق سے نکل کر مغرب میں غروب ہوتا رہے، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر رحمتیں نازل فرماتا رہے۔

ستائیسویں فصل
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال

بلا شبہ آپ ﷺ کا وصال ایک ہوش اڑا دینے والا واقعہ ہے۔ کسی بھی مسلمان کے لیے اس سے بڑا حادثہ کیا ہو سکتا ہے؟ لیکن چوں کہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کے وصال میں بھی رحمتوں کا اظہار فرمایا۔

جب آپ ﷺ خود رحمۃ للعالمین ہیں تو آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی کس قدر رحمتیں نازل ہوتی ہوں گی۔ تو اس لیے یہ وفات بھی آپ ﷺ کے لیے بڑی نعمت ثابت ہوئی اور امتِ محمدیہ کے لیے بھی اس میں رحمتِ خداوندی کا اظہار ہے۔ اس دعویٰ کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

دلیل (۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورۃ النصر نازل ہوئی تو سرکارِ دوعالم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا: اس میں میری موت کی طرف اشارہ ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (آخرت آپ ﷺ کے لیے دنیا سے بہتر ہے) اس سے معلوم ہوا کہ دنیا سے وصال اور سفر آخرت آپ کے لیے زیادہ مفید ہے کیوں کہ ایک تو اللہ تعالیٰ سے بغیر حجاب ملاقات ہو گی اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جن نعمتوں سے سرکارِ دوعالم ﷺ کو نوازنا ہے ان نعمتوں کا مشاہدہ ہو گا۔

دلیل (۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ مرض وفات میں منبر پر بیٹھے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کی عیش وعشرت میں رہے یا اللہ تعالیٰ کے پاس موجود نعمتوں کو اختیار کرلے۔

اور اس بندے نے خدا تعالیٰ کے پاس موجود چیزوں کو ترجیح دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے (ہمیں بعد میں سمجھ آئی) کہ اس سے مراد سرکار دو عالم ﷺ ہیں، لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پہلے ہی سمجھ گئے تھے۔ (بخاری)

فائدہ: اس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے آخرت کو پسند فرمایا جو آخرت کے اچھے ہونے کی دلیل ہے۔

دلیل (۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ہر نبی کو مرض الموت میں دنیا اور آخرت کے بارے میں اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ جہاں چاہیں رہ لیں۔ جب آپ ﷺ مرض الوفات میں کھانستے تھے تو یوں فرماتے تھے: **مع الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔** (ان لوگوں کے ساتھ (رہنا چاہتا ہوں) جن پر آپ نے انعام فرمایا، یعنی نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالحین کے ساتھ) اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے۔ (بخاری، مسلم) (جس پر آپ ﷺ نے آخرت کو اختیار فرما لیا۔)

فائدہ: اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے لیے آخرت دنیا سے بدرجہا بہتر ہے۔

دلیل (۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ زمانۂ صحت میں فرمایا کرتے تھے: جس نبی کی وفات ہوتی ہے اللہ تعالیٰ انہیں ان کا جنت کا مقام دکھا دیتے ہیں اور انہیں اختیار دے دیتے ہیں۔ جب مرض کی شدت ہوتی تو آپ ﷺ اوپر نگاہ اٹھا کر فرماتے تھے: **اَللّٰھم الرفیق الاعلیٰ** (اے اللہ! میں عالم بالا کے رفقاء کو اختیار کرتا ہوں) اور صحیح ابن حبان میں یہ اضافہ بھی مذکور ہے: **مع جبرئیل ومیکائیل واسرافیل۔** (جبریل میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ)

دلیل (۵) آں حضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مجھے اختیار دیا گیا کہ یا تو میں دنیا میں اتنے عرصہ تک زندہ رہوں کہ اپنی امت کی فتوحات دیکھ سکوں یا پھر میں اس سے پہلے ہی آخرت کی طرف چلا جاؤں۔ میں نے جلد آخرت کی طرف جانے کو اختیار کیا۔ (مسند عبدالرزاق)

فائدہ: اس حدیث میں واضح طور پر موجود ہے کہ آپ ﷺ نے دنیا چھوڑنے

کو خود ترجیح دی۔

دلیل (٦) حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عزرائیل نے آپ ﷺ سے عرض کیا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ اگر آپ (ﷺ) فرمائیں تو میں آپ (ﷺ) کی روح قبض کرلوں ورنہ رہنے دوں۔ مجھے حکم ہے کہ آپ (ﷺ) کی اطاعت کروں۔ آپ ﷺ نے جبریل کی طرف دیکھا، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ (ﷺ) کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔ (یہ سن کر آپ ﷺ نے ملک الموت کو روح قبض کرنے کی اجازت دے دی۔)

''اللہ تعالیٰ ملاقات کے مشتاق ہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو آخرت میں لے جا کر اپنا مزید قرب عطا کرنا چاہتے ہیں اور آپ ﷺ کے مرتبے میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ (بیہقی)

فائدہ: اس حدیث میں واضح طور پر موجود ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے خود اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کو ترجیح دی۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس بات کا اشتیاق تھا تو حضور ﷺ نے بھی اس کو ترجیح دی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اسی کے مطابق فیصلہ فرمادیا۔ (مواہب۔ مشکوٰۃ)

دلیل (٧) (آں حضرت ﷺ کے وصال کے بعد ایک مرتبہ) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو یاد کرکے رونے لگیں۔ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا: آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جو آخرت میں نعمتیں ملی ہیں وہ دنیا سے بہت بہتر ہیں۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ٹھیک ہے، لیکن میں اس لیے رورہی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اس پر وہ دونوں حضرات بھی رونے لگے۔ (مسلم ملخصا)

دلیل (٨) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس امت کے پیغمبر کو اس کی امت سے پہلے وفات دے دیتے ہیں اور اس پیغمبر کو اس امت کے لیے بطور توشہ آگے بھیج دیتے ہیں۔ اور جب کسی امت کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو پیغمبر کو زندہ رکھتے ہوئے اس امت کو سزا دیتے ہیں اور ہلاک کردیتے

ہیں اور ان کی ہلاکت دیکھ کر پیغمبر کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ کیوں کہ انہوں نے پیغمبر کی نافرمانی کرکے انہیں جھٹلایا ہوتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کا وصال امت کے حق میں بھی رحمت ہے جیسے پہلی روایات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا وصال آپ ﷺ کے لیے نعمت ہے۔

دلیل (۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک بار آپ ﷺ ان لوگوں کے اجر کا ذکر فرما رہے تھے جن کی اولاد بچپن میں مر جاتی ہے (کہ وہ اولاد ان کے لیے آخرت میں توشہ بن جاتی ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! جس کا بچپن میں کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو، اس کے لیے کون توشہ بنے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے لیے میں آگے جا رہا ہوں کیوں کہ ان کے لیے میری وفات سے بڑی کوئی مصیبت نہیں ہو گی۔

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی وفات میں امت کے لیے یہ حکمت موجود ہے کہ آپ ﷺ کی وفات پر صبر کرنے سے ان کو بہت زیادہ اجر ملے گا۔

دلیل (۱۰) آں حضرت ﷺ نے فرمایا: جو کسی مصیبت میں مبتلا ہو وہ میری وفات کا صدمہ یاد کرکے تسلی حاصل کرلے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ: اس روایت سے ثواب کے علاوہ تسلی کی حکمت بھی معلوم ہوئی۔

دلیل (۱۱) حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حیرہ کے ایک رئیس کے سامنے اس کی رعایا کو سجدہ کرتے دیکھا۔ میں نے واپس آکر آپ ﷺ سے عرض کیا: آپ ﷺ زیادہ حقدار ہیں کہ آپ ﷺ کو سجدہ کیا جائے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اگر تم میری قبر پر گزرو تو کیا اسے بھی سجدہ کروگے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ایسا مت کرو۔

فائدہ: آپ ﷺ کے اس سوال کا منشا یہ تھا کہ تمہارے جواب سے معلوم ہوا کہ سجدہ زندہ کو کیا جاتا ہے اور حقیقتاً چوں کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی زندہ ہے اس لیے سجدہ کی حقدار بھی وہی ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے آپ ﷺ کی وفات کی ایک حکمت یہ بھی معلوم ہوئی اگر آپ ﷺ ہمیشہ زندہ رہتے تو تعجب کی بات نہیں کہ ہزاروں لوگ آپ ﷺ کو خدا سمجھنے لگتے۔ اس لیے امت کے لیے آپ ﷺ کی وفات بڑی رحمت ہے۔

دلیل (۱۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ میری وفات کے بعد میرے صحابہ میں اختلاف تو نہیں ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: اے محمد (ﷺ)! آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میرے نزدیک ستاروں کی طرح ہیں۔ ان میں بعض، بعض سے زیادہ روشن اور منور تو ہیں لیکن نور سب ہی میں ہے۔ جو شخص ان کے اختلاف کے جس حصے کو بھی لے گا میرے نزدیک وہ صحیح راستے پر ہوگا۔ (رزین)

فائدہ: یہ اختلاف اجتہادی مسائل میں قرآن کریم کی آیات کے مختلف معنوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور ہر شخص دلیل شرعی پر عمل کر رہا ہے۔ اس میں چوں کہ امت کے لیے سہولت ہے اس لیے یہ بھی رحمت ہے۔

اختلاف چوں کہ اجتہاد کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لیے اگر آپ ﷺ حیات ہوتے تو آپ ﷺ سے احکامات معلوم کر لیے جاتے اور اجتہاد کی ضرورت ہی پیش نہ آتی پھر اجتہاد کا دروازہ کیسے کھلتا؟ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ نعمت کیسے حاصل ہوتی؟ پس پہلی سات روایتوں میں آپ ﷺ کے لیے اور آخری پانچ روایتوں میں امت کے لیے آں حضرت ﷺ کی وفات میں حکمت معلوم ہوتی ہے۔

آپ ﷺ کی وفات کے باعث پریشانی

لیکن (خدانخواستہ) اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ ﷺ کی وفات کسی طرح بھی مصیبت نہیں ہے۔ کیوں کہ مذکورہ روایات میں مذکور بعض حکمتیں آپ ﷺ کی وفات پر صدمے کی دلیل کی وجہ سے ہیں۔

اور دوسری بات یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کا درجہ انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے اونچا ہے، ان سے بھی آپ ﷺ کی وفات پر پریشانی کا اظہار منقول ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ فرشتوں تک سے بھی آپ ﷺ کی وفات

پر افسوس اور گریہ کرنا ثابت ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے آخری لمحات میں حضرت جبریل امین نے فرمایا: آج میں زمین پر آخری مرتبہ اترا ہوں۔ (بیہقی) اس سے بھی افسوس کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض ہوئی تو ملک الموت روتے ہوئے آسمان پر چڑھے اور مجھے آسمان سے یہ آواز سنائی دی۔ **وامحمداہ** (ہائے محمد) اس سے حضرت عزرائیل علیہ السلام کا رونا ثابت ہوا۔ (ابو نعیم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت خضر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعزیت کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آئے۔ ان کا رونا بھی ثابت ہے۔ اگر حضرت خضر پیغمبر ہوں تو اہل سنت کے ہاں پیغمبر فرشتوں سے افضل ہوتا ہے۔ اس لیے ان کا رونا فرشتوں سے بھی زیادہ عجیب ہے، جو اس واقعہ کے مصیبت ہونے کی نشانی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنے اصحاب کے لیے امن کا سبب ہوں۔ جب میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا، ان پر وہ (فتنے، جنگیں اور) بلائیں آئیں گی، جن کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور میرے اصحاب میری امت کے لیے امن کا سبب ہیں، جب یہ چلے جائیں گے تو امت پر وہ بلائیں (فتنے اور بدعات وغیرہ) آئیں گی جن کا وعدہ کیا گیا ہے۔

گزشتہ روایت میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کا قول مذکور ہے جس میں ہے کہ آسمان سے وحی منقطع ہو گئی جس نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھی رلا دیا۔ یہ تینوں باتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے مصیبت ہونے پر واضح دلیل ہیں۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی بھی مختلف حیثیتیں ہیں۔ ایک حیثیت سے امت کے لیے رحمت اور ایک حیثیت سے مصیبت ہے۔

مرض کی ابتداء

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض کی ابتداء حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوئی اور بعض حضرات کے نزدیک حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر اور بعض حضرات کے نزدیک حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کے گھر (یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیز تھیں) مرض کی ابتداء بعض حضرات کے نزدیک پیر کے دن ہوئی جبکہ بعض حضرات کے نزدیک

ہفتہ کے دن اور بعض حضرات کے نزدیک بدھ کے دن ہوئی۔ مرض کی کل مدت بعض حضرات نے تیرہ دن، بعض حضرات نے چودہ دن، بعض حضرات نے بارہ دن جبکہ بعض حضرات نے دس دن بتائی ہے۔ میرے نزدیک اس اختلاف کے ختم ہونے کی صورت یہ ہے کہ مرض کی ابتداء کو بعض حضرات نے ہلکا سمجھ کر شمار نہیں کیا جبکہ بعض لوگوں نے شمار کیا۔اس طرح سارے قول جمع ہوتے ہیں۔

آپ ﷺ کو پہلے سر درد شروع ہوا اور پھر بخار ہو گیا۔ خیبر میں آپ ﷺ کو یہودیوں نے گوشت میں جو زہر دیا تھا آپ ﷺ نے اس مرض میں اس زہر کے بارے میں فرمایا: (مجھے) اس زہر کا اثر ہمیشہ ہوتا رہا مگر اب اس نے اپنا کام پورا کر دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو زہر سے شہادت ہوئی۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور بعض سلف کا قول ہے۔

بعض ضعیف روایات میں آپ ﷺ کا مرض ذات الجنب بھی آیا ہے اور بعض احادیث میں خود آپ ﷺ کے ارشاد سے اس کی نفی ہوتی ہے۔ بعض علماء نے ان دونوں روایات کو جمع کرنے کے لیے یہ کہا کہ ذات الجنب کے دو مطلب ہیں: ایک سوجن کی گرمی، دوسرا پسلیوں کے درمیان ہوا کا رک جانا۔آپ ﷺ سے اوّل کی نفی منقول ہے جبکہ دوسرے کا اثبات ہے۔ابن سعد کی روایت میں صاف موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کوکھ کے درد کا دورہ ہوتا تھا اور پھر اس میں شدت ہو گئی۔

جب بیماری بڑھ گئی تو آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ درمیان میں ایک وقت نہایت تکلف سے آپ ﷺ نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ایک دن آں حضرت ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے رنج و غم کو سن کر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر بہت سی وصیتیں اور نصیحتیں ارشاد فرمائیں۔

علامہ واحدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے وفات کے قریب ہم لوگوں کو حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع فرمایا اور سفرِ آخرت قریب ہونے کی خبر سنائی۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ (ﷺ) کو غسل کون دے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے گھر والے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ (ﷺ) کو کس کپڑے میں کفن دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے ان ہی کپڑوں میں (آپ ﷺ کا لباس چادر اور قمیص ہوتا تھا) اور اگر چاہو تو مصر کے سفید کپڑوں میں یا دو یمنی چادروں میں کفن دینا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ (ﷺ) کی نماز جنازہ کون پڑھائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب غسل کفن سے فارغ ہو جاؤ تو میرا جنازہ قبر کے قریب رکھ کر ہٹ جانا، پہلے ملائکہ نماز پڑھیں گے، پھر تم جماعت در جماعت نماز ادا کرنا۔ (تم میں) پہلے اہل بیت کے مرد نماز پڑھیں، پھر اہل بیت کی عورتیں پھر تم لوگ نماز ادا کرنا۔ ہم نے عرض کیا: آپ (ﷺ) کو قبر میں کون اتارے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اہل بیت اور ان کے ساتھ فرشتے ہوں گے۔ (طبرانی)

ایک دن جب مسجد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے تو آپ ﷺ نے گھر کا پردہ اٹھایا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ لوگ سمجھے کہ آپ ﷺ تشریف لائیں گے۔ اس وقت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی بیتابی کا عجیب حال تھا کہ نماز توڑ دیتے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا تو آپ ﷺ نے دست مبارک سے اشارہ فرمایا: نماز پوری کرو اور پردہ چھوڑ کر دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔ یہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آخری زیارت تھی۔

آپ ﷺ کی وفات

آپ ﷺ کی وفات ربیع الاوّل کے شروع میں ۱۰ھ میں پیر کے دن زوال سے پہلے یا زوال کے بعد ہوئی۔ آپ ﷺ کو تاخیر سے دفن کیا گیا کیوں کہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر وحشت اور حیرت کا ایسا عالم تھا کہ انہیں آپ ﷺ کی وفات کا یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہوش میں نہ رہے اور بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ کے غسل، کفن کے احکامات کے بارے میں علم نہیں تھا کیوں کہ آپ ﷺ کے احکام عام آدمی کے احکام کی طرح نہیں ہو سکتے۔ جو

بات آپ ﷺ کے کفن دفن کے متعلق حدیث میں گزری وہ اس لیے مشہور نہ تھی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس گفتگو کو عام سوالات کی طرح یاد نہ کیا اور ان کا دل بھی کیسے گوارا کرتا کہ آپ ﷺ کی وفات کا نام بھی زبان پر لائیں اگرچہ مستقل مزاج قریبی صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان باتوں کو بھی معلوم کر لیا تھا۔ مگر عام طور پر ان معلومات کا ذخیرہ مجمع کے پاس نہ تھا۔ پھر اسلام کی آیندہ حفاظت کے انتظام کی فکر بھی ایک مستقل فکر تھی اور یہ فکر سب سے اہم فکر تھی۔ اس کے لیے ضرورت اس بات کی تھی کہ کسی ایک آدمی کو حاکم بنایا جائے اور سب اس پر متفق ہو جائیں۔ اس لیے آپ ﷺ کی تدفین میں تاخیر ہوئی۔ پھر آپ ﷺ کی نماز لوگوں نے الگ الگ پڑھی کیوں کہ آپ ﷺ کے جسد مبارک میں تغیر کا احتمال نہ تھا اس لیے یہی چاہا کہ سب اس نماز سے شرف حاصل کر لیں ان تمام باتوں کی وجہ سے دفن میں تاخیر لازمی چیز تھی۔

آپ ﷺ کی تدفین

چناں چہ پیر کا دن اور منگل کا دن گزرنے کے بعد بدھ کی رات آپ ﷺ کی تدفین ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ منگل کے دن دفن ہوئے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ بدھ کے دن دفن ہوئے۔ مگر یہ دونوں روایتیں بھی پہلی روایت کی طرح ہی ہیں اس طرح کہ عرب کے لوگوں کے حساب میں رات شروع ہو جانے سے تاریخ بدل جاتی ہے اس وجہ سے منگل گزرنے کے بعد کی رات کو بدھ کا دن کہہ دیا اور بعض لوگ رات کو ابتدائی دن کا حصہ شمار کرتے ہیں اس لیے منگل کی رات کہہ دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ واقعہ ایسا ہوش اڑانے والا تھا کہ اگر اس واقعہ کو دیکھیں تو لگتا ہے کہ آپ ﷺ بہت جلد دفن ہوئے۔ ورنہ مہینوں کے بعد بھی دفن ہوتے تو عجیب بات نہ تھی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ایسی حالت میں ہمت نہ ہارنا حضورِ پُر نور ﷺ کی صحبت و تربیت کا ہی فیض تھا۔ خالی دماغ اعتراض کرنے والوں کا یہ ذوق کب ہو سکتا ہے۔

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

ترجمہ: تیرے پاؤں میں تو کبھی کانٹا بھی نہیں چبھا، تجھے ان شیروں کا کیا پتا

جنہوں نے اپنے سروں پر مصیبتوں کی تلواریں کھائی ہیں۔

آپ ﷺ کا غسل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب لوگ آپ ﷺ کو غسل دینے لگے تو انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آپ ﷺ کے کپڑے تمام مردوں کی طرح اتارے جائیں یا کپڑوں کے ساتھ غسل دیا جائے۔ جب اس میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی اور گھر کے کونے سے کسی نے کہا یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کون تھا کہ کپڑوں کے ساتھ غسل دو۔ لوگ قمیص کے اوپر سے پانی ڈالتے جاتے اور قمیص سمیت ملتے جاتے تھے۔ (بیہقی) اس وقت ایک تیز خوشبودار ہوا اٹھی پھر آپ ﷺ کا کرتہ نچوڑ دیا گیا۔ (ابن سعد)

آپ ﷺ کا کفن

آپ ﷺ کے کفن کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو تین سفید یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ دو سفید کپڑے اور ایک دھاری دار کپڑے میں کفن دیا گیا۔ انہوں نے فرمایا: مخطط کپڑا لایا تو گیا تھا مگر واپس کر دیا گیا تھا۔ اس میں کفن نہیں دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

وہ تینوں کپڑے سوت کے تھے (اور احناف رحمۃ اللہ علیہم نے قمیص کو اس لیے مسنون کہا ہے کہ خود حضور ﷺ نے ایک میت کو قمیص میں کفن دیا۔ (بخاری و مسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے جس میں قمیص کی نفی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قمیص میں حضور پُر نور ﷺ کو غسل دیا تھا وہ اتار لی گئی تھی۔ امام نووی نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ عقلی وجہ سے بھی یہی صحیح لگتا ہے کیوں کہ اگر وہ قمیص رہتی تو اوپر کا سارا کفن تر ہو کر خراب ہو جاتا۔

(ابو دؤد کی وہ روایت جس میں مذکور ہے کہ اسی قمیص کے ساتھ دفن کیا گیا، یزید بن زیاد راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

آپ ﷺ کی نماز جنازہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا جنازہ تیار کر کے گھر میں گیا تو پہلے مردوں نے جماعت در جماعت نماز ادا کی پھر عورتیں آئیں پھر بچے آئے اور انہوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ اس نماز میں کوئی امام نہیں بنا۔ (ابن ماجہ)

آپ ﷺ کی تدفین

پھر یہ بحث شروع ہوئی کہ آپ ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کی روح اسی جگہ قبض کرتے ہیں جہاں انبیاء دفن ہو نا پسند کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کو اس جگہ دفن کرو جہاں آپ ﷺ کا بستر تھا۔ (ترمذی)

(اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر نبی ضرور اسی جگہ دفن کیا جائے جہاں ان کی وفات ہوئی ہو، بلکہ صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو وہاں دفن ہو نا پسند تھا۔ اگر لوگ کسی وجہ سے کسی اور جگہ دفن کر دیں تو اور بات ہے۔)

آپ ﷺ کی قبر مبارک

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی لحد مبارک کھودی۔ آپ ﷺ کو قبر شریف میں چار حضرات، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادوں حضرت قثم اور حضرت فضل رضی اللہ عنہما نے اتارا۔ آپ ﷺ کی لحد پر کچی اینٹیں کھڑی کی گئیں۔ حضرت شقران رضی اللہ عنہ نے، جو آپ ﷺ کے آزاد کیے ہوئے غلام تھے، اپنی رائے سے نجران کا بنا ہوا کھیس جس کو آپ ﷺ اوڑھا کرتے تھے، قبر شریف میں بچھا دیا تھا مگر ابن عبد البر نے نقل کیا ہے کہ وہ پھر نکال دیا گیا۔ تدفین کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک مشک پانی کی قبر شریف میں چھڑک دی اور پانی سرہانے کی طرف سے چھڑکنا شروع کیا۔ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی قبر شریف کوہان کی شکل کی تھی۔ (بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : میں نے آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری والے دن سے زیادہ کوئی اچھا اور روشن دن نہیں دیکھا اور آپ ﷺ کے یوم وفات سے زیادہ برا اور تاریک دن کوئی نہیں دیکھا۔ (دارمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : جس دن حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے اس دن مدینہ کی ہر چیز روشن ہو گئی اور جس روز آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس دن مدینہ کی ہر چیز تاریک ہو گئی اور ہم ابھی آپ ﷺ کو دفن کرکے مٹی سے ہاتھ جھاڑ ہی رہے تھے کہ ہمیں اپنے دل تبدیل لگ رہے تھے۔ (ترمذی) (اس کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ ان کے عقیدے یا عمل میں فرق آگیا تھا بلکہ آپ ﷺ کے قرب و صحبت کے جو انوار تھے وہ نہ رہے۔ اور شیخ کامل سے قریب اور دور ہونے کا فرق اب بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت

آپ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کے بارے میں صحیح حدیثیں مذکور ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **من زار قبری وجبت له شفاعتی** ”جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لے میری شفاعت واجب ہو گئی۔“ (دار قطنی) اور علامہ عبدالحق نے اپنے احکام وسطیٰ و صغریٰ میں اس روایت کو ذکر کرکے اس سے سکوت کیا جو اس روایت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: **من جاءنی زائراً لا تحمله حاجة الا زيارتی كان حقا علی ان اكون شفيعا له يوم القيامة** ”جو شخص میری زیارت کے لیے آئے اور میری زیارت کے علاوہ کسی ضرورت کی وجہ سے نہ آئے تو مجھ پر اس کا حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔“ (طبرانی)

علامہ ابن السکن نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور متکلم فیہ روایات اس بارے میں بہت زیادہ ہیں لیکن چوں کہ ان کی تائید صحیح روایات سے ہو رہی ہے لہٰذا وہ

روایات بھی قابل قبول نہیں۔ اہل ذوق کا فتویٰ بھی اس بارے میں یہی ہے۔

عَلَیَّ بِرَبْعِ الْعَامِرِیَّۃِ وَقْفَۃٌ
لِیُمْلٰی عَلَیَّ الشَّوْقُ وَالدَّمْعُ کَاتِبٌ
وَمِنْ مَذْہَبِیْ حُبُّ الدِّیَارِ لِاَہْلِہَا
وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشِقُوْنَ مَذَاہِبُ

لیلیٰ عامریہ کی منزل پر کچھ ٹھہرنا میرے لیے لازم ہے تاکہ شوق مجھے مضمون لکھوائے اور آنسو لکھیں۔ اور میرا مذہب یہ ہے کہ گھر والوں کے تعلق کی وجہ سے گھروں کے ساتھ بھی محبت کی جائے۔ اپنی محبوب کے بارے میں لوگوں کے مختلف مذاہب ہیں۔

ایک حدیث میں جو وارد ہے: لاتشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد (تین مسجدوں کے علاوہ کہیں کے ارادے سے سفر نہ کرو)

اس کی تفصیل بڑی کتابوں میں دیکھ لی جائے۔ حضرت مفتی صدرالدین خان نے اپنے رسالہ منتہی المقال میں ایک صحیح روایت نقل کی ہے جس کا مطلب ہے ''چوں کہ دوسرے مساجد میں ثواب کی زیادتی شرعاً ثابت نہیں، لہٰذا اس نیت سے سفر کرنا کہ ان مساجد میں بہ نسبت دوسری مساجد کے ثواب زیادہ ہے، ممنوع ہے''۔

اس سے مراد قبر مبارک کی زیارت کی نفی نہیں ہے۔

اَلَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُنْتَ رَجَاءَ نَا
وَکُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَکُ جَافِیَا
وَکُنْتَ رَحِیْمًا ہَادِیًا وَ مُعَلِّمًا
لِیَبْکِ عَلَیْکَ الْیَوْمَ مَنْ کَانَ بَاکِیَا
فِدًی لِرَسُوْلِ اللّٰہِ اُمِّیْ وَ خَالَتِیْ
وَ عَمِّیْ وَ خَالِیْ ثُمَّ نَفْسِیْ وَ مَالِیَا
فَلَوْ اَنَّ رَبَّ النَّاسِ اَبْقٰی نَبِیَّنَا
سَعِدْنَا وَلٰکِنْ اَمْرَہٗ کَانَ مَاضِیَا
عَلَیْکَ مِنَ اللّٰہِ السَّلَامُ تَحِیَّۃً
وَاُدْخِلْتَ جَنّٰتٍ مِنَ الْعَدْنِ رَاضِیَا

ا۔ یارسول اللہ ! آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہماری بڑی امیدیں وابستہ ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم پر شفیق تھے اور سخت نہ تھے۔

۲۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رحیم، ہادی اور معلم تھے۔ جس کو رونا ہو وہ آج آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر روئے۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میں، میرا مال، میری ماں، خالہ، چچا، ماموں سب قربان ہوں۔

۴۔ اگر پروردگارِ عالم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باقی رکھتا تو ہم سعادت اندوز ہوتے لیکن اس کا حکم ہو کر رہتا ہے۔

۵۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہو اور اللہ تبارک و تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو راضی کرکے جناتِ عدن میں داخل کرے۔

اٹھائیسویں فصل
آں حضرت ﷺ کے عالم برزخ میں قیام کے احوال

پہلی روایت

حضرت ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آں حضرت ﷺ پر امت کے حالات بلا ناغہ پیش کیے جاتے ہیں۔ (المواہب)

دوسری روایت

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو حرام کر دیا ہے (زمین انہیں نہیں کھا سکتی) پس انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ عن ابن ماجہ)

فائدہ: اس حدیث پاک سے آپ ﷺ کا قبر شریف میں زندہ ہونا ثابت ہوا۔ اور جو رزق عالمِ برزخ میں دیا جاتا ہے وہ اسی عالم کی مناسبت سے ہوتا ہے۔ کئی روایات میں شہداء کو رزق دیے جانے کا بھی بیان ہے لیکن یہ صفت انبیاء علیہم السلام میں شہداء سے کہیں زیادہ کامل اور اکمل درجہ میں پائی جاتی ہے۔

تیسری روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ (المواہب)

فائدہ: انبیاء علیہم السلام اس نماز کے مکلّف نہیں ہیں بلکہ لذت کے لیے نماز ادا کرتے ہیں۔اور اس حیات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آں حضرت ﷺ کو ہر جگہ سے پکار نا جائز ہے۔ کیوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص میری قبر پر آکر درود شریف پڑھتا ہے، اسے میں خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے درود شریف بھیجتا ہے، وہ مجھ کو (فرشتوں کے ذریعہ) پہنچادیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابن مسعود سے آں حضرت ﷺ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین میں گشت کرنے کے لیے کچھ فرشتے مقرر کیے ہوئے ہیں جو میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

چوتھی روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آں حضرت ﷺ کا ذکر مبارک ہوا تو حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر روز ستر ہزار فرشتے آں حضرت ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر اسے پروں سے گھیر لیتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں۔ جب شام ہوتی ہے تو یہ فرشتے واپس آسمان پر چلے جاتے ہیں اور آسمان سے مزید ستر ہزار فرشتے اتر کر اسی کام میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب قیامت کے دن آپ ﷺ کی قبر مبارک کھلے گی تو آپ ﷺ ستر ہزار فرشتوں کے جلوے میں باہر تشریف لائیں گے اور وہ آپ ﷺ کو لے کر چلیں گے۔ (دارمی، مشکوٰۃ)

پانچویں روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو (بدن میں) لوٹا دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

فائدہ: حدیث بالا سے آں حضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری روح حق تعالیٰ شانہٗ کی کبریائی کے مشاہدہ میں مستغرق رہتی ہے جیساکہ دنیا کے اندر بھی نزولِ وحی کے وقت یہ کیفیت

طاری ہو جاتی تھی، میں اس استغراق سے سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں۔ اس کیفیت کے بارے میں فرمایا کہ میری روح لوٹائی جاتی ہے۔ (اللمعات)

حاصل کلام

ان تمام روایات سے آں حضرت ﷺ کی حیات کے ثبوت کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتے آپ ﷺ کا اکرام کرتے ہیں نیز اس کے علاوہ کچھ اور باتیں بھی معلوم ہوئیں:

(۱) آپ ﷺ پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ (۲) آپ ﷺ قبر مبارک میں نماز پڑھتے ہیں۔ (۳) آپ ﷺ عالم آخرت کے مناسب حال غذا تناول فرماتے ہیں۔ (۴) آپ ﷺ سلام کو قریب سے سن کر خود جواب دیتے ہیں اور دور سے آپ ﷺ تک فرشتوں کے ذریعہ پہنچا دیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی روایات میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے بیداری میں بھی بعض امتیوں سے گفتگو فرمائی اور انہیں ہدایات فرمائیں۔ حالتِ خواب اور کشف میں تو ایسے واقعات کا شمار ہی نا ممکن ہے۔ رہی یہ بات کہ آپ ﷺ ایک وقت میں اتنے کام کیسے انجام دیتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ عالمِ برزخ میں روح کو بہت وسعت ہوتی ہے خصوصاً آں حضرت ﷺ کی روح مبارک کو تو بہت زیادہ وسعت حاصل ہے۔ لیکن اس وسعت سے خلاف شرع بات ثابت کرنا یا کبھی کبھار ہونے والی باتوں کو ہمیشہ کے لیے ماننا جائز نہیں۔

مِنَ الرَّوْضِ

تَاللّٰہِ اُقْسِمُ مَا وَافَاکَ مُنْکَسِرٌ
اِلَّا وَاَصْبَحَ مِنْہُ الْکَسْرُ یَنْجَبِرُ
وَلَا احْتَمٰی بِحِمَاکَ اَلْمُحْتَمِیْ فَزَعًا
اِلَّا وَعَادَ بِاَمْنٍ مَالَہٗ خَضَرُ
وَلَا اَتَاکَ فَقِیْرُالْحَالِ ذُوْ اَمَلٍ
اِلَّا وَفَاضَ مِنَ الْاِثْرِ لَہٗ نَہَرُ
وَلَا اَتَاکَ امْرُءٌ مِنْ ذَنْبِہٖ وَجِلٌ
اِلَّا وَعَادَ بِعَفْوٍ وَھُوَ مُغْتَفَرُ

وَلَا دَعَاکَ لَهِیْفٌ عِنْدَ نَازِلَۃٍ
اِلَّا وَلَبَّاہُ مِنْکَ الْعَوْنُ وَالْیُسْرُ
یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُرُ

۱۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ ﷺ کے (مزار شریف) کے پاس کوئی شکستہ بدحال (دعا کے لیے) نہیں پہنچا ہوگا مگر اس کی بد حالی کی اصلاح ہو گئی ہو گی۔ (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہو گیا۔)

۲۔ اور نہ کسی پناہ لینے والے نے گھبرا کر آپ ﷺ کے دربار میں پناہ لی مگر امن و امان کے ساتھ واپس ہوا۔ اس کو (اپنی حاضری پر) شرمندگی نہیں ہوئی (جیسا کہ ناکام جانے میں ہوتی ہے۔)

۳۔ اور نہ آپ ﷺ کے پاس (قبر شریف پر) کوئی فقیر امید لگا کر (دعا کے لیے) حاضر ہوا مگر اس کے آتے ہی سے اس کی تمام ضروریات پوری ہو گئیں۔ (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ ﷺ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہو گیا۔)

۴۔ آپ ﷺ کے پاس (قبر شریف پر) جو شخص گناہ سے ڈرتا ہوا (دعائے مغفرت کے لیے) آیا ہو بخشش کے ساتھ واپس گیا۔ (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ ﷺ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہو گیا۔)

۵۔ (اور جس غمزدہ نے کسی حادثہ کے وقت آپ ﷺ کو (قبر مبارک پر حاضر ہو کر دعا کے لیے) پکارا آپ ﷺ کی جانب سے مدد اور آسانی سے جواب دیا گیا۔ (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ ﷺ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہو گیا۔)

انتیسویں فصل آں حضرت ﷺ کے عالم برزخ میں قیام کے احوال

پہلی روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا۔ سب سے پہلے میری قبر کھلے گی (سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا) اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ (مسلم)

بعض احادیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئیں گے۔ (بخاری و مسلم) مطلب یہ ہے کہ قبر سے تو سب سے پہلے آں حضرت ﷺ ہی اٹھیں گے۔ لیکن قیامت کے میدان میں جو انسانوں پر بے ہوشی طاری ہوگی اس مدہوشی سے سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو افاقہ ہوگا کیوں کہ حدیث مبارکہ میں بھی لفظ ''افاقہ'' کا ذکر ہے جس سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ باقی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فضیلت کیوں حاصل ہوگی عین ممکن ہے کہ کوہ طور پر بے ہوشی کے عوض اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں یہاں بے ہوش ہی نہ کرے یا انہیں سب سے پہلے افاقہ ہو جائے۔ جیسا کہ عنقریب آگے آرہا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنائیں گے۔

دوسری روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت

کے دن تمام انبیاء علیہم السلام پر مجھے یہ فضیلت حاصل ہوگی کہ میرے امتی سب سے زیادہ ہوں گے۔ اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ میں ہی کھٹکھٹاؤں گا۔ (مسلم)

تیسری روایت

حضرت کثیر بن مرہ حضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے روز) میں براق پر سوار ہوں گا۔ اور اس روز میرے علاوہ کسی اور کو یہ سواری نہیں دی جائے گی۔

چوتھی روایت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک حدیث میں آں حضرت ﷺ کے خصائص بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں: مجھے شفاعت (کبریٰ) حاصل ہوگی۔ (بخاری مسلم) (جس کے بعد تمام لوگوں کا حساب شروع ہوگا۔ یہ صرف آپ ﷺ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔)

پانچویں روایت

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے خصائص میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی تعریف کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ میں فخر کے لیے نہیں کہہ رہا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام سمیت سب انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ (ترمذی)

چھٹی روایت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب لوگوں کو قبر سے اٹھایا جائے گا تو سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا۔ جب لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس جائیں گے تو میں سب سے آگے ہوں گا، جب سب لوگ خاموش ہوں گے تو میں شفاعت کے لیے بات کروں گا۔ اور سب لوگوں میں مجھ سے ہی شفاعت کی درخواست کی جائے گی۔ جب سب لوگ ناامید ہوں گے تو میں انہیں خوشخبری دوں گا، عزت (اور خیر) کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اپنے رب کے نزدیک تمام لوگوں سے

زیادہ معزز ہوں گا اور انڈے کی طرح صاف وشفاف اور بکھرے ہوئے موتیوں کی مانند ایک ہزار خادم میری خدمت کے لیے حاضر رہیں گے۔ (ترمذی، دارمی)

فائدہ: گزشتہ روایت کی چوتھی فصل میں آچکا کہ جب سرکار دو عالم ﷺ قبر مبارک سے نکلیں گے تو آپ ﷺ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔

ساتویں روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (میدان محشر کے مناظر بیان کرتے ہوئے) فرمایا: مجھے جنت کے لباسوں میں سے ایک (عمدہ) لباس پہنایا جائے گا، پھر میں عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا۔ تمام مخلوق میں میرے علاوہ کسی کو یہ مرتبہ نہیں ملے گا۔ (ترمذی)

فائدہ: لمعات میں ہے کہ غالباً یہی مقام محمود ہے۔

مقام محمود کی مختلف تفسیریں ہیں حضرت ابن مسعود اور حضرت مجاہد نے فرمایا ہے کہ مقام محمود کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ ﷺ کو قیامت کے دن عرش پر بٹھائیں گے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر یہ منقول ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ ﷺ کو کرسی پر بٹھائیں گے۔ (مواہب)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے ابراہیم علیہ السلام کے بعد لباس پہنایا جائے گا۔ (دارمی)

ایک لباس تو قبر سے نکلتے ہی فوراً پہنایا جائے گا۔ وہ تو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنایا جائے گا اور ایک لباس میدان حشر میں پہنایا جائے گا۔ وہ سب سے پہلے آں حضرت ﷺ کو پہنایا جائے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے لباس پہنانے کی وجہ یہ ہو کہ آپ علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا تو زائد کپڑے اتار کر ڈالا تھا اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنائیں گے۔ لہٰذا مذکورہ بالا حدیث کا تعلق میدان حشر کے ساتھ ہے کیوں کہ اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں پھر تم میدان حشر میں برہنہ لائے جاؤگے۔

آٹھویں روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے: جہنم کے درمیان میں پل صراط رکھا جائے گا، میں اپنی امت کو لے کر سب رسولوں سے پہلے (اس پر سے) گزروں گا۔ (بخاری و مسلم)

نویں روایت

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کا ایک حوض ہوگا اور ہر نبی اس بات پر فخر کرے گا کہ کس کے حوض پر زیادہ لوگ آتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرے حوض پر سب سے زیادہ لوگ آئیں گے۔ (کیوں کہ میری امت سب سے زیادہ ہوگی۔) (ترمذی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آں حضرت ﷺ کا حوض سب سے زیادہ بارونق ہوگا۔ اور یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

دسویں روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں شفاعت کے متعلق نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے: اللہ تعالیٰ میرے دل میں حمد وثنا کے ایسے مضامین القاء فرمائیں گے جو اس وقت میرے ذہن میں نہیں ہیں۔ (بخاری، مسلم)

فائدہ: اس روز آپ ﷺ کی یہ علمی فضیلت ظاہر ہوگی کہ ذات وصفات کے متعلق آپ ﷺ کو وسیع معلومات دی جائیں گی۔ تیسری روایت کے علاوہ یہ تمام احادیث مشکوٰۃ میں مذکور ہیں۔

من القصيدة

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّـذِىْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَـوْلٍ مِـنَ الْاَهْـوَالِ مُقْتَحِمِ
دَعَـا اِلَـى اللّٰهِ فَالْمُسْتَمْسِكُوْنَ بِهٖ
مُسْتَمْسِكُوْنَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْفَصِمِ
اِنْ لَّمْ يَكُنْ فِىْ مَعَادِىْ اٰخِـذًا بِيَدِىْ

فَضْلًا وَاِلَّا فَقُلْ يَا زَلَّـةَ الْقَدَمِ
يَا اَكْـرَمَ الْخَلْقِ مَالِىْ مَنْ اَكُـوْنُ بِہٖ
سِـوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ
وَلَنْ يَضِيْقَ رَسُـوْلَ اللّٰہِ جَاهُكَ بِىْ
اِذَالْـكَـرِيْـمُ تَجَلّٰى بِاسْمِ مُنْتَقِمٖ
يَانَفْسُ لَاتَقْنُطِىْ مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ
اِنَّ الْكَبَائِرَ فِى الْغُفْرَانِ كَاللَّمَمِ
لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّــىْ حِيْنَ يَقْسِمُهَا
تَاْتِىْ عَلٰى حَسَبِ الْعِصْيَانِ فِى الْقَسَمِ
يَـارَبِّ صَـلِّ وَسَـلِّـمْ دَائِـمًـا اَبَـدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِالْخَلْقِ كُلِّهِمِ

ا۔ قیامت کے ہولناک دن اللہ تعالیٰ کا وہی ایسا محبوب ہے جس سے قیامت کی ہولناکی سے شفاعت کی امید کی جا سکتی ہے۔ اور قیامت کے دن سب کو ضرور میدانِ قیامت میں لایا جائے گا۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا۔ تو جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو اس نے ایسی رسی کو پکڑا جو کبھی نہیں ٹوٹے گی، (بلکہ قیامت میں بھی ذریعۂ شفاعت بنے گی۔)

۳۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فضل و کرم قیامت میں میری دستگیری نہ فرمائے تو تُو کہہ دے کہ افسوس میرے گناہوں پر (کہ اچھے اعمال کرکے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل و کرم کا مستحق کیوں نہ بنا۔)

۴۔ اے مخلوق میں سب سے کریم! ہر چھوٹے بڑے حادثے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی ایسا نہیں کہ میں اس کی پناہ میں آ جاؤں۔ (صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا بھروسہ ہے۔)

۵۔ اے رسول اللہ! جب اللہ تبارک و تعالیٰ انتقام لینے کو تیار ہوں گے اگر اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میری شفاعت فرما دیں تو آپ کے مرتبہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

٦۔اے میرے نفس! بڑے گناہ کی وجہ سے ناامید نہ ہو کیوں کہ شفاعت کے آگے کبیرہ گناہ بھی صغیرہ کی طرح ہیں۔

۷۔امید ہے کہ جب میرے پروردگار اپنی رحمت اپنے بندوں میں تقسیم کرے گا تو وہ رحمت گناہوں کے بقدر حصہ میں آئے گی۔ (یعنی جتنا بڑا گناہ ہوگا اتنی ہی زیادہ رحمت نصیب ہوگی۔)

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا

تیسویں فصل

آپ ﷺ کے جنت میں ظاہر ہونے والے خاص فضائل

پہلی روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آکر اسے کھلواؤں گا۔ خازنِ جنت پوچھے گا کہ کون ہو؟ میں کہوں گا: محمد ہوں۔ وہ کہے گا: آپ (ﷺ) کے متعلق مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ (ﷺ) سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔ (مسلم)

دوسری روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! کوثر کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک نہر ہے جو میرے رب نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے دونوں کناروں پر موتی ہیں۔ اس پر (پینے کے) اتنے برتن پڑے رہتے ہیں جتنے آسمان کے ستارے ہیں۔ (بخاری)

وہ نہر جنت کے درمیان ہو گی اور اس کے دونوں کناروں پر موتی اور یاقوت کے محل ہیں۔ اس کی مٹی مشک ہے اور اس کے کنکر موتی اور یاقوت ہیں۔ (نسائی)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوثر جنت میں ایک نہر ہے، اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور اس کا پانی موتیوں پر چلتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت ہے کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے، اس کی

گہرائی ستر ہزار فرسخ ہے۔اس کے دونوں کنارے موتی، زبرجد اور یاقوت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آں حضرت ﷺ کو یہ نہر عطا فرمائی۔ (ابن ابی الدنیا)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔اس میں اونٹوں کی گردن جیسے پرندے ہیں۔ حضرت عمر نے عرض کیا کہ وہ تو بہت لطیف ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ لطیف ہیں۔ (ترمذی)

فائدہ: یہ نہر جنت میں اس حوض کے علاوہ ہے جو میدان قیامت میں قائم ہوگا اور بخاری کی روایت کے مطابق اس حوض میں اسی نہر سے پانی گرے گا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ سونے چاندی کے دو پرنالوں کے ذریعہ جنت کا پانی اس حوض میں پہنچے گا۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ پرنالوں کے ذریعہ اسی نہر کا پانی اس حوض میں پہنچے گا۔

تیسری روایت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مؤذن کی اذان سنو تو جو وہ کہے تم بھی کہا کرو (اذان کا جواب دیا کرو)، اور پھر مجھ پر درود پڑھا کرو کیوں کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ وسیلہ جنت کے ایک (خاص) درجہ کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں میں سے اس کا مستحق صرف ایک ہی بندہ ہوگا۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ پس جو شخص میرے لیے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگی۔ (مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وسیلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک درجہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں ہے۔ (مسند احمد)

فائدہ: قواعد سے ثابت ہے کہ اس درجہ کے مستحق آں حضرت ﷺ ہی ہیں۔ کیوں کہ جب آپ ﷺ ساری مخلوق سے افضل ہیں تو سب سے افضل درجہ بھی مخلوق کے افضل ترین آدمی ہی کو ملے گا۔آپ ﷺ کے صاف صاف بیان نہ فرمانے

کی وجہ شاید یہ ہو کہ اس وقت تک آپ ﷺ کو اس درجہ کے ملنے کی وضاحت نہ ہوئی ہو۔

چوتھی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت مبارکہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جنت میں ہزار محل دیے ہیں اور ہر محل میں آپ ﷺ کی شان کے لائق خدام اور بیویاں ہیں۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم)

پانچویں روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لیے جنت کا دروازہ کھول دیں گے اور مجھے اس میں داخل فرمائیں گے۔ اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے۔ (ترمذی)

فائدہ: یہ بھی آں حضرت ﷺ کی خاص فضیلت ہے جو جنت میں ظاہر ہو گی کہ آپ ﷺ کے امتی سب امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

چھٹی روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا: ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما انبیاء علیہم السلام اور رسولوں کے سوا تمام اگلے اور پچھلے بڑی عمر کے جنتیوں کے سردار ہوں گے۔ (ترمذی)

فائدہ: آپ ﷺ کے دو بزرگوں کا تمام امتوں کے بڑی عمر کے لوگوں کا سردار ہونا بھی آپ ﷺ کی خاص فضیلت ہے، جو جنت میں ظاہر ہو گی۔

ساتویں روایت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آج رات ایک فرشتہ آیا ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اس نے حق

تعالیٰ سے مجھے سلام کرنے اور یہ خوشخبری سنانے کی اجازت چاہی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی۔ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما تمام جنتی جوانوں کے سردار ہوں گے۔ (ترمذی)

فائدہ: آں حضرت ﷺ کے خاندان میں سے ان حضرات کا جنتی جوانوں اور عورتوں کا سردار ہونا بھی آپ ﷺ کی خاص فضیلت ہے جو جنت میں ظاہر ہوگی۔ اگرچہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے درمیانی عمر پائی ہے لیکن ان کو جوان بڑھاپے کے مقابلے میں فرمایا گیا ہے۔ چوں کہ ان کی عمر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے کم ہوئی ہے، اس لیے ان دونوں حضرات کو بڑی عمر والا اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو جوان فرمایا گیا۔

پہلی اور آخری تین روایتوں کے علاوہ باقی سب روایات مواہب سے نقل کی گئی ہیں۔

من القصيدة

فَحُزْتَ كُلَّ فَخَارٍ غَيْرَ مُشْتَرِكٍ
وَجُزْتَ كُلَّ مَقَامٍ غَيْرَ مُزْدَحَمٍ
وَجَلَّ مِقْدَارُ مَا اُوْلِيْتَ مِنْ رُتَبٍ
وَعَزَّ اِدْرَاكُ مَا اُوْتِيْتَ مِنْ نِّعَمٍ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۱۔ پس آپ نے ہر قسم کی ایسی بزرگی جمع کر لی جس میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے اور آپ ہر عالی مقام سے جن میں کوئی آپ کو مزاحمت کرنے والا نہ تھا بڑھ گئے (یعنی آپ کو وہ بلند مراتب مذکورہ مقام جنت کے نصیب ہوئے جو اور انبیاء کو حاصل نہیں ہوئے۔

۲۔ اور بہت بڑی قدر ہے ان مراتب کی جو آپ کو عطا کیے گئے، اور ان نعمتوں کا سمجھنا جو آپ کو من جانب خداوند تعالیٰ عطا کی گئیں دشوار تر ہے۔

اکتیسویں فصل

آپ ﷺ کا تمام مخلوق سے افضل ہونا

یہ بات بیان کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ گزشتہ فصلوں میں صرف آپ ﷺ کی فضیلت کا بیان ہے۔اس سے آپ ﷺ کا سب سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔اس لیے اب کچھ روایتیں ایسی بیان کی جاتی ہیں جن سے آپ ﷺ کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

پہلی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اوّلین وآخرین سے زیادہ عزت والا ہوں۔(ترمذی، دارمی)

دوسری روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شب معراج میں نبی کریم ﷺ کے پاس براق حاضر کیا گیا تو وہ سواری کے وقت شوخی کرنے لگا۔جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایسا کرتا ہے۔آج تک تجھ پر کوئی ایسا شخص سوار ہی نہیں ہوا جو ان سے زیادہ باعزت ہو (جبریل علیہ السلام کی یہ بات سن کر) وہ براق شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔(ترمذی)

تیسری روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شب معراج میں جب نبی کریم ﷺ بیت المقدس میں تشریف لائے تو تمام انبیاء نے آپ ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی (بعض روایات کے مطابق فرشتوں نے بھی اقتدا کی)۔پھر انبیاء علیہم السلام

کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور سب نے حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد اپنے اپنے فضائل بیان کیے۔ جب آپ ﷺ کے خطبہ کی باری آئی تو آپ ﷺ نے اپنا رحمۃ للعالمین اور تمام انسانیت کی طرف مبعوث ہونا، اور اپنی امت کا بہترین اور اعتدال والی امت ہونا اور اپنا خاتم النبیین ہونا بیان فرمایا۔ اس کو سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام انبیاء سے مخاطب ہو کر فرمایا **بهذا فضلكم محمد** (انہی فضائل کی وجہ سے محمد ﷺ تم سے بڑھ گئے۔) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ ارشاد، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بزار اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔

چوتھی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو انبیاء علیہم السلام پر بھی فضیلت دی اور فرشتوں پر بھی۔

پانچویں روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ (ایک طویل حدیث میں) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے (ایک بار) فرمایا کہ بنی اسرائیل کو بتادو کہ جو شخص مجھے احمد ﷺ کا منکر ملے گا، تو میں اسے دوزخ میں داخل کردوں گا چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ احمد ﷺ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں نے ان سے زیادہ باعزت کوئی مخلوق پیدا نہیں کی، مین نے زمین وآسمان اور چاند سورج پیدا کرنے سے بیس لاکھ سال پہلے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا تھا۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میری تمام مخلوق پر اس وقت تک جنت حرام ہے جب تک کہ محمد ﷺ اور ان کی تمام امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ یااللہ! مجھے اس امت کا نبی بنادیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس امت کا نبی اسی میں سے ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ پھر مجھے ان کی امت میں سے ہی بنادیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم پہلے گزر چکے ہو اور وہ بعد میں آئیں گے۔ البتہ انہیں اور تمہیں جنت میں اکٹھا کردوں گا۔ (حلیۃ)

ان روایات سے آں حضرت ﷺ کا تمام مخلوقات سے افضل ہونا اللہ تعالیٰ کے

ارشاد، آپ ﷺ کے ارشاد اور انبیاء و صحابہ کرام کے ارشادات سے ثابت ہو گیا۔

من القصیدة

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَمِنْ عَجَمٍ
فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِہٖ مَاشِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِہٖ مَاشِئْتَ مِنْ عِظَمٍ
فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ
حَدٌّ فَیُعْرِبُ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَمٍ
فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْہِ اَنَّہٗ بَشَرٌ
وَاَنَّہٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰہِ کُلِّہِمٖ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمٖ

۱۔ حضرت محمد ﷺ دنیا و آخرت، جن و انس اور عرب و عجم کے سردار ہیں۔

۲۔ آپ ﷺ کی ذات بابرکات کے بارے میں جو خوبیاں (اللہ تعالیٰ کی خوبیوں کے علاوہ) اور جو بڑائیاں بیان کرو وہ سب صحیح ہیں۔

۳۔ کیوں کہ حضورِ اکرم ﷺ کے فضل کی کوئی انتہا نہیں ہے کہ کوئی اپنی زبان سے بیان کر سکے۔

۴۔ ہماری فہم اور علم کی انتہا یہ ہے کہ آپ ﷺ بڑے عظیم درجہ کے بشر ہیں۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق (انسان اور فرشتوں وغیرہ) سے بہتر ہیں۔

بتیسویں فصل
آں حضرت ﷺ کی فضیلت میں چند آیتیں

پہلی آیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى یہاں ضلال کے وہ معنی مراد نہیں جو اردو محاورہ میں استعمال ہوتا ہے۔ کیوں کہ ہر زبان کا محاورہ الگ ہوتا ہے۔ عربی زبان میں اس کے معنی صرف ناواقفی کے ہیں، ناواقفی دو قسم کی ہے: ایک وہ جو احکام آنے سے قبل ہو اور دوسری وہ جو احکام آچکنے کے بعد ان کے نہ جاننے کے بارے میں ہو۔ دوسری قسم قابل مذمت جبکہ پہلی قسم قابل مذمت نہیں ہے۔ کیوں کہ نبوت کے بعد جو علوم وحی سے معلوم ہوتے ہیں نبوت سے پہلے ان کا علم نہیں ہوتا گویا اس آیت مبارکہ کا وہی مطلب ہے جو آیت مبارکہ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کا مطلب ہے۔

دوسری آیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ، الَّذِيٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ اس مقام پر بھی وزر گناہ کے معنی میں نہیں ہے جیسا کہ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى سے شبہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ عربی لغت میں وزر کے معنی مطلق بوجھ کے ہیں خواہ گناہ کا بوجھ ہو اور خواہ کسی غیبی فیض کا بوجھ۔ لیکن گناہ کا بوجھ انبیاء پر نہیں ہو سکتا کیوں کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ معصوم ہیں: لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ اس جگہ غیبی فیض کا بوجھ مراد ہے کیوں کہ پہلے پہل آپ ﷺ پر وحی کا بہت بوجھ ہوتا تھا۔ صحیح احادیث میں مروی ہے کہ شروع میں جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کو سردی لگتی تھی پھر جب آپ ﷺ کی استعداد قوی ہو گئی تو یہ معاملہ آپ ﷺ پر آسان ہو گیا۔ یہ بات آیت مبارکہ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ سے صاف صاف معلوم ہوتی ہے۔

تیسری آیت

اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے: لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ اس آیت میں بھی ذنب کا مشہور معنیٰ گناہ مراد نہیں بلکہ وہ اجتہادات مراد ہیں جو نصوص سے منسوخ کر دیے گئے ہیں کہ اب ان پر عمل کرنا صحیح نہیں اگرچہ نصوص کے ذریعے منع کیے جانے سے پہلے ان پر عمل کرنے میں کوئی گناہ نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی آں حضرت ﷺ کی تسلی کے لیے ہر اس چیز کو معاف فرمانے کا اعلان فرمادیا جس کا کسی بھی وقت گناہ ہونا ممکن تھا۔ شاید آپ ﷺ کو اس کے گناہ ہونے کا خیال ہوا ہو، اس لیے آپ ﷺ کے خوفِ الٰہی کی وجہ سے تسلی کے لیے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ ورنہ اگر اجتہاد میں خطا بھی ہو جائے تو اس پر بھی اجر کا وعدہ ہے۔ آیت مبارکہ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ کے یہی معنیٰ ہیں۔

چوتھی آیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ اس آیت مبارکہ کا بھی یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ پہلے ان باتوں پر عمل نہیں کرتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جیسے پہلے آپ ﷺ ان باتوں پر عمل کرتے ہیں اب بھی ایسے ہی کرتے رہیے۔ اور اس سے کفار کو مایوس کرنا مقصود ہے جو آپ ﷺ کو اپنے خیالات کی طرف دعوت دیتے تھے، اس واسطے ان کو سنانے کے لیے یہ ارشاد فرمایا تاکہ ان کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے کہ چوں کہ آپ ﷺ وحی کے خلاف کبھی نہیں کرتے، اس لیے ہماری بات کسی صورت نہیں مانیں گے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کاارشاد ہے: وَمَاۤ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ۔

پانچویں آیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ اس آیت کا بھی یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ آپ ﷺ کو شک ہوا۔ بلکہ اس بات سے کلام کو مضبوط کرنا مقصود ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ بسا اوقات تم کسی ایسے شخص سے بات کرتے ہو جسے تمہاری سچائی میں کوئی شبہ نہیں ہوتا لیکن پھر بھی تم اپنی بات کو مزید پختہ اور مضبوط کرنے

کے لیے کہتے ہو کہ اگر تمہیں شک ہو تو محلّہ والوں سے پوچھ لو۔ یعنی اگرچہ تمہیں اس کی ضرورت تو نہیں مگر ہم اپنی طرف سے اس کے لیے بھی تیار ہیں اور تمہیں اس کی اجازت دیتے ہیں کیوں کہ ہمیں اپنی بات کے درست ہونے کا مکمل یقین اور اطمینان ہے۔

چھٹی آیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ مکمل آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں آپ ﷺ سے خطاب ہی نہیں فرمایا گیا کیوں کہ ما قبل میں ارشاد ہے: وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مضمون سب انبیاء علیہم السلام پر وحی کیا گیا ہے۔ بعض اوقات تو وحی سے خود نبی کو ہی مخاطب کرنا مقصود ہوتا ہے اور کبھی نبی کے واسطے سے امت کو پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ بغرض تبلیغ یہ مضمون سب انبیاء علیہم السلام پر وحی کیا گیا ہے کہ اپنی امت کو یہ خطاب سنا دیں لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ اور اگر آپ ﷺ بھی مخاطب ہوں تو یہ خطاب بطور فرض کے ہے، جس سے شرک کی برائی کو واضح لفظوں میں بیان کرنا مقصود ہے۔ جس طرح کسی فرماں بردار بیٹے کے بارے میں جس کی طرف سے مخالفت کا ہلکا سا شبہ بھی نہ ہو کہا جاتا ہے کہ اگر میرا بیٹا بھی میری مخالفت کرے گا تو میں اسے بھی نہیں چھوڑوں گا۔ تو یہاں بھی یہی مقصد ہے کہ شرک ایسی بری چیز ہے کہ اگر آپ ﷺ شرک کریں گے تو آپ ﷺ کے بھی اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

ساتویں آیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ اس آیت کریمہ کا بھی یہ مطلب نہیں ہے کہ وحی نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ کو شک تھا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بات وحی کے ذریعہ بتلائی گئی ہے چوں کہ وحی سے پہلے معلوم نہیں تھی اور معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس میں تردّد تھا کہ یہ بات ایسے ہے یا ویسے؟ لیکن اب وحی نازل ہونے کے بعد شک نہ کیجیے۔ یہ شبہ بھی نہیں کرنا چاہیے کہ کیا اس صورت میں شک کا احتمال تھا؟ بلکہ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جیسے دوران گفتگو چاہے مخاطب کتنا ہی معتقد ہو مگر بطور محاورہ کہہ دیتے ہیں کہ یقین مانو! یہ بات اس طرح

ہے۔ کبھی قسم کھانے لگتے ہیں مگر اس کا مقصد صرف کلام کی مضبوطی ہوتا ہے۔

آٹھویں آیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ اس آیت مبارکہ میں بھی جملہ شرطیہ ”اگر اللہ تعالیٰ چاہتے“ کی وجہ سے آپ ﷺ کا بے خبر ہونا لازم نہیں آتا کیوں کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بے خبر نہیں ہوتے بلکہ اس جملہ شرطیہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کفار کی ہدایت کا ارادہ ہی نہیں فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد ہے سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور یہ بات آپ ﷺ کو اس سے پہلے معلوم نہ تھی۔ اس لیے ارشاد ہوا: اب آپ لاعلم نہ رہیے یقین کر لیجیے۔

نویں آیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ اس سے بھی شیطان کا وہ غلبہ مراد نہیں ہے جس کی اس آیت مبارکہ میں نفی کی گئی ہے اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ مطلب یہ ہے کہ ایسا غلبہ نہیں ہوتا جس سے گناہ کا عزم یا گناہ ہی ہو جائے، بلکہ شیطان صرف وسوسہ ڈالتا ہے مگر اس وسوسہ پر عمل بالکل نہیں ہوتا۔ جیسے کوئی غلط انسان کسی نبی کو برا مشورہ دے سکتا ہے۔ اسی طرح شیطان کا مشورہ دینا بھی ممکن ہے، مگر اس پر عمل ناممکن ہے۔

دسویں آیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۙ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ یہاں آپ ﷺ کے سامنے دو مصلحتیں ایک دوسرے کے مقابلے میں آگئی تھیں: (۱) کافر کو پہلے تبلیغ کرنی چاہیے اور مسلمان کو بعد میں۔ (۲) جس صورت میں نفع یقینی ہو اس کو غیر یقینی نفع پر مقدم کرنا چاہیے۔ (اور اس مقام پر مسلمان کو تبلیغ کرنے میں نفع یقینی تھا اور کافر کو تبلیغ کرنے میں احتمال تھا کہ شاید مانے یا نہ مانے۔)

جب یہ دونوں مصلحتیں ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں تو نبی کریم ﷺ نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ پہلی مصلحت (کافر کو تبلیغ کرنے) کو اختیار کرنا

چاہیے کیوں کہ یہ صحابی تو مسلمان ہیں، ان سے بعد میں بھی بات ہو سکتی ہے۔ اگر مزید اجتہاد کیا جاتا تو مسلمان کی تبلیغ کا مقدم ہونا سمجھ آجاتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں یہ بات ارشاد فرمائی کہ آپ ﷺ کی شان کے لائق یہ ہے کہ آپ ﷺ کو خوب غور و خوض سے اجتہاد کرنا چاہیے تھا۔

اگر آیت مذکورہ کا عنوان دیکھتے ہوئے یہ شبہ کیا جائے کہ اس میں تو نبی کریم ﷺ پر عتاب اور غصہ فرمایا گیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ محبت میں بسا اوقات آداب کی رعایت سے عتاب زیادہ لذیذ اور خصوصیت پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ عربی کی ایک مثل ہے کہ: جب محبت ہو جاتی ہے تو تکلف ختم ہو جاتا ہے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں:

بدم گفتی وخور سندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

مجھے یہ اچھا لگا کہ تو نے مجھے برا کہا، اللہ تجھے معاف کرے تو نے بہت ہی اچھا کہا کیوں کہ معشوق کے میٹھے ہونٹوں سے کڑوا جواب بھی اچھا لگتا ہے۔

چناں چہ در منثور میں ہے کہ اس کے بعد جب وہ صحابی حاضر ہوتے تو آپ ﷺ فرماتے مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی (اس شخص کے لیے مرحبا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ مجھ پر غصہ ہوئے) آں حضرت ﷺ کے اس جملے سے لذت کی بو آتی ہے، مزید تفصیل کے لیے احقر کی تفسیر (بیان القرآن) دیکھنا مفید ہوگا۔

مِنَ الْقَصِیْدَةِ

لَمْ یَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْیَی الْعُقُوْلُ بِہٖ
حِرْصًا عَلَیْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَھِمِ
اَعْیَی الْوَرٰی فَھْمُ مَعْنَاہُ فَلَیْسَ یُرٰی
لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْفَحِمِ
کَالشَّمْسِ تَظْھَرُ لِلْعَیْنَیْنِ مِنْ بُعْدٍ
صَغِیْرَۃً وَتَکِلُّ الطَّرْفُ مِنْ اَمَمِ
یَا رَبِّ صَلِّ وسلّم دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

(۱) آپ ﷺ نے ہم کو ایسی چیزوں سے نہ آزمایا جن کے دریافت کرنے میں ہماری عقول عاجز اور درماندہ ہو جائیں کیوں کہ آپ کو ہماری اصلاح مرغوب تھی اس لیے ہم کسی حکم کے قبول کرنے میں شک میں نہ پڑھے اور سلوک طریق شریعت میں حیران و سرگردان یا مبتلائے وہم نہ ہوئے (چناں چہ اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ جو اشکالات مذکورہ ظاہر الفاظ سے واقع ہو سکتے تھے، قواعد شرعیہ سے وہ بالکل صاف کر دیے گئے)۔

(۲) آپ ﷺ کے کمالات ظاہری و باطنی کی دریافت نے تمام خلق کو عاجز کر دیا پس نہیں دیکھا جاتا ہے اشخاص قریب المنزلۃ یعنی خواص میں یا بعید المنزلۃ یعنی عوام میں در باب دریافت کمالات حضرت کے مگر عاجز و ساکت یعنی آپ کے کمالات کی حد اور پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں (اور اسی عدم احاطہ کیفیت کمالات کے سبب ظاہر نظر میں بعض شبہات پڑ سکتے ہیں جن کے حل کرنے کے لیے قواعد شرعیہ کافی ہیں)۔

(۳) آپ ﷺ کا حال عدم ادراک کیفیت کمالات ظاہریہ اور باطنیہ میں مثل آفتاب کے ہے کہ وہ دور سے چھوٹا بقدر قوس یا آئینہ کے معلوم ہوتا ہے اور ناظر بسبب نہایت بعد کے اس کی واقعی مقدار نہیں معلوم کر سکتا ہے اور اگر اس کو پاس سے دیکھو تو بوجہ غایت نورانیت کے چشم بینندہ عاجز و درماندہ وغیرہ ہو جاتی ہے اور اس کی پوری حقیقت دریافت نہیں کر سکتی (اسی لیے بعض امور میں گونہ حیرت ہو جاتی ہے جیسا کہ اوپر شعر کی شرح میں معلوم ہوا)۔

تینتیسویں فصل
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل البشر ہونا

آں حضرت ﷺ کے تمام کمالات کی بنیاد دو چیزوں پر ہے: (۱) عبدیت (۲) رسالت۔ ان دونوں چیزوں کو متعدد آیات اور احادیث میں صاف صاف بیان کیا گیا ہے۔ اور نماز میں جو تشہد سکھایا گیا اس میں بھی ان دونوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ جس طرح کمالات رسالت میں کمی کر کے آپ ﷺ کو بشر ثابت کرنا بھی کفر یا بدعت ہے۔ ایسے ہی آپ ﷺ کے کمالات عبدیت کو بڑھا کر اللہ تعالیٰ کی صفات کو آپ ﷺ کے ساتھ خاص کرنا بھی شرک یا گناہ ہے۔ یہ فصل انہی باتوں کی اصلاح کے لیے تحریر کی گئی ہے۔ نمونہ کے لیے چند روایات پر اکتفاء کیا جاتا ہے:

پہلی روایت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے اتنامت بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بڑھا دیا (کہ جو باتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص تھیں وہ ان کے لیے ثابت کرنے لگے) میں تو اللہ کا بندہ ہوں، سو تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔ (بخاری)

دوسری روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ اپنے مرض وفات میں فرمایا کرتے تھے: میں نے جو (زہر آلود) کھانا خیبر میں کھالیا تھا، ہمیشہ اس کی تکلیف مجھے محسوس ہوتی رہی اور اس وقت اس زہر سے میرے دل کی رگ کٹ چکی ہے۔ (بخاری)

تیسری روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر جادو کیا گیا، یہاں تک کہ (اس کے اثر کی وجہ سے بعض اوقات) آپ ﷺ کو یہ خیال ہو جاتا کہ میں فلاں (دنیوی) کام (جیسے کھانا پینا وغیرہ) کر چکا ہوں حالاں کہ آپ ﷺ نے وہ نہیں کیا ہوتا تھا۔ (بخاری)

چوتھی روایت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (نماز میں بھولنے کے بارے میں) فرمایا: میں بشر ہوں، جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں۔ تو جب میں بھول جاؤں مجھے یاد دلادیا کرو۔ (بخاری و مسلم)

پانچویں روایت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (وہ حدیث بیان کرتے ہوئے جس میں بعض لوگوں کا حوض کوثر سے ہٹائے جانے کا ذکر ہے) فرمایا: میں کہوں گا! یہ تو میرے ماننے والے ہیں۔ (فرشتے) کہیں گے: آپ (ﷺ) کو خبر نہیں، انہوں نے آپ (ﷺ) کے بعد (دین میں) کیا کچھ ایجاد کیا۔ میں کہوں گا دور ہو جائے، دور ہو جائے وہ شخص جس نے میرے بعد دین میں تغیر و تبدل کیا۔ (بخاری و مسلم)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو زہر دیا گیا۔ آپ ﷺ پر جادو ہوا اور آپ ﷺ مرض سے متاثر ہوئے، آپ ﷺ کبھی بھول بھی جاتے تھے اور آپ ﷺ کو قیامت سے پہلے کے کچھ واقعات کا علم بھی نہیں تھا۔ یہ سب بشریت کی علامات ہیں۔

ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ آں حضرت ﷺ کو قیامت تک کے تمام حالات کا بتمامہ علم تھا تو وہ درست نہیں۔ باقی جو حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ امت کے اعمال آں حضرت ﷺ پر پیش کیے جاتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام ظاہری اعمال اور دل کے اعمال بھی پیش کیے

جاتے ہیں اور نہ یہ مطلب ہے کہ ہر ہر بات مکمل تفصیل کے ساتھ پیش کی جاتی ہے ورنہ قیامت کے دن امتِ محمدیہ کی پہچان کے لیے وضو کے اثر سے چمکدار اعضاء کیوں مقرر کیے جاتے؟ غرض یہ اعتقاد درست نہیں کہ آپ ﷺ قیامت تک کے تمام امور کو جانتے ہیں۔

اسی طرح بعض دوسری چیزوں جیسے بھوک پیاس غصہ وغیرہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بشر تھے۔ پہلی روایت میں خود آں حضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ آں حضرت ﷺ کو حدِ شرعی سے آگے بڑھانا درست نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو بات ثابت ہے اس کے انکار کی اجازت نہیں ہے اور جو بات ثابت نہیں اس کو ثابت کرنے کی تگ ودو نہیں کرنی چاہیے۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (یہ اللہ کی قائم کردہ حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ جو اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہ ظالم ہیں۔)

من القصيدة

ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ اَحْيٰى الظَّلَامَ اِلٰى
اَنِ اشْتَكَتْ قَدَمَاهُ الضُّرَ مِنْ وَرَمِ
وَ شَدَّ مِنْ سَغَبٍ اَحْشَاءَ ہٗ وَ طَوٰى
تَحْتَ الْحِجَارِةِ كَشْحًا مُتْرَفَ الْاَدَمِ
دَعْ مَاادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِىْ نَبِيِّهِمْ
وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمِ
يَا رَبِّ صَلِّ وسلّم دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۱۔ میں نے اس ذات کی سنتیں چھوڑ کر خود پر ظلم کیا جس نے تاریک راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے زندہ رکھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں قدم مبارک سوج گئے۔ (اس سے دو وجہ سے عبدیت ثابت ہوئی: عبادت کی شب بیداری سے اور قدم مبارک پر ورم آنے سے۔)

۲۔ جنھوں نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ مبارک پر اور اپنے نرم لطیف پہلو پر پتھر باندھے تاکہ ان کے بوجھ اور سہارے سے کچھ تقویت ہو، اور نماز روزہ کی

ادائیگی ممکن ہو۔(اس سے بھی دو وجہ سے عبدیت ثابت ہوئی: ایک بھوک سے دوسری قناعت سے۔)

۳۔اے مخاطب! تو اس دعویٰ کو چھوڑ جو عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا (کہ معاذاللہ انہیں خدا ہی بنادیا اس دعوے کے علاوہ) آپ ﷺ کی جتنی چاہے تعریف کر اور اس پر خوب ڈٹ جا (یعنی نہ آپ ﷺ کی عبدیت کی نفی کرو اور نہ انہیں دوسرے انسانوں کے مساوی سمجھو بلکہ تمام انسانوں میں سب سے افضل سمجھو۔)

چونتیسویں فصل: آں حضرت ﷺ کی اپنی امت پر شفقت

گزشتہ فصل میں آں حضرت ﷺ کے ذاتی جمال و کمال کا بیان تھا۔ اس فصل میں یہ بیان کیا جائے گا کہ آپ ﷺ کا اپنے ان غلاموں کے ساتھ کیسا رویّہ تھا جو آپ ﷺ کے خادم نہیں تھے۔

پہلی روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ تمام رات ایک ہی آیت تلاوت فرماتے رہے۔ حضرت ابو عبید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ لوگوں نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ کون سی آیت تھی؟ فرمایا: یہ آیت تھی: اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ‌ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ (اگر آپ انہیں عذاب دینا چاہیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ معاف فرمادیں تو آپ غالب حکمت والے ہیں۔) (حاشیہ عصام)

فائدہ: اس میں آپ ﷺ نے اپنی امت کے لیے دعا فرمائی جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے۔

دوسری روایت

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرفہ کی شام نبی کریم ﷺ نے اپنی تمام امت کے لیے مغفرت کی دعا کی، جو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس طرح قبول ہوئی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: میں حقوق العباد کے سوا سب گناہوں کی مغفرت کردوں گا۔ ہاں ظالم سے مظلوم کا حق ضرور وصول کروں گا۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی: یااللہ! اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو (اس کے حق کے بدلے میں) جنت دے کر ظالم کو بخش دیں۔ مگر اس شام یہ دعا منظور نہیں ہوئی لیکن جب مزدلفہ میں صبح ہوئی اور آپ ﷺ نے پھر یہ دعا فرمائی تو قبول ہو گئی، اور آپ ﷺ

نے تبسم فرمایا۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ (ﷺ) پر قربان ہوں اور اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے، اس وقت کوئی ہنسی کی بات معلوم نہیں ہوتی تو پھر آپ (ﷺ) کے ہنسنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے دشمن ابلیس کو جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرما کر میری امت کی مغفرت فرمادی ہے تو اپنے سر میں مٹی ڈالنے اور واویلا کرنے لگا، اس کی گھبراہٹ دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی۔ (ابن ماجہ، مشکوۃ)

فائدہ: لمعات میں ہے کہ اس سے مراد وہ حقوق العباد ہیں جن کے ادا کرنے کا پختہ ارادہ تھا مگر کسی وجہ سے ادا نہ کرسکا تو اللہ تعالیٰ ایسے حقداروں کو جن کے حقوق ادا نہ ہوئے ہوں گے قیامت کے دن میں راضی فرمادیں گے۔

تیسری روایت

لمعات میں آں حضرت ﷺ کے طائف کے قصہ میں مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام پہاڑوں کے فرشتے کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں ان کفار کو ہلاک کرنے کی اجازت لینے کے لیے حاضر ہوئے۔ لیکن آپ ﷺ نے اس فرشتہ سے فرمایا کہ ان کو ہلاک نہ کرو! مجھے (اللہ کی رحمت سے) امید ہے کہ ان کی اولاد میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کا پرچار کریں گے۔

چوتھی روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (بعض حیثیتوں سے) میرے ساتھ زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے ان میں سے ہر شخص کی یہ تمنا ہوگی کہ اپنے تمام اہل و عیال اور مال و دولت قربان کرکے مجھے دیکھ لے۔ (مسلم)

فائدہ: یعنی اگر ان سے یہ کہا جائے کہ تم اپنا سب مال اور آل اولاد چھوڑ دو تو حضور ﷺ کی زیارت ممکن ہے تو وہ اس پر دل و جان سے راضی ہوں گے۔

پانچویں روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں بشر ہوں دوسرے انسانوں کی طرح مجھے بھی غصہ آجاتا ہے، سو جس

کسی مومن مرد و عورت پر میں (غصہ کی حالت میں) بد دعا کر دوں تو آپ اس بد دعا کو اس کے لیے پاکی کا ذریعہ بنا دیجیے۔ (مسند احمد)

چھٹی روایت

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کاش میں اپنے بھائیوں کو دیکھ سکتا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم تو میرے دوست ہو، میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک دنیا میں نہیں آئے۔ (مسلم)

فائدہ: دوست سے محبت اس کو دیکھنے اور ملاقات کے بعد ہوتی ہے اور بھائی کی محبت کے لیے ملاقات اور دیکھنے کی قید نہیں کیوں کہ اس کی محبت تو دل میں ہوتی ہے، اس لیے صحابۂ کرام کو دوست فرمایا کہ ان کے دیکھنے اور ملنے سے محبت ہوتی ہے اور بعد والوں کو بھائی فرمایا کیوں کہ ان کی محبت بغیر دیکھے ہے۔ اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ بعد والے لوگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں کیوں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر ایسی استعداد تھی کہ اگر وہ آپ ﷺ کی زیارت نہ کرتے تو بھی محبت میں ہم سے زیادہ ہوتے۔

ساتویں روایت

حضرت ابو جمعہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اسلام بھی لائے اور جہاد بھی کیا، کیا کوئی ہم سے بہتر بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ایک قوم ہے جو تمہارے بعد ہو گی اور بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لائے گی۔ (مسند احمد، دارمی)

فائدہ: یہ بہتری ایک خاص عارض کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقتاً ان میں کوئی ایسی صفت نہیں ہو گی جس کے سبب وہ ان سے بہتر ہوں۔ پھر اس بہتری میں بھی صحابۂ کرام کا دخل ہے کیوں کہ ہمیں ایمان و اسلام کی دولت انہی کی بدولت ملی۔ انہوں نے زبان اور تلوار ہر طرح سے اسلام کی خدمت کی ہے اس لیے ہمیں ان پر فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی۔

ان تمام روایات سے آں حضرت ﷺ کی اپنے تمام امتیوں پر اور ان کے ساتھ ساتھ

کافروں پر بھی شفقت اور محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

من القصیدة

بُشْرٰی لَنَا مَعْشَرَالْاِسْلَامِ اَنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ
لَمَّا دَعٰی اللّٰہُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِہٖ
بِاَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاُمَمِ
اِنْ اٰتِ ذَنْبًا فَمَاعَہْدِیْ بِمُنْتَقِضٍ
مِنَ النَّبِیِّ وَلَاحَبْلٰی بِمُنْصَرَمِ
حَاشَاہُ اَنْ يُّحْرَمَ الرَّاجِیْ مَكَارِمَہٗ
اَوْ يَرْجِعُ الْجَارُّ مِنْہُ غَيْرَ مُحْتَرَمِ
يَا رَبِّ صَلِّ وسلّم دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِک خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّہِمِ

۱۔ اے مسلمانو! ہمارے لیے خوشخبری ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایاتِ خاصّہ سے ہمیں ایسا مضبوط ستون عنایت فرمایا ہے جو کبھی نہیں گرے گا۔ (اور کبھی دوسرے ادیان کی طرح منسوخ نہ ہوگا۔)

۲۔ خداوند تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو افضل واکرم الرسل کہہ کر پکارا تو ہم اس وجہ سے سب امتوں سے افضل ہوئے (کیوں کہ رسول کا افضل ہونا امت کی افضیلت کا حقیقی سبب ہے۔)

۳۔ اگر میں نے گناہ کیے ہیں تو آپ ﷺ کی شفاعت سے میری امید کی رسّی کٹنے والی نہیں ہے (یعنی میں گناہ کرنے کی وجہ سے آں حضرت ﷺ کی شفاعت سے ناامید نہیں ہوں۔)

۴۔ خداوند تعالیٰ شانہٗ نے آں حضرت ﷺ کو اس عیب سے پاک کردیا کہ آپ ﷺ کا امیدرکھنے والا آپ ﷺ کے فضل وکرم سے محروم کردیا جائے۔ اور آپ ﷺ کو اس عیب سے بھی پاک کردیا ہے کہ آپ ﷺ سے مدد چاہنے والا آپ ﷺ کی درگاہ سے ناکام واپس آئے۔

پینتیسویں فصل
امت پر آں حضرت ﷺ کے حقوق

کسی سے محبت ہونا اور پھر اس محبت کی وجہ سے اس کی اطاعت وفرماں برداری کرنا تین وجہ سے ہوتا ہے:

۱۔ محبوب کے کسی کمال کی وجہ سے محبت ہوتی ہے۔ جیسے عالم سے اس کے علم کی وجہ محبت ہوتی ہے اور بہادر سے اس کی بہادری کے سبب محبت ہوتی ہے۔

۲۔ محبوب کے حسن وجمال کی وجہ سے اس سے محبت ہوتی ہے۔

۳۔ محبوب کے احسان اور اس کی عطا کی وجہ سے محبت ہوتی ہے۔ جیسے احسان کرنے والے کے احسان اور تربیت کرنے والے کی تربیت کی وجہ سے اس سے محبت ہوتی ہے۔

آں حضرت ﷺ کی ذات اقدس میں یہ تمام صفات کامل طور پر موجود ہیں۔ جب آپ ﷺ میں یہ تمام اوصاف موجود ہیں تو اگر شریعت کا صاف حکم نص شرعی نہ بھی ہو تو خود عقل اور طبیعت کا تقاضہ ہے کہ آپ ﷺ سے محبت کی جائے۔ اور (قرآن وحدیث میں) واضح حکم موجود ہونے کی وجہ سے یہ حکم اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور اس رسالہ کا بڑا مقصد بھی یہی ہے کہ اہل ایمان آپ ﷺ کی محبت کی طرف متوجہ ہوں۔ اور یہ بات واضح ہے کہ جس درجہ کی محبت ہوگی اسی درجہ کا اتباع بھی ہوگا اور چوں کہ مکمل محبت واجب ہے لہٰذا مکمل اتباع بھی واجب ہوگا۔ اور اسی بات کو مزید پختہ کرنے کے لیے چند روایات ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، آل اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(بخاری و مسلم)

فائدہ: یعنی اگر میری مرضی اور دوسرے کی مرضی میں مقابلہ ہو جائے تو جسے ترجیح دوگے تمہارا محبوب وہی ہوگا۔

دوسری روایت

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ (ﷺ) میرے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، سوائے میرے پہلو میں موجود میری جان کے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس ذات کی قسم! جس نے آپ پر کتاب نازل کی، آپ (ﷺ) میرے نزدیک میرے پہلو میں موجود میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بس اب بات ٹھیک ہوئی۔ (المواہب)

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محبت بلااسباب کو محبت بالاسباب سے قوی تر سمجھا، اسی لیے اپنی جان کا استثناء کیا، پھر جب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جان سے زیادہ محبوب رکھنا بھی ضروری ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ محبت کا مدار کسی ایسی چیز پر ہے جس کے سبب کوئی چیز انسانوں کو جان سے بھی پیاری ہو سکتی ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غور کیا تو پتا چلا کہ آپ ﷺ کی خوشی اپنی ذاتی خوشی پر مقدم ہے تو اس طرح کی مثالوں سے انہیں پتا چلا آپ ﷺ انہیں اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ مواہب کے مقصد نمبر ے میں دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کے عجیب قصے بھی مذکور ہیں۔

تیسری روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس شخص کے سوا میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی جس نے میری بات نہیں مانی۔ عرض کیا گیا: کس نے آپ (ﷺ) کی بات نہیں مانی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری

نافرمانی کی اس نے میری بات نہیں مانی۔ (بخاری)

فائدہ: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اس سوال سے معلوم ہوا کہ یہ نافرمانی کفر نہیں ہے ورنہ اس میں کوئی پوشیدہ بات نہیں تھی جس کی بنا پر سوال کرنا پڑتا۔ آپ ﷺ نے اپنا اتباع نہ کرنے کو انکار سے تعبیر فرمایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی اتباع واجب ہے۔

چوتھی روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔ (ترمذی)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی محبت کی علامت آپ ﷺ کی سنت سے محبت ہے۔ نیز اس سے آپ ﷺ کی محبت کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ آپ ﷺ کی محبت جنت کی چابی ہے اور جنت میں حضور ﷺ کی معیت کا ذریعہ بھی ہوگی۔

پانچویں روایت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو شراب پینے کے جرم میں سزا دی، (شراب نوشی ہی کی وجہ سے) وہ ایک دن پھر پیش کیے گئے تو آں حضرت ﷺ نے انہیں پھر سزا دینے کا حکم فرمایا۔ مجمع میں سے کسی نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت کر اس کو (کتنی مرتبہ) اس مقدمہ میں یہاں لایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر لعنت مت کرو! خدا کی قسم! میرے علم میں یہ ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ (بخاری)

فائدہ: اس حدیث سے چند باتیں ثابت ہوئیں:

۱۔ گناہ گاروں کے لیے خوشخبری ہے کہ ان سے اللہ اور رسول کی محبت کی نفی نہیں کی گئی۔

۲۔ گناہ گاروں کو یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ صرف محبت کی وجہ سے سزا سے نہیں بچ

سکیں گے۔ کوئی اس گھمنڈ میں نہ رہے کہ بغیر اطاعت کے تنہا محبت ہی جہنم سے بچالے گی۔

۳۔ محبت کی فضیلت بیان کی گئی۔

۴۔ محبت کے مرتبوں میں فرق ہے۔ اس لیے اس شخص کے گناہ گار ہونے کے باوجود محبت کا اثبات فرمایا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ کامل اتباع نہ ہونے کی وجہ سے کامل محبت کا حکم نہیں لگایا جائے گا مگر اتباع کا کم از کم درجہ یعنی کفر سے نکلنا اس پر بھی محبت کا ایک درجہ ثابت ہو جائے گا۔

۵۔ چاہے کتنا ہی گناہ گار مومن ہو اس پر لعنت نہیں کرنی چاہیے۔ اس سے اللہ اور رسول کی عظمت ثابت ہوتی ہے کہ اگر ان کی محبت کا ایک ذرّہ بھی کسی کو مل جائے تو اگرچہ وہ (شخص) گناہ گار ہی کیوں نہ ہو اس پر بھی لعنت نہ کرنے کا حکم ہے۔ اس سے اندازہ لگایئے کہ محبت کا کامل اور خالص درجہ کتنا مفید اور مؤثر ہوگا

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

جب گدلا پانی اتنا دیوانہ کر دیتا ہے تو اگر صاف پانی ہو تو دیوانگی کا کیا عالم ہوگا؟

يَا سَائِرًا نَحْوَ الْحِمٰى بِاللّٰهِ قِفْ فِىْ بَانِهٖ
وَاقْـرَأْ طَوَامِيْرَالْجَوٰى مِنِّىْ عَلٰى سُكَّانِهٖ
اِنْ يَّسْئَلُوْا عَنْ حَالَتِىْ فِى السَّقْمِ مُنْذُ فَقَدْتُّهُمْ
فَالْقَلْبُ فِىْ خَفَقَانِهٖ وَالرَّاسُ فِىْ دَوْرَانِهٖ
اِنْ فَتَّشُوْا عَنْ دَمْعِ عَيْنِىْ بَعْدَهُمْ قُلْ حَاكِيًا
كَالْغَيْثِ فِىْ تَهْتَانِهٖ وَالْبَحْرِ فِىْ هَيْجَانِهٖ
لٰكِنَّهٗ مَعَ مَاجَرٰى مَشْغُوْفُ حُبِّ الْمُصْطَفٰى
فَخَيَالُهٗ فِىْ قَلْبِهٖ وَحَدِيْثُهٗ بِلِسَانِهٖ
وَلَطَا لَمَا يَدْعُوْ مُلِحًّا فِى الدُّعَاءِ مُبَالِغًا
لِيَطُوْفَ فِىْ بُسْتَانِهٖ وَيَشُمَّ مِنْ رَيْحَانِهٖ

يَا مَنْ تَفوَّقَ اَمْرُهٗ فَوْقَ الْخَلَائِقِ فِی الْعُلَا
حَتّٰی لَقَدْ اَثْنٰی عَلَيْکَ اللّٰهُ فِیْ قُرْاٰنِہٖ
صَلّٰی عَلَيْکَ اللّٰهُ اٰخِرَ دَهْرِہٖ مُتَفَضِّلًا
مُتَرَحِّمًا وَ حَبًّا لَکَ الْمَوْعُوْدَ مِنْ اِحْسَانِہٖ

۱۔اے باغ کی طرف جانے والے! خدا کے لیے اس باغ میں ذرا ٹھہرنا۔اور میرے غم کے بڑے بڑے افسانے یہاں رہنے والوں کو سنانا۔

۲۔اگر وہ میری بیماری کے بارے میں دریافت کریں تو جب سے میں ان سے دور ہوا ہوں میرا دل وحشت و گھبراہٹ میں ہے اور میرا سر چکرارہا ہے۔

۳۔اگر بعد میں وہ میرے آنسوؤں کے متعلق پوچھیں تو کہنا کہ بادل کی طرح برس رہے ہیں۔اور سمندر کی طرح جوش مار رہے ہیں۔

۴۔لیکن اس سب کے باوجود وہ محبتِ رسول ﷺ میں گرفتار ہے، پس آپ مصطفیٰ ﷺ کا خیال اس کے دل میں اور آپ ﷺ کا تذکرہ اس کی زبان پر ہے۔

۵۔وہ بہت طویل زمانے سے رو رو کر دعا کر رہا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے باغ میں پہنچے اور آپ ﷺ کے ریحان کی خوشبو سونگھے۔

۶۔اے وہ ذات پاک جن کا رتبہ تمام مخلوق سے بڑھ کر ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں ثنا فرمائی۔

۷۔اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر قیامت تک پڑھنے والا درود نازل فرمائے اور آپ ﷺ کے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمائے اور آپ ﷺ کو وہ احسانات عطاء فرمائے جن کا آپ ﷺ سے وعدہ ہے۔

چھتیسویں فصل
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عظمت

پہلی آیت

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ

ترجمہ: مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی مدینہ کے آس پاس رہتے ہیں ان کے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ مناسب تھا کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں۔

دوسری آیت

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ

ترجمہ: مسلمان تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور

جب رسول کے پاس کسی ایسے کام کے لیے آتے ہیں جس کے لیے انہیں بلایا جاتا ہے اور اتفاقاً کسی ضرورت کی وجہ سے جانا پڑتا ہے تو جب تک آپ ﷺ سے اجازت نہ لیں (اور آپ ﷺ اجازت نہ دے دیں) مجلس سے اٹھ کر نہیں جاتے۔ (اے پیغمبر!) جو لوگ آپ (ﷺ) سے ایسے مواقع پر اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ تو جب یہ اہلِ ایمان لوگ ایسے مواقع پر اپنے کسی ضروری کام کے لیے آپ (ﷺ) سے جانے کی اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ (ﷺ) جسے اجازت دینا چاہیں اجازت دے دیا کریں۔ اور (اجازت دے کر بھی آپ ﷺ) ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت (معافی) کی دعا کیجیے۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو (جب وہ کسی ضرورتِ اسلامیہ کے لیے تم کو بلائیں) ایسا معمولی مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلانے کو سمجھتے ہو (چاہے آؤ نہ آؤ۔ پھر آ کر بھی جب تک چاہے بیٹھ جاؤ اور جب چاہو اٹھ کر بغیر اجازت چلے جاؤ)۔

تیسری آیت

وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا الی قوله تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا

(ہر صورت میں یہ حکم ہے کہ) تمہارے لیے (کسی بات میں بھی) جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیبیوں سے کبھی نکاح بھی کرو۔ یہ خدا کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ (اور جس طرح یہ نکاح ناجائز ہے ایسے ہی اس کا زبان سے ذکر کرنا یا دل میں ارادہ کرنا سب گناہ ہے اس لیے) اگر تم اس کے متعلق کسی بات کو زبان سے کہو گے یا ایسے ارادہ کو دل میں چھپا کر رکھو گے تو اللہ تعالیٰ (کو دونوں کی خبر ہو گی کیوں کہ وہ) ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ (پس تم کو اس پر سزا دیں گے اور ہم نے جو اوپر حجاب (پردہ) کا حکم دیا ہے اس میں بعض ایسے بھی ہیں جن سے پردہ نہیں ہے۔ اس کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ) پیغمبر کی بیبیوں کے لیے اپنے باپوں کے سامنے آنے

میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے سامنے آنے میں کوئی گناہ ہے۔ (یعنی ان کے سامنے آنا جائز ہے) اور اے پیغمبر کی بیبیو! (ان احکام مذکورہ کے پورا کرنے میں) خدا سے ڈرتی رہو (کسی حکم کے خلاف نہ ہونے پائے) بے شک اللہ ہر چیز پر حاضر ناظر ہے۔ (یعنی اس سے کوئی امر مخفی نہیں پس احکام کے خلاف کرنے میں سزا کا اندیشہ ہے) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود بھیجا کرو۔ اور خوب سلام بھیجا کرو۔ (تاکہ آپ ﷺ کا حقِ عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو۔) بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو قصداً ایذاء دیتے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

چوتھی آیت

سورۂ فتح میں ہے:

اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيۡرًا ۝۸ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ تُعَزِّرُوۡهُ وَ تُوَقِّرُوۡهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا

اے محمد! ہم نے آپ (ﷺ) کو (امت کے اعمال پر قیامت کے دن) گواہی دینے والا (عموماً اور دنیا میں خصوصاً مسلمانوں کے لیے) بشارت دینے والا (اور کافروں کے لیے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اے مسلمانو! (ہم نے ان کو اس لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ) تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے دین کی مدد کرو۔ اور اس کی تعظیم کرو۔ (عقیدتاً بھی کہ اللہ تعالیٰ کو کامل صفات والا سمجھو اور ہر عیب سے پاک سمجھو۔ اور عملاً اطاعت کرو) اور صبح شام اس کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہو۔

پانچویں آیت

سورۂ حجرات میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝١ الٰی قولہ تعالٰی وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اجازت سے پہلے تم کسی قول یا فعل کے کرنے میں جلدی مت کیا کرو۔ (یعنی جب تک صاف اشاروں سے گفتگو کی اجازت نہ ہو گفتگو مت کیا کرو)۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ (تمہارے سب اقوال کو) سننے والا اور (تمہارے افعال کو) جاننے والا ہے (اور) اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو۔ اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو۔ (یعنی جب آپ ﷺ کے سامنے بات کرنی ہو تو بلند آواز سے نہ بولو خواہ آپس ہی میں بات کرو۔ اور جب آپ ﷺ کے ساتھ بات ہو تو) ان جتنی بلند آواز سے بات مت کرو۔ کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ آواز کو بلند کرنا جس سے بے باکی ظاہر ہو اور زور سے اس طرح بات کرنا جیسے آپس میں زور سے بات کرتے ہیں جس سے گستاخی ظاہر ہو۔) بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پست (نیچا) رکھتے یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ہے۔ (یعنی یہ لوگ کامل متقی ہیں۔ کامل تقویٰ یہ ہوتا کہ انسان مشکوک چیز کو بھی چھوڑ دے (ترمذی) آواز بلند کرنے کی ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے اس وقت بلند آواز سے بات کرنا جس وقت اذیت نہ ہو تو جو اس ڈر سے یہ صورت بھی اختیار نہ کرے کہ کہیں ایذاء والی صورت نہ بن جائے تو یہ کمال تقویٰ ہے۔ ان کے عمل کا ثمرہ اخروی مذکور ہے کہ) ان لوگوں کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ ﷺ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل ہی نہیں ہے ورنہ آپ ﷺ کا ادب کرتے اور ایسی جرأت نہ کرتے اور اگر یہ لوگ صبر و انتظار کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ ان کے پاس خود باہر آجاتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ (کیوں کہ یہ ادب کی بات تھی) اور (یہ لوگ اب بھی توبہ کر لیں تو معاف ہو جائے گا کیوں کہ) اللہ غفور و رحیم ہے۔

اب چند روایات ذکر کی جاتی ہیں:

پہلی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کی ایک ام ولد باندی تھی جو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی۔ وہ اس باندی کو بہت منع کرتے مگر وہ باز نہ آتی۔ ایک رات اس نے اسی قسم کی بکواس شروع کی تو ان نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نے ایک چھری سے اس باندی کو قتل کر دیا۔ صبح کو تحقیق ہوئی تو ان نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نے آں حضرت ﷺ کے سامنے اسے قتل کرنے کا اقرار کرلیا اور سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سب گواہ رہو کہ اس (باندی) کا خون رائیگاں ہے۔ (یعنی ان نابینا صحابی رضی اللہ عنہ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔) (ابوداؤد)

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے ان نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کے جوش محبت اور ادب کا اظہار ہوتا ہے۔

اس بات سے احناف کے اس مسئلہ پر شبہ نہیں کرنا چاہیے کہ اگر کوئی ذمی نبی کریم ﷺ کو گالم گلوچ کرے تو احناف کے نزدیک وہ بدستور ذمی ہے اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری ختم نہیں ہوئی۔ کیوں کہ حفاظت کی ذمہ داری ختم نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو قتل کرنا ہی جائز نہ ہو۔ اس کو یقیناً قتل کیا جائے گا لیکن یہ قتل سیاستاً اور زجراً ہے کیوں کہ علی الاعلان ایسے کلمات کہنا اس کافر کے مذہب میں بھی جائز نہیں۔ پھر بار بار ایسا کہنا اس کی سرکشی اور اسلام کی توہین کی دلیل ہے لہٰذا بلا شبہ اسے قتل کیا جائے گا۔

دوسری روایت

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ مکہ کا سردار عروہ بن مسعود جب نبی کریم ﷺ سے ملاقات کرنے کے بعد مکہ گیا تو آپ ﷺ کی مبارک مجلس کا حال بیان کرتے ہوئے کہا: اے میری قوم! خدا کی قسم میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس گیا ہوں۔ لیکن قسم بخدا! میں نے کسی بادشاہ کے ساتھیوں کو اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی تعظیم محمد ﷺ کے

ساتھی ان کی کرتے ہیں۔ قسم بخدا! جب وہ تھوکتے ہیں تو (ان کے ساتھی اسے نیچے نہیں گرنے دیتے بلکہ وہ) کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پہنچتی ہے اور وہ اس لعاب کو اپنے چہرہ اور بدن پر مل لیتا ہے، جب وہ انہیں کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ آپ ﷺ کا حکم پورا کرنے کے لیے دوڑتے ہیں۔ جب وہ وضو فرماتے ہیں تو ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ گویا وضو کا پانی لینے کے لیے وہ ابھی آپس میں لڑ پڑیں گے۔ جب وہ کلام فرماتے ہیں تو ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی آوازوں کو ان کے سامنے پست کر لیتے ہیں اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم ان کی طرف تیز نگاہ سے دیکھتے نہیں۔ (بخاری)

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ادب کی جو کیفیت ثابت ہوتی ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔

تیسری روایت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازہ کے ساتھ گئے اور قبر تک پہنچے۔ ابھی تدفین نہیں ہوئی تھی چناں چہ آپ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم آپ ﷺ کے آس پاس اس طرح بیٹھ گئے کہ جیسے ہمارے سروں پر پرندے ہوں۔ (یعنی نہایت سکون اور خاموشی کے ساتھ)۔

فائدہ: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا آں حضرت ﷺ کی خدمت میں اسی طرح بیٹھنے کا معمول تھا۔ اس سے صحابۂ کرام کے ادب کی انتہا معلوم ہوتی ہے۔ علماء کرام نے وضاحت فرمائی ہے کہ یہ آداب آں حضرت ﷺ کی حیات کے بعد بھی باقی ہیں۔ چناں چہ مواہب میں ہے کہ جب آپ ﷺ کی آواز سے آواز بلند کرنا اعمال ضایع ہونے کا باعث ہے، تو آپ ﷺ کی سنت اور حکم پر اپنی خواہش اور رائے سے اضافہ کرنے کے متعلق کیا خیال ہے۔ جب آپ ﷺ کے مجلس سے بغیر اجازت اٹھ کر جانا جائز نہیں تو آپ ﷺ کے دین کی تفصیلی چیزوں سے دوسری طرف جانا کیسے جائز ہوگا۔

علماء نے لکھا ہے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنا جائز نہیں تھا، اسی طرح آپ ﷺ کے روضۂ انور کے قریب اور آپ ﷺ کی حدیث کے درس

اور آپ ﷺ کے احکام کی نقل کے وقت بھی حاضرین وسامعین کے لیے آواز بلند کرنا خلافِ ادب ہے۔

مواہب میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ امیر المؤمنین ابو جعفر نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مسجد نبوی میں کسی مسئلہ پر گفتگو کی تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ اس مسجد میں بلند آواز سے بات مت کریں۔ وفات کے بعد بھی نبی کریم ﷺ کا وہی احترام ہے جو حیات مبارکہ میں تھا۔ یہ سن کر ابو جعفر نے اپنی آواز پست کر لی۔ اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے جو آپ رضی اللہ عنہ نے طائف کے دو آدمیوں سے فرمایا تھا: ”تم رسول اللہ کی مسجد میں اپنی آواز بلند کرتے ہو۔“ (بخاری)

پس آپ ﷺ کے نام، آپ ﷺ کی مجلس، آپ ﷺ کے کلام اور احکام کی تعظیم واجب ہے۔ اسی تعظیم کا یہ بھی تقاضہ ہے کہ تعظیم حدودِ شرعی سے تجاوز نہ کرے۔ مثلاً یہ نہ ہو کہ آپ ﷺ کی تعظیم میں اتنا مبالغہ ہو کہ کسی اور نبی یا اللہ تعالیٰ کی بے ادبی نہ ہونے لگے۔

چوتھی روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک یہودی اور مسلمان کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مسلمان نے قسم کھائی کہ اس ذات کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو تمام عالم پر برگزیدہ بنایا۔ یہودی نے یہ قسم کھائی کہ اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام عالم پر برگزیدہ بنایا۔ یہ سن کر مسلمان نے اس یہودی کو ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ اس یہودی نے آکر نبی کریم ﷺ سے شکایت کر دی۔ نبی کریم ﷺ نے اس مسلمان سے تحقیق فرمائی تو اس نے سارا قصہ عرض کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم مجھے موسیٰ علیہ السلام پر ایسی فضیلت مت دو۔ (جس میں ان کی بے ادبی کا شائبہ ہو۔) (مشکوٰۃ)

پانچویں روایت

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دیہاتی صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہم مصیبت میں آگئے، بچے

بھوک سے مرنے لگے ہیں، (قحط کے سبب) اموال تباہ اور مویشی ہلاک ہو رہے ہیں۔ آپ (ﷺ) اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے بارش کی دعا فرما دیجیے! ہم آپ (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ کے لیے شفیع بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو آپ کے لیے شفیع بناتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ (کو اس کلمہ سے بہت پریشانی ہوئی اور آپ ﷺ) سبحان اللہ سبحان اللہ فرمانے لگے۔ اور آپ ﷺ نے یہ کلمہ اتنی مرتبہ فرمایا کہ صحابۂ کرام کے چہروں میں اس کا اثر دیکھا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کم بخت! خدا تعالیٰ کو کسی کے نزدیک سفارشی نہیں لایا جاسکتا۔ خدا تعالیٰ کی شان اس سے بہت زیادہ عظیم ہے۔ (ابوداؤد)

فائدہ: اگرچہ شفیع کبھی عظیم بھی ہوتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے ان کے شوہر مغیث کے متعلق فرمایا کہ میں حکم نہیں کرتا شفاعت کرتا ہوں۔ لیکن شفاعت کے لیے ضروری ہے کہ شفیع اس ضرورت کو خود پورا نہ کر سکتا ہو۔ بلکہ جس سے سفارش کرتا ہے اس کا محتاج ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ محتاج ہونے کا احتمال بھی محال ہے۔ اس لیے اس طرح کہنے میں بے ادبی تھی۔ اس لیے اس کو روک دیا۔

من القصيدة

اَكْــرَمِ بِخَلْقِ نَـبِــيٍّ زَانَــهٗ خُلُقٌ
بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبَشَرِ مُتَّسِمِ
كَالزَّهْرِ فِیْ تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِیْ شَرَفٍ
وَالْبَحْرِ فِیْ كَـرَمٍ وَالدَّهْرِ فِیْ هِمَمٍ
كَـاَنَّـهٗ وَهُــوَ فَــرْدٌ فِــیْ جَـلَالَـتِـهٖ
فِیْ عَسْكَرٍ حِیْنَ تَلْقَاهُ وَفِـیْ حَشَمٍ
كَاَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِیْ صَدَفٍ
مِنْ مَعْدِنَیْ مَنْطِقٍ مِنْهُ وَ مُبْتَسَمِ
یَـا رَبِّ صَـلِّ وسلّم دَائِـمًـا اَبَـدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۱۔ آپ ﷺ کی صورت و سیرت کتنی عمدہ ہے جو آپ ﷺ کے خلق عظیم سے مزین ہے۔ وہ صورت سرتاپا حسن میں لپٹی ہوئی ہے اور تازہ چہرے اور کشادہ پیشانی

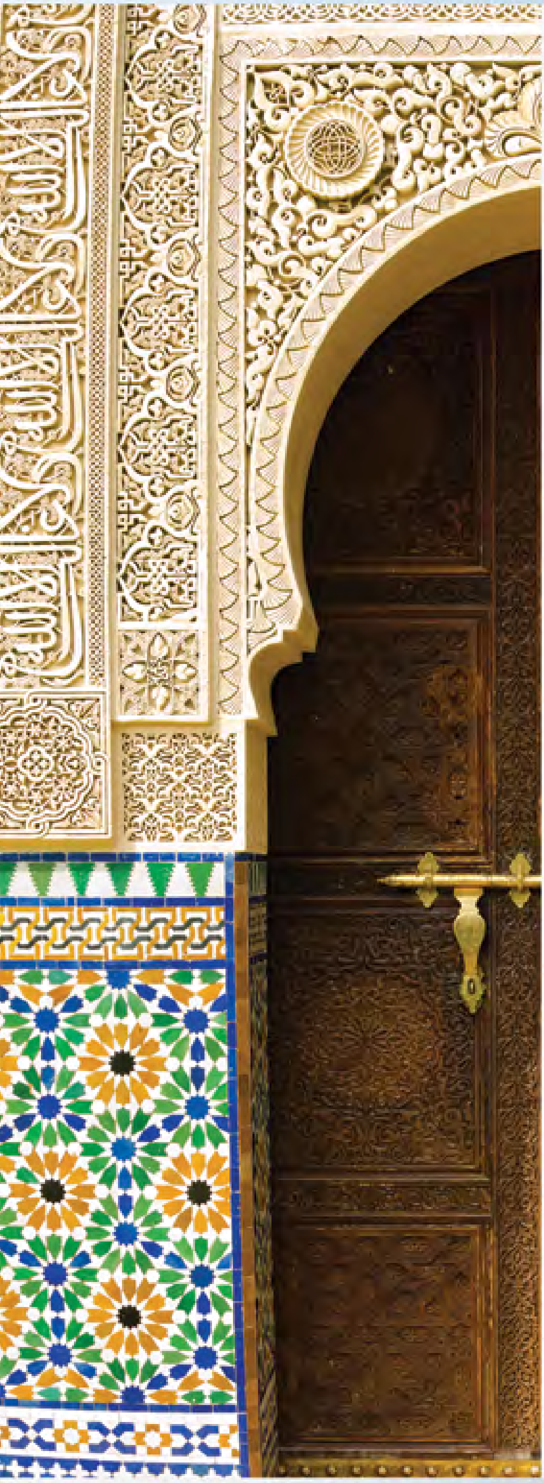

سے متصف ہے۔

۲۔آپ ﷺ کی ذات مبارک (صفات کی لطافت و نظافت میں) کلی کی طرح ہے (اور علم و بزرگی میں) چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے (اور مخلوق کو عام فیض) اور نفع پہنچانے میں سمندر کی طرح ہیں۔ اور ہمتوں میں زمانے کی طرح ہیں۔

۳۔ آپ ﷺ کی شان یہ ہے کہ آپ ﷺ اگر تنہا بھی ہوں تو ملاقات کے وقت اپنی جلالت و عظمت کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ ﷺ ایک بڑے لشکر میں ہیں۔

۴۔ جو موتی اپنی سیپی میں چھپا ہے (اور اب تک باہر آکر استعمال نہیں ہوا) وہ اپنی چمک اور دمک میں (آپ ﷺ کی گفتگو کے) ان گوہروں کی طرح ہے جو ان دو کانوں سے نکلی ہے جن میں ایک کان زبان مبارک ہے اور دوسری دولب شریف۔

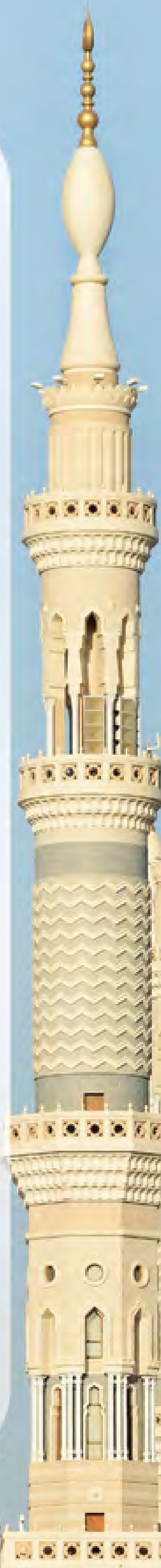

سینتیسویں فصل
آں حضرت ﷺ پر درود شریف بھیجنے کی فضیلت

گزشتہ دو فصلوں کی طرح اس فصل میں بھی آپ ﷺ کے حقوق وآداب کا بیان ہے۔

پہلی روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ (نسائی)

دوسری روایت

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا ہو۔ (ترمذی)

تیسری روایت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے فرشتے زمین میں گشت کرتے پھرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔ (نسائی، دارمی)

چوتھی روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص ذلیل وخوار ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (ترمذی)

فائدہ: اس حدیث مبارکہ کی وجہ سے محققین علماء نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے

کہ آں حضرت ﷺ کا نام مبارک سن کر پہلی بار درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ اگر اسی مجلس میں دوبارہ آپ ﷺ کا نام لیا جائے تو درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

پانچویں روایت

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے (نبی کریم ﷺ سے) عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں آپ (ﷺ) پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں۔ آپ (ﷺ) (دوسرے اوراد ووظائف کے مقابلے میں) اس کی کوئی مقدار بتادیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس قدر چاہو۔ میں نے عرض کیا: (اگر وظائف کے لیے کل وقت کا) ایک چوتھائی کرلوں؟ (یعنی تین گھنٹوں میں سے پون گھنٹہ) آپ ﷺ نے فرمایا: جیسے چاہو، اگر اور بڑھالو تو وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: (کل وقت کا) نصف مقرر کرلوں؟ (یعنی تین گھنٹوں میں سے ڈیڑھ گھنٹہ) آپ ﷺ نے فرمایا: جیسے چاہو، اگر اور بڑھالو تو تمہارے لیے اور بھی بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: دو تہائی حصہ وقف کردوں؟ (یعنی تین گھنٹوں میں سے دو گھنٹے) آپ ﷺ نے فرمایا: جیسے تم چاہو، اگر اور زیادہ کرلو تو اور بھی بہتر ہے۔ (اس پر) میں نے عرض کیا: میں سارا وقت درود ہی پڑھتا رہوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس صورت میں تمہاری ساری فکر ختم ہو جائے گی اور تمہارے گناہ معاف کیے جائیں گے۔ (ترمذی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ درود شریف کا وِرد تمام اوراد سے افضل ہے۔

چھٹی روایت

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ (ﷺ) کے رب کا ارشاد ہے جو شخص ایک مرتبہ آپ (ﷺ) پر درود بھیجے گا، میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور جو شخص سلام بھیجے گا میں اس پر دس سلام بھیجوں گا۔ (نسائی، دارمی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی درود شریف میں صلاۃ وسلام دونوں ہوں تو اس کے ایک بار پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی بیس عنایتیں حاصل ہوتی ہیں۔ جیسے اس درود شریف میں ہیں۔ اللھم صل علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ

آلِ سیدنا و مولٰنا محمد و بارک وسلم

ساتویں روایت

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب تک نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے، اس وقت تک دعا زمین وآسمان کے درمیان معلق رہتی ہے، اور اس کا کوئی حصہ بھی قبول نہیں ہوتا۔ (ترمذی)

یہ سب احادیث مشکوٰۃ سے لی ہیں۔ تفصیل کے لیے میری کتاب ''زادالسعید'' کا مطالعہ کیا جائے۔

درود شریف کی کچھ حکمتیں

پہلی حکمت

نبی کریم ﷺ کے امت پر بے شمار احسانات ہیں۔ آں حضرت ﷺ صرف اس تبلیغ تک محدود نہیں رہے جس کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا بلکہ آپ ﷺ نے امت کی اصلاح کے لیے بہت سی تدبیریں سوچیں، ان کے لیے ساری ساری رات کھڑے ہو کر دعائیں کیں اور اس بات کے اندیشہ سے بھی پریشان ہوئے کہ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ اگرچہ آپ ﷺ کو تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا، لیکن اس میں بھی آپ ﷺ ایک نعمت کا واسطہ تو بنے ہیں۔ بہر حال آں حضرت ﷺ محسن بھی ہیں اور احسان کا ذریعہ بھی۔ اس لیے فطرتِ سلیمہ کا تقاضا ہے کہ ایسی ذات کے لیے دل سے دعائیں نکلیں، خصوصاً جبکہ اس کا بدلہ بھی نہ دیا جا سکتا ہو، کیوں کہ جو احسانات ایک نبی کی طرف سے امت پر ہوتے ہیں وہ احسانات ایک امتی اپنے نبی پر نہیں کر سکتا۔ اس لیے ہم بدلہ تو دے نہیں سکتے۔ اور رحمت کی دعا کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ اور دعا بھی ایسی جو رحمت خاصّہ کاملہ کی دعا ہو جیسا کہ درود شریف کا مفہوم ہے۔ چناں چہ شریعت نے اسی فطرتِ سلیمہ کے مطابق کسی مقام پر درود شریف پڑھنا واجب اور کسی مقام پر مستحب قرار دیا ہے۔ (المواہب)

دوسری حکمت

آں حضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو کسی کی

درخواست کیے بغیر خود ہی خیر عنایت فرمادیں گے، اس لیے نبی کریم ﷺ کے لیے خیر کی دعا کرنا در اصل خود اپنے فائدے کے لیے ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قرب حاصل ہوتا ہے۔ (المواہب)

تیسری حکمت

آں حضرت ﷺ کے لیے دعا کی درخواست کرنے میں آپ ﷺ کی ایک خاص فضیلت (کامل عبدیت) کا اظہار ہے کہ آپ ﷺ کو رحمتِ الٰہی کی ضرورت ہے۔ (سوانح الوقت)

چوتھی حکمت

نبی کریم ﷺ چوں کہ بشر ہونے میں امت کے ساتھ مشترک ہیں، اور بعض دوسری صفات مثلاً مال داری وغیرہ میں امت کے برابر نہیں ہیں تو بعض لوگوں کے دل میں یہ غرور و تکبر پیدا ہو سکتا تھا کہ آپ ﷺ دنیاوی امور میں ہمارے ہم پلّہ نہیں ہیں اور یہ چیز نبی کی اتباع اور عقیدت میں رکاوٹ بنتی ہے۔ جیسا کہ پہلی امتوں نے اپنے نبیوں کے بارے میں کہا تھا کہ اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ترجمہ: کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں کی بات مان لیں اور ان کی قوم ہماری غلام ہے۔

بعض نے کہا: اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ترجمہ: کیا ہم اپنے جیسے انسان کی اتباع کریں پھر تو ہم گمراہ اور دیوانے ہوں گے۔

بعض بولے: لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ترجمہ: یہ قرآن پاک مکہ و طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں ہوا۔

اس لیے درود شریف میں اس (مرض) کا پورا علاج ہے۔ کیوں کہ اس میں آپ ﷺ کے لیے رحمتِ خاصّہ کی دعا ہے تو اس سے پتہ چلا کہ آں حضرت ﷺ رحمتِ خاصّہ کے مستحق ہونے میں سب سے ممتاز ہیں۔ آپ ﷺ کا یہ امتیاز دوسری تمام امتیازی صفات سے بڑھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ درود شریف پڑھنے میں اس بات کا بھی اقرار ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے محسن ہیں اور اس بات کا اقرار سارے تکبر وغیرہ کو ختم کر دیتا ہے۔ اسی لیے درود شریف میں لفظ سیدنا

و مولینا (ہمارے سردار اور ہمارے آقا) کا اضافہ ہونا چاہیے تاکہ اس بات کا مزید اظہار ہو کہ سرکارِ دوعالم ﷺ ہمارے محسن ہیں۔ اور آپ ﷺ کی شانِ عظمت کو دل میں بٹھانا شریعت کے اہم مقاصد میں سے ہے جس کی طرف قرآن کریم میں اشارہ کیا گیا ہے۔

پانچویں حکمت

بعض طبیعتوں میں توحید کا غلبہ بہت زیادہ ہوتا ہے اور وہ اس غلبہ کے سبب واسطوں کے ساتھ زیادہ دل نہیں لگاتے کیوں کہ آپ ﷺ بھی واسطہ ہیں اور وہ لوگ ہر وقت خدا تعالیٰ کی ذات میں مستغرق رہنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ انسان جب آپ ﷺ کی اتنی اتباع کرے جو واجب ہے اور اس کے بعد خدا تعالیٰ کی ذات میں مستغرق رہے تو مضر بھی نہیں۔ جیسا کہ امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خراز رضی اللہ عنہ کی حکایت نقل کی ہے کہ انہیں خواب میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے معذور رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت مجھے آپ (ﷺ) کی محبت میں مشغول نہیں ہونے دیتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے مبارک! جو شخص حق تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ مجھ ہی سے محبت کرتا ہے۔ (کیوں کہ یہ تو وہ جانتے ہی تھے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت انہیں سرکارِ دوعالم ﷺ کے واسطہ ہی سے نصیب ہوئی ہے جب انسان کو یہ معلوم ہو تو ممکن ہی نہیں کہ اسے واسطہ کے ساتھ محبت نہ ہو۔ (المواہب)

بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ واقعہ بیداری میں ایک انصاری عورت کے ساتھ پیش آیا۔ لیکن جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود فرمادیا کہ آپ ﷺ کی محبت میری رضا کا ذریعہ ہے تو اس کے سبب توحید میں کمی کا وہم نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ کوئی شخص اپنے محبوب کے پاس جانا چاہتا ہے اور کوئی اپنا قریبی شخص بھیج دے کہ اس کے ساتھ آجاؤ تو اب اس شخص کی بات ماننا اور اس کی اتباع کرنا یقیناً محبوب ہی کی اتباع اور اس تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ کوئی بھی عقلمند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس قریبی شخص کی طرف توجہ کرنے سے محبوب کی طرف توجہ میں کمی آتی ہے بلکہ ہر شخص یہی کہے گا کہ جتنی توجہ اس شخص کی طرف ہوتی ہے اتنی ہی توجہ محبوب کی طرف ہو گی۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی ذات کی طرف توجہ توحید کے خلاف نہیں۔

درود شریف پڑھنے کے متعلق ایک فقہی قاعدہ

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ ہندیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ کپڑا کھولتے وقت تاجر کا اس غرض سے تسبیح یا درود پڑھنا کہ اس سے خریدار کو کپڑے کی عمدگی جتلانا مقصود ہو، اسی طرح چوکیدار کو جگانے کے لیے، یا کسی بڑے آدمی کے آنے کے وقت اس نیت سے درود شریف پڑھنا کہ لوگوں کو اس کے آنے کی اطلاع ہو جائے اور وہ کھڑے ہو جائیں یا اس کے لیے راستہ چھوڑ دیں، یا اس کے لیے جگہ چھوڑ دیں تو یہ سب مکروہ ہے۔ در مختار میں اس کو حرام کہا گیا ہے۔ علامہ شامی نے حرام کی تفصیل مکروہ تحریمی سے کی ہے۔

خلاصہ یہ کہ درود شریف عبادت ہے اور عبادت کو شرعی احکام کے مطابق انجام دینا چاہیے۔ اور مذکورہ بالا اغراض کے لیے درود شریف پڑھنا چوں کہ قواعد شریعت کے خلاف ہے اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔

اور ایسے پاکیزہ اور مبارک عمل کو ان دنیاوی چیزوں کا ذریعہ بنانا ادب کے بھی خلاف ہے۔

لبعض العشاق

صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی رَأْسِ فَرِیْقِ النَّاسِ
مِنْہُ لِلْخَلْقِ اَمَـانٌ بِزَمَانِ الْبَأْسِ
صَلِّ یَا رَبِّ عَلٰی مَنْ ہُوَ فِیْ حَرِّ غَدٍ
کُلَّ مَنْ یَّظْمَأُ یَسْقِیْہِ رَحِیْقَ الْکَأْسِ
صَلِّ یَـارَبِّ عَلٰی مَنْ بِرَجَاءِ الْکَرَمِ
خَصَّ مَنْ جَاءَ اِلَیْہِ لِعُمُوْمِ النَّاسِ
صَلِّ یَـارَبِّ عَلٰی مُوْنِسِ کُلِّ الْبَشَرِ
مُبْدِلِ الْوَحْشَۃِ فِی الْقَبْرِبِاِسْتِیْنَاسِ
صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی رُوْحِ رَئِیْسِ الرُّسُلِ
نَقْتَدِیْ نَحْنُ عَلٰی اَرْجُلِہٖ بِالرَّأْسِ

ا۔ اے اللہ! انسانوں کے سردار پر اپنی رحمتیں نازل فرما جس کی وجہ سے مخلوق

کو اس پریشانی کے دور میں بھی امن حاصل ہے۔

۲۔ اے اللہ ! اس ذات پر رحمت نازل فرما جو قیامت کی گرمی میں بھی پیاسے کو شرابِ طہور پلائیں گے۔

۳۔ اے اللہ ! اس پر رحمت نازل فرما جو اپنے پاس آنے والے عام انسان کو بھی مایوس نہیں کرتا۔

۴۔ اے اللہ ! اس پر رحمت نازل فرما جو قبر کی وحشت کو اُنس سے بدلنے والا ہے۔

۵۔ اے اللہ ! سید المرسلین ﷺ کی روح پر رحمت نازل فرما جن کے قدموں پر ہم سر کے بل چلتے ہیں۔

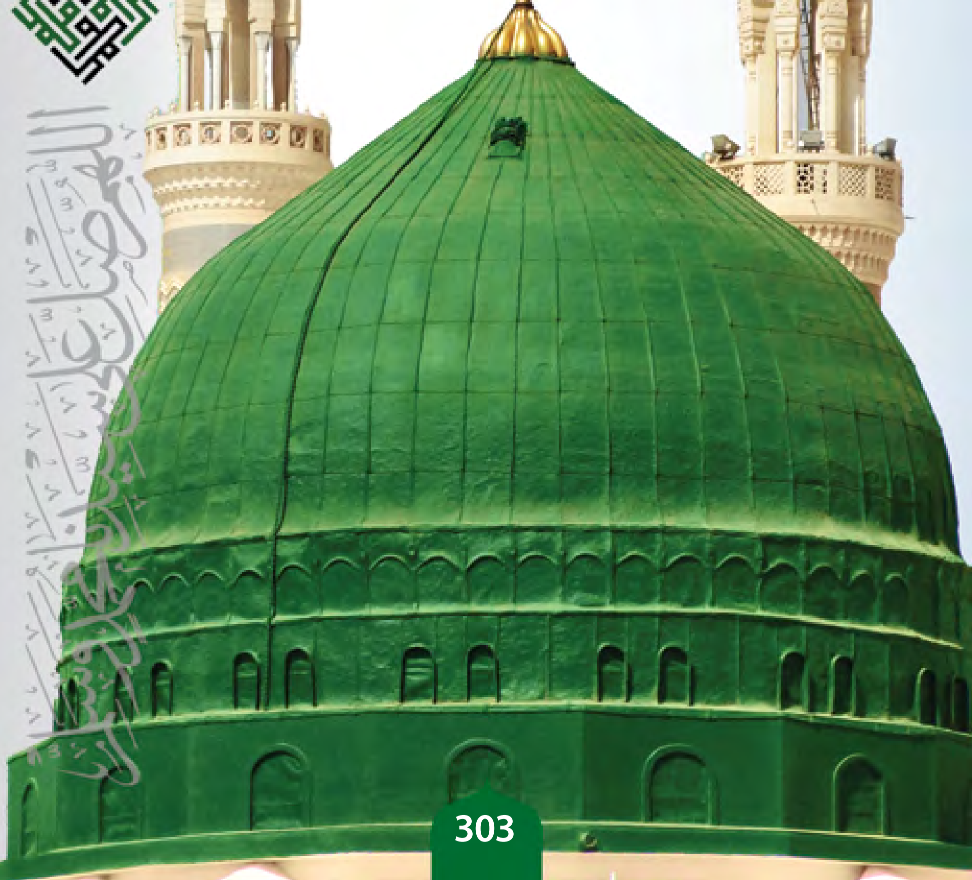

اڑتیسویں فصل
آں حضرت ﷺ کے وسیلے سے دعا کرنا

وسیلہ اگرچہ درود شریف کی طرح عبادت مقصودہ تو نہیں ہے لیکن ایک خاصیت میں درود شریف کے برابر ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ اسی لیے مناسب معلوم ہوا کہ درود شریف کے بعد اس کا بھی ذکر کر دیا جائے۔

اگرچہ بعض علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن اکثر علماء کا یہی مذہب ہے کہ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے وسیلہ اختیار کرنا جائز ہے۔

پہلی روایت

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بینائی کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم کہو تو میں اس (دعا) کو ملتوی کر دوں کیوں کہ یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اور کہو تو دعا کروں۔ وہ کہنے لگا ابھی دعا فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت پڑھو اور پھر یہ دعا کرو ”اے اللہ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور نبی رحمت محمد ﷺ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ اے محمد! میں آپ (ﷺ) کے وسیلہ سے اپنی یہ حاجت اپنے رب کی طرف پیش کرتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو جائے۔ اے اللہ! آپ محمد ﷺ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرمائیے۔“ (ابن ماجہ)

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے دعا میں وسیلہ اختیار کرنا واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے، اور اس میں آپ ﷺ کا اس کے لیے دعا مانگنا کہیں ثابت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح کسی کی دعا کو وسیلہ بنانا جائز ہے، اسی طرح ذات

کو بھی وسیلہ بنانا جائز ہے۔

وسیلہ کا حاصل یہ ہے کہ اے اللہ ! فلاں بندے پر آپ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اس سے محبت و عقیدت رکھنا بھی رحمتوں کے نزول کا سبب ہے، ہم بھی آپ کے اس فلاں بندے سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں، اس لیے ہم پر بھی اپنی رحمتیں نازل فرمائیں۔

اعمال کے ذریعہ وسیلہ اختیار کرنے کی یہ صورت ہے کہ اے اللہ ! یہ اعمال آپ کے نزدیک نزولِ رحمت کا ذریعہ ہیں اور جن لوگوں نے یہ اعمال کیے ان پر رحم فرمایا ہم نے بھی یہ اعمال کیے ہیں، اس لیے آپ ہم پر بھی رحمتیں نازل فرمائیں۔

اس حدیث میں صحابی رضی اللہ عنہ نے جو ''یا محمد (ﷺ)'' فرمایا ہے، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غائب کو یا کے ساتھ پکار نادرست ہے۔ کیوں کہ وہ صحابی تو آں حضرت ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر تھے۔ بیہقی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ وہ صحابی اٹھ کر کھڑے ہوئے اور ان کی بینائی لوٹ آئی۔

دوسری روایت

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام سے آتا تھا لیکن وہ اس کی طرف توجہ نہ دیتے تھے، اس شخص نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں بات کی تو انہوں نے اس کو مذکورہ بالا دعا سکھا کر کہا کہ وضو کرکے مسجد میں جاؤ اور یہ دعا پڑھو۔ چناں چہ اس نے ایسے ہی کیا اور دوبارہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو وہ بہت عزت و احترام سے پیش آئے اور اس کا کام کر دیا۔ (البیہقی والطبرانی)

فائدہ: اس سے بعد از وفات بھی وسیلہ کا اثبات ہوتا ہے۔ اور یہ وسیلہ حدیث کے علاوہ عقل سے بھی ثابت ہے۔ کیوں کہ جو وسیلہ پہلی روایت میں ہے وہ (وفات سے پہلے اور بعد) دونوں کو شامل ہے۔

اس جگہ بھی غائب کو ''یا'' کہہ کر پکارنے کا شبہ نہ کیا جائے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ اس سے مسجد نبوی میں (روضۂ مبارک پر) جا کر پکار نا مراد ہے اور وہاں آں حضرت ﷺ تشریف فرما ہیں، اس لیے غائب کو پکار نا لازم نہیں آتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سلف صالحین کا اعتقاد صحیح تھا۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے آں حضرت ﷺ تک پہنچاتے ہیں، اور اس دور میں چوں کہ عوام عقیدہ میں بہت غلو کرتے ہیں اس لیے نہ صرف ان کو منع کیا جاتا ہے بلکہ ان کے عقیدہ کی حفاظت کے لیے خواص کو بھی اس سے روکا جاتا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ حضرات (سلف صالحین) آپ ﷺ کو حاجت روا سمجھ کر نہیں پکارتے تھے۔ اور اب اس میں بہت زیادہ غلو ہے پس ان کے فعل کی وجہ سے ان ناقصین کو اجازت نہیں دی جاسکتی۔

کار پاکاں را قیاس از خو دیگر

نیک لوگوں کے کام کو اپنے کام پر قیاس مت کیا کرو۔

احقر نے فصل کے آغاز میں جو کہا تھا کہ قواعدِ شرع کے اندر رہتے ہوئے وسیلہ جائز ہے، اس کا یہی مطلب ہے۔

تیسری روایت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قحط پڑتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے اللہ ! ہم پہلے آپ کے دربار میں اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ سے دعا کیا کرتے تھے تو آپ ہم پر بارش برسا دیتے تھے۔ اب ہم آپ کے دربار میں اپنے پیغمبر ﷺ کے چچا کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں، ہمیں بارش عطا فرمائیں ! چناں چہ بارش ہو جاتی تھی۔ (بخاری)

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غیر نبی کا وسیلہ بھی جائز ہے جبکہ اس کو نبی سے کوئی حسّی یا معنوی قرابت ہو۔ یہ بھی نبی ﷺ کے وسیلے کی ایک صورت ہے۔ علماء فرماتے ہیں : حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی بات پر متنبہ کرنے کے لیے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل فرمایا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کا وسیلہ جائز نہ تھا۔ کیوں کہ دوسری روایات سے اس کا جواز ثابت ہے اور اس پر کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے نکیر بھی نہیں فرمائی، اس لیے اس پر اجماع بھی پایا گیا۔

چوتھی روایت

حضرت ابوالجوزاء فرماتے ہیں: مدینے میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑا، لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قحط کی شکایت کی تو انھوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کو دیکھو، اس کے اوپر آسمان کی طرف ایک سوراخ کردو کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو چناں چہ لوگوں نے ایسے ہی کیا تو موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ (الدارمی)

فائدہ: اوپر کی روایات سے زبانی توسل کا جواز ثابت ہو رہا تھا اور اس روایت میں عملی توسل کا جواز ثابت ہو رہا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ یا اللہ! یہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک ہے۔ آپ ﷺ کے وجود کی برکت سے ہم اسے بابرکت سمجھتے ہیں تو ہمارے اوپر اس کی وجہ سے رحم فرما۔

پانچویں روایت

حضرت محمد بن حرب ہلال فرماتے ہیں: میں قبر مبارک کی زیارت کر کے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا کہ روضۂ اقدس پر ایک دیہاتی حاضر ہوا، اور عرض کرنے لگا: یا خیر الرسل! اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی، جس میں ارشاد ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ
وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

اور میں آپ (ﷺ) کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور آپ کے حضور آں حضرت ﷺ کے وسیلہ سے شفاعت کی درخواست لے کر آیا ہوں۔ پھر اس نے دو شعر پڑھے الخ۔ ان محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے۔ یہ خیر القرون کا زمانہ تھا اور اس وقت کسی نے اس پر نکیر نہیں کی۔ اس لیے یہ حجت ہو گیا۔

مِنَ الرَّوْضِ

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهُ
فَالْفَتْحُ مِنْ جُنْدِهِ وَالنَّصْرُ وَالظَّفَرُ
دَعَاكُمْ مُسْتَغِيْثًا رَاجِيًا اَمَلًا
فَهَلْ لَهُ مِنْ سِوٰى لُطْفِكُمْ نَظَرْ

فَاعْطِفْ اِلٰهِیْ عَلَیْنَا قَلْبَ سَیِّدِنَا
خَیْرِالْاَنَامِ فَمِنْهُ الْعَطْفُ مُنْتَظَرُ
یَـــارَبِّ صَــلِّ وَسَـــلِّـمْ دَائِـمًـــا اَبَــدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُرُ

ا۔ جسے آپ ﷺ کے وسیلے کی وجہ سے مدد حاصل ہو تو وہ فتح و ظفر کا مالک ہوتا ہے۔

۲۔اس شخص نے فریادی بن کر اور امید باندھ کر آپ ﷺ کو پکارا ہے۔اس کی نظر آپ ﷺ کی مہربانی کے سوا کسی پر نہیں اٹھ سکتی۔

۳۔ اے اللہ ! ہمارے سردار جو تمام مخلوق میں افضل ہیں، ان کے دل کو ہم پر مہربان بنادے۔ ہم ان کی مہربانی کے منتظر ہیں۔

انتالیسویں فصل
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال کا ذکر

انسان کو جس قدر کسی سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا اتنا ہی تذکرہ کرتا ہے۔ اس لیے ہم اس فصل میں آپ ﷺ کی محبت کا تذکرہ کریں گے۔ باقی اسے توسل کے بعد اس لیے ذکر کیا کہ جیسے توسل میں غلو ہے اسی طرح ذکر میں بھی غلو ہے۔ اس لیے مختصراً اس فصل میں آپ ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے جو مسلمانوں کو شرعاً و طبعاً مطلوب ہونا چاہیے۔

اَلَایَا مُحِبَّ الْمُصْطَفٰی زِدْصَبَابَةً
وَضَمِّخْ لِسَانَ الذِّکْرِمِنْکَ بِطِیْبِهٖ
وَلَاتَعْبَأَنْ بِالْمُبْطِلِیْنَ فَاِنَّمَا
عَلَامَةُ حُبِّ اللّٰهِ حُبُّ حَبِیْبِهٖ

(۱) اے عاشقِ مصطفیٰ! آپ ﷺ کے عشق میں خوب ترقی کر اور اپنی زبان کو نبی ﷺ کے ذکر کی خوشبو سے معطر رکھ۔

(۱) ملامت کرنے والوں کی کچھ پروا نہ کر کیوں کہ حضور ﷺ سے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت کی دلیل ہے۔

شریعت میں رسول اللہ ﷺ کے ذکر کے مشروع ہونے کی دلیل یہ آیت شریفہ ہے: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (ہم نے آپ کے ذکر کو آپ کی خاطر بلند کیا۔)

پہلی روایت

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک حدیث مبارکہ میں فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور دریافت فرمایا: میں کون ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا: آپ رسول اللہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (میں رسول اللہ تو ہوں ہی مگر دوسرے حسبی و نسبی فضائل بھی رکھتا ہوں چناں چہ میں بتاتا ہوں) میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے بہترین مخلوق (یعنی انسان) میں پیدا کیا۔ پھر ان (انسانوں) کے دو فرقے (عرب اور عجم)

بنائے اور مجھے بہترین فرقہ (عرب) میں پیدا کیا۔ پھر ان (عرب) کو مختلف قبیلوں میں تقسیم کیا اور مجھے بہترین قبیلے (قریش) میں پیدا کیا۔ پھر ان (قریش) کے کئی خاندان بنائے اور مجھے بہترین خاندان (بنی ہاشم) میں پیدا کیا پس میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب میں افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہوں۔ (ترمذی)

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آں حضرت ﷺ نے بر سر منبر اپنے فضائل بیان فرمائے۔

دوسری روایت

فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ نے ''تنبیہ الغافلین'' میں اپنی سند متصل کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ ﷺ کی بیماری کے ایام میں سورۂ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ نازل ہوئی تو آپ ﷺ بلا توقف جمعرات کے روز باہر تشریف لائے اور منبر پر تشریف فرما ہو کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مدینہ میں اعلان کر دو کہ رسول اللہ ﷺ کی وصیت سننے کے لیے جمع ہو جائیں۔ چناں چہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا تو چھوٹے بڑے سب جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور انبیاء علیہم السلام پر صلوٰۃ پڑھنے کے بعد فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں، میں عربی، حرمی، مکی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ ص ۸۳)

فائدہ: اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ نے خود لوگوں کو بتانے کے لیے اعلان فرمایا چناں چہ فرمایا وصیت سننے کے لیے جمع ہو جاؤ۔

تیسری روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجدِ نبوی میں منبر رکھتے تھے۔ وہ اس پر کھڑے ہو کر نبی کریم ﷺ کے فضائل (قابلِ فخر باتیں) بیان کرتے اور مشرکین کے طعنوں کا جواب دیتے۔ اور آپ ﷺ فرماتے: اللہ تعالیٰ (اس وقت تک) حسان رضی

اللہ عنہ کی تائید روح القدس سے فرماتا رہے گا، جب تک یہ رسول اللہ کے فضائل بیان کرتا رہے گا اور ان کی مدافعت کرتا رہے گا۔ (بخاری)

فائدہ: اس سے آپ ﷺ کا اپنے فضائل بیان کرانا ثابت ہوا۔ اور اس کے منظوم ہونے کا جواز بھی ثابت ہوا جب کہ شرعی حدود سے تجاوز نہ ہو۔

چوتھی روایت

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کی عادات جمیلہ کے متعلق سوال کیا کیوں کہ وہ آں حضرت ﷺ کا حلیہ مبارک بہت کثرت سے بیان فرمایا کرتے تھے اور مجھے اشتیاق رہتا تھا کہ وہ میرے سامنے (نبی کریم ﷺ کے) کچھ اوصاف بیان کریں اور میں انہیں ذہن نشین کرلوں۔ (شمائل الترمذی)

فائدہ: اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کی عادات مبارکہ کے متعلق آگاہی کا شوق۔

۲۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ کا کثرت سے آپ ﷺ کے شمائل بیان فرمانے کا ذوق۔
حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا آں حضرت ﷺ کی عادات مبارکہ کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کرنا۔

پانچویں روایت

حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ (مجمع کی صورت میں) ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ کی کچھ باتیں بیان کیجیے۔ انہوں نے فرمایا: میں کیا کیا باتیں بیان کروں؟ آپ ﷺ کی باتیں تو اتنی ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ اس کے بعد انہوں آں حضرت ﷺ کے کچھ مبارک حالات بھی بیان فرمائے۔) (شمائل ترمذی)

فائدہ: اس سے تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا آپ ﷺ کے حالات سننے کا شوق ثابت ہوا۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات، نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال، اور صحابۂ کرام اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے عمل سے آں حضرت ﷺ کے مبارک وپاکیزہ تذکرہ کا مستحب وپسندیدہ ہونا معلوم ہوا۔

تنبیہ: جن مواقع میں درود شریف پڑھنا ادب کے خلاف ہے، ان کا ذکر سینتیسویں فصل میں گزر چکا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آں حضرت ﷺ کا مبارک ذکر بھی اگر قواعد شریعت کے خلاف ہوگا جیسا کہ آج کل بہت سے بے احتیاط لوگوں نے اس (ذکر شریف) بہت سی نامناسب چیزوں کو شامل کر لیا ہے تو وہ بے ادبی میں شمار ہو کر ممنوع قرار پائے گا۔ خلاصہ یہ کی محبت کے ساتھ ادب بھی نہایت ضروری ہے۔

طُرُقُ الْعِشْقِ كُلُّهَا اَدَبُ
اَدِّبُوا النَّفْسَ اَيُّهَا الْاَصْحَابُ

عشق کا راستہ سارے کا سارا ادب ہی ادب ہے۔ اے لوگو! خود کو ادب سکھاؤ۔

من القصيدة

خَدَمْتُهٗ بِمَدِيْحٍ اَسْتَقِيْلُ بِهٖ
ذُنُوْبَ عُمْرٍ مَضٰى فِى الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ
وَمُنْذُ اَلْزَمْتُ اَفْكَارِىْ مَدَائِحَهٗ
وَجَدْتُّهٗ لِخَلَاصِىْ خَيْرَ مُلْتَزِمِ
وَلَنْ يَفُوْتَ الْغِنٰى مِنْهُ يَدًا تَرِبَتْ
اَنَّ الْحَيَا يُنْبِتُ الْاَزْهَارَ فِى الْاَكَمِ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۱۔ میں نے آں حضرت ﷺ کی نعت گوئی کے ذریعے خدمت کی ہے تاکہ یہ اس زندگی کا کفارہ بن سکے جو میں نے شعر گوئی اور دنیا والوں کی خدمت میں گزاری ہے۔

۲۔ اور جب سے میں نے آں حضرت ﷺ کی تعریفات کو اپنے دل و دماغ میں بسایا ہے تو میں نے اپنی نجات کا بہترین ضامن تیار کر لیا ہے۔

۳۔ آں حضرت ﷺ کے سبب جو مال داری حاصل ہوئی ہے وہ کسی کو محتاج نہیں رہنے دیتی جیسے پانی زراعت کے قابل زمین کو تر و تازہ رکھتا ہے اسی طرح آپ ﷺ کا فیض تمام محتاجوں کو مالا مال کر دیتا ہے۔

چالیسویں فصل

خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت

جو شخص حالتِ بیداری میں آں حضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف نہیں ہو سکا، اس کے لیے خواب میں زیارت ہو جانا تسلی کا سامان اور بہت بڑی دولت اور عظیم الشان نعمت ہے۔ لیکن بندے کو اس میں کچھ دخل نہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں، اس نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ سعادت اپنی طاقت اور زورِ بازو سے حاصل نہیں ہوتی، یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاصل ہوتی ہے۔

ہزاروں لوگ دل میں یہ حسرت لیے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ کثرتِ درود شریف، سنت کی مکمل اتباع اور محبت کے غلبہ کی وجہ سے اکثر یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے، لیکن چوں کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں اس لیے اس کے نہ ہونے سے دل گرفتہ اور غمگین نہیں ہونا چاہیے۔ بعض لوگوں کے لیے اسی میں رحمت اور بہتری ہوتی ہے۔ عاشق کو تو ہر حال میں محبوب کی رضا کا طلبگار ہونا چاہیے۔ چاہے وصال ہو یا فراق۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

أُرِيْدُ وِصَالَهٗ وَيُرِيْدُ هَجْرِیْ
فَأَتْرُكُ مَا أُرِيْدُ لِمَا يُرِيْدُ

میں تو اپنے محبوب کی ملاقات کا طالب ہوں مگر وہ مجھ سے ملنا نہیں چاہتا، سو میں اپنی چاہت کو اس کی چاہت پر قربان کرتا ہوں۔

عارف شیرازی فرماتے ہیں۔

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از وغیر او تمنائے

وصال وہجر کیا چیز ہے ؟اصل مطلوب تو دوست کی خوشی ہے۔اس پر افسوس ہے کہ دوست سے دوست کے علاوہ کسی چیز کی تمنا کی جائے۔

یہ بات بھی سمجھنی چاہیے کہ اگر آں حضرت ﷺ کی زیارت کی نعمت حاصل بھی ہو جائے لیکن اطاعت کرکے آپ ﷺ کی رضا حاصل نہ کی جائے تو یہ (زیارت بھی) ناکافی ہے کیوں کہ آں حضرت ﷺ کے عہد مبارک میں کافی لوگ ایسے تھے جنھوں نے آپ ﷺ کی زیارت تو کی لیکن اطاعت نہیں کی اور کئی حضرات ایسے بھی تھے کہ جن کو اگرچہ بظاہر (آں حضرت ﷺ کی) زیارت کی نعمت تو نصیب نہیں ہوئی لیکن (اطاعت کی وجہ سے) معنوی طور پر آپ ﷺ کے قریب تھے۔

اب آں حضرت ﷺ کی فضیلت سے متعلق مشکوٰۃ شریف کی چند احادیث بیان کی جاتی ہیں:

پہلی روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا کیوں کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ (بخاری، مسلم)

دوسری روایت

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعتاً مجھ ہی کو دیکھا۔ (بخاری، مسلم)

فائدہ: ان دونوں حدیثوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ مشکوٰۃ کے حاشیہ میں سید رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس مسئلے میں دو قول نقل کیے گئے ہیں کہ اگر خواب میں آں حضرت ﷺ کی صورت حلیہ مبارکہ کے مطابق نہ دیکھے اور اسے دل سے یقین ہو کہ یہ آں حضرت ﷺ ہی ہیں تو آیا کیا یہ دیکھنا بھی صحیح ہے یا نہیں؟ جو علماء اسے صحیح فرماتے ہیں، ان کے نزدیک آں حضرت ﷺ کی صورت مبارکہ کے بدلنے

کی وجہ یا تو یہ ہے کہ اس دیکھنے والے میں کمی ہے جیسے اگر شیشے پر گرد پڑی ہو تو اس میں صاف چہرہ بھی گرد آلود دکھائی دیتا ہے، یا بعض شیشوں میں شکل ٹیڑھی نظر آتی ہے جو شیشے کی خرابی ہے۔ یا یہ وجہ ہے کہ وہ صورت حقیقت میں روح مقدسہ کی مثال ہے اور مثال کا اصل صورت کے مطابق ہو نا ضروری نہیں۔ علامہ مازنی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو صحیح کہا ہے اور علامہ

نووی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی ارشاد ہے۔ واللہ اعلم

تیسری روایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص خواب میں میری زیارت کرے وہ حالتِ بیداری میں بھی مجھے دیکھے گا۔ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ (بخاری، مسلم)

فائدہ: اس حدیث میں اس شخص کے لیے حسن خاتمہ کی بشارت ہے جو خواب میں آں حضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو۔ چناں چہ بزرگان دین نے اس خواب کی یہی تعبیر دی ہے کہ اس (خواب دیکھنے والے شخص) کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔ آں حضرت ﷺ کے ارشاد کہ "وہ مجھے حالت بیداری میں بھی دیکھے گا" کا یہی مطلب ہے کہ

آخرت میں اسے میرا قرب حاصل ہوگا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس طرح اچھے اعمال کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان میں ایمان اور تقویٰ موجود ہو، اسی طرح خواب میں زیارت بھی حقیقی معنٰی میں تبھی بشارت بنے گی جب اس کے ساتھ ایمان اور تقویٰ ہوگا۔

تنبیہ: اگر آں حضرت ﷺ خواب میں کچھ ارشاد فرمائیں تو اگر وہ کام جائز ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اگر ناجائز کام ہو تو خواب دیکھنے والے کی غلطی سمجھی جائے گی۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جب عمل کرنے کے لیے کام کا جائز ہونا شرط ہے تو اس میں خواب کا کیا اثر یا فائدہ ظاہر ہوا؟ وہ کام تو پہلے ہی جائز تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس شخص کے حق میں خواب سے اس کام کی اور زیادہ تائید ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

من القصیدة

نَعَمْ سَرٰی طَیْفُ مَنْ اَهْوٰی فَاَرَّقَنِیْ
وَالْحُبَّ یَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ
وَکَیْفَ یُدْرِکُ فِی الدُّنْیَا حَقِیْقَتَهٗ
قَوْمٌ یَنَامٌ تَسَلُّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ
یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۱۔ رات محبوب کے خیال نے میری نیند اڑا دی۔ بے شک محبت اور عشق خوشی کو غم میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

۲۔ آں حضرت ﷺ کی حقیقت ان لوگوں کو کیسے معلوم ہو سکتی ہے جو اپنے خواب و خیال میں مست ہیں۔

اکتالیسویں فصل

صحابہ کرام، اہل بیت عظام اور علماء سے محبت

یہ آخری فصل ہے۔ان حضرات کا تذکرہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ محبوب کی وجہ سے اس کے متعلقین سے بھی محبت ہوتی ہے، پھر جب متعلقین بھی ایسے ہوں کہ جو محبوب کے پسندیدہ ہوں اور اس نے ان سے محبت کرنے کا حکم بھی دیا ہو تو ان سے محبت کرنا شرعاً محبوب ہے۔ بالخصوص ایسی صورت میں کہ جب محبوب سے ملاقات کی توقع ہی نہ رہی ہو تو محبوب کے نائب کو ہی غنیمت سمجھنا چاہیے۔بقول مولانا رومی۔

چوں کہ شد خورشید وما را کرد داغ
چارہ نبود در مقامش جز چراغ
چوں کہ گل رفت و گلستاں شد خراب
بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

(۱) جب وہ چاند غروب ہو کر ہم سے جدا ہو گیا تو اب اس کی جگہ چراغ سے روشنی حاصل کرنے کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں۔

(۲) جب پھول چلا گیا اور باغ اجڑ گیا تو میں کس سے خوشبو ڈھونڈوں؟ گلاب سے؟

ان سب باتوں پر نظر کرکے یہ حکم لگانا بالکل ٹھیک ہے کہ جو لوگ ان حضرات کے ساتھ محبت نہ رکھیں ان کا نبی کریم ﷺ سے محبت کا دعویٰ بالکل غلط ہے۔

اب اس کے متعلق چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں یہ سب روایات مشکوٰۃ کی ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل

پہلی روایت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے

اصحاب کا اکرام کیا کرو کہ وہ تم سب میں بہتر ہیں۔ (نسائی)

دوسری روایت

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو! میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے بعد انہیں (اعتراضات کا) نشانہ مت بناؤ۔ جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے محبت کرے گا اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا وہ میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھے گا۔ اور جس نے انہیں تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کی ایذا دی اس کی اللہ تعالیٰ بہت جلد پکڑ فرمائیں گے۔

فائدہ: آں حضرت ﷺ کے ارشاد "جو شخص ان سے محبت کرے گا الخ" اس کا مطلب یہ ہے کہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا کیوں کہ جب مجھ سے محبت ہے تو لازمی طور پر میرے مخصوص اور محبوب لوگوں سے بھی محبت ہو گی۔ اسی طرح ان سے بغض رکھنا بھی اس بات کی علامت ہے کہ اسے مجھ سے بغض ہے، اسی لیے میرے محبوبین سے بھی بغض ہے۔ کیوں کہ اگر مجھ سے محبت ہوتی تو جو میرے محبوب ہیں ان حضرات سے بغض کیوں ہوتا۔

تیسری روایت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کو برا مت کہو! کیوں کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تب بھی ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مد (ایک سیر) بلکہ آدھے مد کے درجہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری، مسلم) (یعنی ثواب میں برابر نہیں ہوں گے۔)

فضائل اہل بیت کرام

پہلی روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ سے اس لیے بھی محبت کرو کہ وہ تمہیں کھانے کو نعمتیں دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے میرے ساتھ محبت رکھو (کیوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے محبوب ہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول اور محبوب ہوں تو اپنے محبوب کے محبوب سے محبت رکھو) اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ (ترمذی)

دوسری روایت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: میرے اہل بیت کی مثال تم میں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے۔ جو شخص اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے جدا رہا وہ ہلاک ہو گیا۔ (احمد)

فائدہ: یعنی اہل بیت کی محبت اور اطاعت نجات کا باعث اور ان کے ساتھ بغض اور مخالفت ہلاکت کا ذریعہ ہے۔

تیسری روایت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے اندر دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم انہیں تھامے رکھو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ان میں ایک چیز دوسری سے بڑی ہے۔ یعنی کتاب اللہ کہ وہ آسمان سے زمین تک (اللہ کی) رسّی ہے۔ اور دوسری چیز میرے اہل بیت۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے۔ اس لیے خیال رکھنا (میں دیکھوں گا) کہ تم میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو۔ (ترمذی)

فائدہ: کتاب اللہ سے شریعت کے وہ احکام مراد ہیں جو دلائلِ اربعہ (قرآن وحدیث، اجماع اور قیاس) سے ثابت ہیں جن کے ماخذ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اور فقہاء و محدثین رحمۃ اللہ علیہم سب داخل ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد بھی ہے کہ میرے بعد ان دو شخصوں کی اتباع کرنا (یعنی) ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی۔ (ترمذی)

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ (رزین)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا عام ارشاد ہے: فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اگر تمہیں علم نہ ہو تو علماء سے پوچھ لیا کرو) اس میں سب علماء داخل ہو گئے۔

کتاب اللہ سے شرعی احکام مراد ہونا حدیث پاک سے بھی ثابت ہے، نبی کریم ﷺ نے ایک مقدمہ میں فرمایا کہ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا، چناں چہ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک شخص کو سو کوڑوں اور جلاوطنی کی سزا دی اور عورت کے لیے اس کے اعترافِ جرم کی صورت میں رجم کی سزا تجویز فرمائی۔ یہ روایت صحیحین میں مذکور ہے حالاں کہ ان میں سے بعض احکام قرآن مجید میں نہیں ہیں۔ خلاصہ یہ کہ حدیث پاک میں کتاب اللہ کو تھامنے سے احکامِ شرع پر مضبوطی سے کاربند ہونا مراد ہے۔

دوسری چیز ہے اہلِ بیت کی محبت۔ کیوں کہ وہ بھی ایمان کا حصہ ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو گا جب تک کہ وہ تم لوگوں (میرے اہل بیت) سے اللہ اور اس کے رسول کے لیے محبت نہ رکھے۔ (ترمذی) (حاشیہ: اس سے اس سوال کا جواب مل گیا کہ بعض صحیح النسب سید سنت کے خلاف ہوتے ہیں تو کیا ان سے بھی محبت رکھیں یا نہیں کہ یہ محبت اللہ اور رسول کے واسطے ہے۔ جب کوئی شخص اللہ اور رسول کا ہی مخالف ہو تو اس سے محبت بھی نہ ہو گی)۔ (ترمذی)

اس حدیث مبارکہ کا حاصل دو چیزوں کی تاکید ہے: ایک احکامِ شرعیہ پر عمل کرنا اور دوسرے حضرات اہل بیت عظام سے محبت رکھنا۔

فائدہ: اہل بیت کے اندر نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات بھی داخل ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ازواج سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ۔ (اے اہل بیت! اللہ تبارک وتعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم سے (شرک اور گناہوں کی ناپاکی) دور رکھیں) اور حدیث افک میں نبی کریم ﷺ نے خود حضرت عائشہ صدیقہ کے بارے میں فرمایا: واللہ ما علمت علیٰ اھلی من سوء قط۔ خدا کی قسم! میں اپنے اہل بیت کے بارے میں کسی برائی کا یقین نہیں رکھتا۔ اس لیے ثابت ہوا کہ ان (ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن) سے بھی محبت رکھنا واجب ہے۔

اس کے علاوہ بھی احادیث میں ان کے بے شمار مناقب موجود ہیں۔ قرآن کریم میں ازواج مطہرات کو تمام مومنین کی ماں فرمایا گیا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے ان کی خدمت کرنے والے شخص کی تعریف فرمائی ہے۔ چناں چہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا کہ جو شخص میرے بعد تم لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا وہ بڑا سچا اور نیک ہوگا۔ (احمد)

علماء کرام کے فضائل

یہ فضائل ان علماء کرام کے ہیں جو باعمل ہیں، دین کی اشاعت وخدمت اور اہل دین کی روحانی تربیت کرتے ہیں کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کا یہی کام تھا۔ ورنہ بے عمل علماء کی تو احادیث میں بڑی مذمت بیان کی گئی ہے۔ چناں چہ ارشاد ہے کہ جو شخص علماء سے مقابلے اور جاہلوں سے جھگڑا کرنے یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے علم حاصل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کریں گے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص کسی دنیاوی مطلب کے لیے علم دین حاصل کرے وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے اس (وادی) میں ریاکار علماء داخل ہوں گے۔

اب ذیل میں باعمل علماء کے فضائل میں چند احادیث بیان کی جاتی ہیں:

پہلی روایت

حضرت کثیر بن قیس نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا: عالم (دین) کے لیے زمین وآسمان کی ساری مخلوقات (حتیٰ کہ) پانی میں مچھلیاں (تک) استغفار کرتی ہیں۔ عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کو دوسرے ستاروں پر ہوتی ہے۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء اپنی میراث میں درہم ودینار نہیں صرف علم چھوڑتے ہیں۔ تو جس نے اس (علم) کو حاصل کیا اس نے بہت بڑی چیز کو حاصل کیا۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

دوسری روایت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں دو مجلسوں کے پاس سے گزرے (ایک مجلس عبادت گزار لوگوں کی تھی اور دوسری علماء کی) تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں اچھے ہیں لیکن (ان میں سے) ایک دوسرے سے افضل ہے۔ یہ لوگ (عابد) اللہ تعالیٰ سے دعا والتجا کرتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو انہیں دیں گے اور اگر نہیں چاہیں گے تو نہیں دیں گے۔ دوسرے لوگ (علماء) دین کے احکام (یا آپ ﷺ نے فرمایا علم کی باتیں) سیکھ رہے ہیں اور جاہلوں کو سکھا رہے ہیں تو یہ زیادہ افضل ہیں اور میں بھی استاد بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر آپ ﷺ (یہ باور کرانے کے لیے) ان لوگوں میں بیٹھ گئے (کہ یہ خاص آپ ﷺ کی جماعت ہے۔) (دارمی)

تیسری روایت

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کے متعلق پوچھا گیا کہ ان میں سے ایک تو عالم تھا جو فرائض ادا کرنے کے بعد لوگوں کو دین کی تعلیم دینے بیٹھ جاتا، اور دوسرا دن بھر روزہ رکھتا اور ساری رات عبادت کرتا کہ ان میں سے میں کون افضل ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ عالم جو فرض (اور ضروری) نماز پڑھ لیتا اور پھر لوگوں کو دین کی تعلیم دیتا اس کی فضیلت اس دن بھر روزہ اور ساری رات عبادت کرنے والے پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر ہے۔ (دارمی)

فائدہ: ان احادیث سے علماء کرام کا نبی کریم ﷺ کا جانشین ہونا معلوم ہوتا ہے۔ پہلی روایت میں تو صاف وارث کا لفظ ہے۔ دوسری روایت میں آپ ﷺ کا ان کی مجلس میں بیٹھ جانا مذکور ہے، جس سے ان کے ساتھ ایک خاص نسبت معلوم ہوتی ہے۔ تیسری روایت میں اپنے ساتھ عالم کو تشبیہ دینا اس خصوصیت کی دلیل ہے۔ اور حضرات صحابۂ کرام اور جملہ اہل بیت کا آپ ﷺ سے تعلق کسی بیان کا محتاج نہیں ہے اس لیے ان سب جماعتوں کے ساتھ محبت رکھنا نبی کریم ﷺ کی محبت کی تکمیل ہے۔

هُـمْ جَمَاعَةُ خَيْرِالْخَلْقِ اَيَّـدَهُـمْ
رَبُّ الـسَّـمَـاءِ بِتَوْفِيْقٍ وَ اِيْـثَـارٍ
فَحُبُّهُمْ وَاجِـبٌ يَشْفِى السَّقِيْمَ بِهٖ
فَـمَـنْ اَحَـبَّـهُـمْ يَنْجُوْ مِـنَ النَّارِ
يَـا رَبِّ صَـلِّ وَسَـلِّـمْ دَائِـمًـا اَبَـدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

١۔ یہ انسانوں کی بہترین جماعت ہے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے توفیق و ایثار کے ساتھ نوازا ہے۔

٢۔ ہم پر ان کی محبت واجب ہے، جو مریض کے لیے باعثِ شفاء اور جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے۔

خاتمہ

اس میں بھی مقدمہ کی طرح تین مضمون ہیں۔ پہلا مضمون سینتیسویں فصل سے متعلق ہے جس میں درود شریف کے فضائل ذکر کیے گئے ہیں۔ اس لیے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے رسالے ’’زادالسعید‘‘ سے درود شریف کے چالیس صیغے نقل کردیے جائیں تاکہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے کم از کم ایک بار تو یہ سب درود شریف پڑھ لیں۔ اور ساتھ ساتھ فصل نمبر ۳۷ (جو درود شریف کے فضائل میں ہے اس) پر بھی عمل ہو جائے۔

چہل حدیث مشتمل بر صلوٰۃ وسلام صیغ الصلوٰۃ

۱ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ۔

۲ اَللّٰھُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ الْقَآئِمَةِ وَالصَّلٰوةِ النَّافِعَةِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّارْضَ عَنِّیْ رِضًا لَّا تَسْخَطُ بَعْدَهٗ اَبَدًا۔

۳ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔

۴ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ ارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ وَ بَارَكْتَ وَرَحِمْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

۵ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

٦ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

٧ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ
مَّجِیْدٌ۔

٨ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
وَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

٩ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

١٠ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ
مَّجِیْدٌ۔

١١ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

١٢ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا
صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ
وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ
مَّجِیْدٌ۔

۱۳ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیّٰتِہٖ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیّٰتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ
حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

۱۴ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ
الْمُؤْمِنِیْنَ وَ ذُرِّیّٰتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

۱۵ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ، وَتَرَحَّمْ
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

۱۶ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ،
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَحَنَّنْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا سَلَّمْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

۱۷ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ
وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ
مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ

وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

۱۸ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

۱۹ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا
بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

۲۰ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ
الْاُمِّیِّ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

۲۱ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ
الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ
مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضًی وَّ لَہٗ جَزَاءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً
وَّ اَعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ
الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَاجْزِہٖ عَنَّا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَاَجْزِہٖ اَفْضَلَ
مَا جَازَیْتَ نَبِیًّا عَنْ قَوْمِہٖ وَ رَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِہٖ
وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصّٰلِحِیْنَ
یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

۲۲ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ
عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

۲۳ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْنَا

مَعَهُمْ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْنَا مَعَهُمْ صَلَوَاتُ اللهِ وَ صَلَوَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔

۲۴ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَ رَحْمَتَكَ وَ بَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ۔

۲۵ وَصَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔

صِيَغُ السَّلَامِ

۲۶ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

۲۷ اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

۲۸ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

۲۹ اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ،
سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ،
سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ
لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

۳۰ بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ ،اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ
وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ
وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ
وَرَسُوْلُهٗ اَسْاَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔

۳۱ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوٰتُ
لِلّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ
لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

۳۲ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ
الصَّلَوٰتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ
لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ
بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ،وَ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا،
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ
اغْفِرْلِيْ وَاهْدِنِيْ۔

۳۳ اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ وَالصَّلَوٰتُ وَالْمُلْكُ لِلّٰهِ،
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

۳۴ بِسْمِ اللّٰهِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوٰتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ
لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ،
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ شَهِدْتُّ

أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ شَهِدْتُّ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ۔

٣٥ اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ
لِلّٰهِ، اَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ
وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى
عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ۔

٣٦ اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ
، اَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ
وَ رَسُوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ
اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ
الصَّالِحِيْنَ۔

٣٧ اَلتَّحِيَّاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا
النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى
عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ۔

٣٨ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ ، اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا
وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

٣٩ اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ،
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ
اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ۔

٤٠ بِسْمِ اللهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ۔

مضمون دوم متعلق فصل ۳۸

اس فصل میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ حاصل کرنے کی برکت کا ذکر ہے۔

عطرالوردہ میں قصیدہ بردہ کی برکات کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے مؤلف امام ابو عبداللہ شرف الدین محمد بن سعید حماد بوصیری قدس سرہٗ کا فالج کی وجہ سے آدھا جسم بے کار ہو گیا تھا۔ چناں چہ انہوں نے اللہ کے طرف سے القا ہونے کے بعد یہ قصیدہ لکھا اور خواب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (خواب ہی میں) اپنا دست مبارک ان کے بدن پر پھیرا تو یہ فوراً شفایاب ہو گئے۔

پھر یہ اپنے گھر سے نکلے تو انہیں ایک درویش ملا اور اس نے درخواست کی کہ جو قصیدہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ تعریف میں لکھا ہے وہ مجھے بھی سنائیں۔ انہوں نے پوچھا کون سا قصیدہ؟ درویش کہنے لگا: جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٍ (یہ سن کر) انہیں بہت تعجب ہوا کیوں کہ انہوں نے یہ قصہ کسی سے بیان نہیں کیا تھا۔ وہ درویش کہنے لگا کہ خدا کی قسم! میں نے یہ قصیدہ اس وقت سنا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پڑھا جا رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو رہے تھے۔ چناں چہ انہوں نے وہ قصیدہ اس درویش کو دے دیا اور یہ قصہ مشہور ہو گیا۔

اڑتے اڑتے یہ خبر ملک ظاہر کے وزیر بہاؤالدین تک بھی پہنچی اور اس نے اسے نقل کرالیا۔ چناں چہ وہ اور اس کے گھر والے اس سے برکت حاصل کرتے اور انہوں نے دینی اور دنیوی امور میں اس کی بہت زیادہ خیر و برکات دیکھیں۔

انہی کا وزیر کا ایک منشی سعدالدین آنکھ کی ایسی سخت بیماری میں مبتلا ہوا کہ اس کی آنکھیں ضایع ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ کسی نے خواب میں اس کی رہنمائی کی کہ وزیر کے پاس جاؤ اور اس سے قصیدہ بردہ لے کر آنکھوں پر رکھو۔ چناں چہ اس نے ایسے ہی کیا اور اسے پڑھا تو فوراً شفا نصیب ہو گئی۔

احقر کے رسالہ ''نیل الشفاء'' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعل مبارک کے برکات اور خصوصیات مذکور ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں کہے گئے الفاظ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس

کے ساتھ مس کی ہوئی اشیاء سے برکت حاصل کی جارہی ہے تو خود آپ ﷺ کی ذات اقدس جو تمام کمالات اور برکات کی جامع ہے، اس سے برکت کا حصول اور ان کے وسیلہ سے دعا کرنا کیوں جائز نہیں ہوگا؟

نام احمد چوں چنیں یاری کند
تا کہ نورش چوں مدد گاری کند
نام احمد چوں حصارے شد حصین
تاچہ باشد ذات آں روح الامیں

مضمونِ سوم متعلق فصل ۳۹،۴۰

یہاں درود شریف کے کچھ ایسے صیغے درج کیے جارہے ہیں جن کے بارے میں بزرگوں کے تجربہ سے ثابت ہے کہ ان کے پڑھنے سے خواب میں آں حضرت ﷺ کی زیارت ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ اس کے علاوہ ذکر شریف کے چند آداب بھی مذکور ہیں جو بعض صلحا نے حالتِ خواب میں خود آں حضرت ﷺ سے سنے ہیں۔

پہلا حصہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کتاب ”ترغیب اہل السعادت“ میں لکھا ہے کہ جو شخص شبِ جمعہ میں دو رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ مرتبہ آیۃ الکرسی اور گیارہ بار قُلْ ھُوَ اللہُ اور بعد سلام سو بار یہ درود شریف پڑھے تین جمع گزرنے سے پہلے اسے آپ ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔ وہ درود شریف یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ

شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں الحمد کے بعد پچیس بار قل ھواللہ پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھے وہ بھی زیارت سے مشرف ہوگا۔ درود شریف یہ ہے: صَلَّی اللہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ۔

شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ سوتے وقت ستر بار اس درود شریف کو پڑھنے سے زیارت نصیب ہوگی:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَحْرِ اَنْوَارِكَ مَعْدَنِ اَسْرَارِكَ وَلِسَانِ حُجَّتِكَ وَعُرُوْسِ مَمْلَكَتِكَ وَاِمَامِ حَضْرَتِكَ وَطِرَازِ مُلْكِكَ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِكَ وَطَرِيْقِ شَرِيْعَتِكَ الْمُتَلَذِّذِ بِتَوْحِيْدِكَ اِنْسَانِ عَيْنِ الْوُجُوْدِ وَالسَّبَبِ فِيْ كُلِّ مَوْجُوْدٍ عَيْنِ اَعْيَانِ خَلْقِكَ الْمُتَقَدِّمِ مِنْ نُّوْرِ ضِيَائِكَ صَلٰوةً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ وَتَبْقٰى بِبَقَائِكَ لَا مُنْتَهٰى لَهَا دُوْنَ عِلْمِكَ صَلَاةً تُرْضِيْكَ وَتُرْضِيْهِ وَتَرْضٰى بِهَا عَنَّا يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ وَرَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ لِرُوْحِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مِّنَّا السَّلَامَ۔

مگراس دولت کے حصول کے لیے سب سے بڑی شرط شوق و محبت سے (درود شریف پڑھنا اور خود کو ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچانا ہے۔

دوسرا حصہ

اس میں دو خواب ذکر کیے گئے ہیں۔ ایک خواب منشی شرافت اللہ صاحب کا ہے، جو ایک دیندار اور سچے آدمی ہیں۔ انہوں نے یہ خواب کانپور میں اس زمانے میں دیکھا جبکہ وہاں میرے ایک رسالہ ''اصلاح الرسوم'' پر بہت شور مچا ہوا تھا۔ مجھے اس خواب کے متعلق رجب ۱۳۱۹ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۰۱ء میں اطلاع دی گئی۔ اگرچہ شرعی دلائل کے ہوتے ہوئے اس کی چنداں حاجت نہیں مگر یہ قدرتی بات ہے کہ اچھے خواب کی وجہ سے طبیعت میں ایک خوشی پیدا ہوتی ہے۔

پہلا خواب

انہوں نے لکھا ہے کہ تین چار روز ہوئے، میں نے صبح کے وقت خواب دیکھا کہ میں کسی غیر معروف مکان میں ہوں۔ ایک براق اس مکان کے دروازے پر آکر ٹھہرا ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ تیری سواری کے لیے آیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ جناب نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ایک براق پر تشریف لائے، چہرہ مبارک پر نقاب تھی، حضور ﷺ میرے قریب تشریف لا کر رونق افروز ہوئے

اور میرا اس وقت یہ حال تھا کہ میں خود کو بیدار محسوس کر رہا تھا اور آں حضرت ﷺ کی تشریف آوری کے بعد درمیان میں ایک پردہ سا حائل ہے کہ میں حضور ﷺ کی زیارت تو نہیں کر سکتا مگر آپ ﷺ کی آواز مبارک سن سکتا ہوں۔ پھر اس کے بعد خود میں نے یا اور حاضرین میں سے کسی نے آں حضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آج کل کانپور میں بہت ہنگامہ ہو رہا ہے اور لوگ مولانا اشرف علی صاحب کی بہت زیادہ مخالفت کر رہے ہیں اس کی کیا اصلیت ہے؟ اس کے جواب میں آں حضرت ﷺ نے تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا: جو کچھ اشرف علی نے لکھا ہے وہ صحیح ہے اور اس کے بعد آپ ﷺ نے صرف مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اشرف علی سے کہہ دینا جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے مگر یہ وقت ان باتوں کے لکھنے کے لیے مناسب نہیں ہے۔ یہ آخری فقرہ اس قدر آہستہ (آواز) سے ارشاد فرمایا کہ غالباً حاضرین میں سے میرے سوا کسی نے نہیں سنا۔ بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو صبح کی نماز کا وقت تھا، بدھ کا دن اور رجب کی ۲ تاریخ تھی۔ جتنا خواب یاد تھا حرف بحرف عرض کیا گیا ہے۔

تنبیہ: آں حضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک کہ ”یہ وقت ان باتوں کے لکھنے کے لیے مناسب نہیں ہے الخ۔“ بطور شفقت کے ہے، آپ ﷺ کا حکم نہیں۔ شرعی دلائل کے علاوہ خود خواب میں بھی اس کا قرینہ موجود ہے کہ آپ ﷺ نے یہ جملہ آہستہ سے فرمایا، ورنہ اگر حکم ہوتا تو ظاہر ہے بلند آواز سے ارشاد فرماتے۔ میری اس رائے کی تائید ایک کامل محقق جامع ظاہر و باطن شیخ سے بھی ہو چکی ہے۔

دوسرا خواب

اس کے کافی عرصہ بعد حافظ اشفاق رسول تھانوی بڑوتی نے جو ذکر ولادت شریف کو بہت پسند کرتے ہیں اور ان کے خواب بھی سچے ہوتے ہیں دیکھا کہ حضور فخر عالم ﷺ دونوں پاؤں مبارک دراز کیے ہوئے تشریف فرما ہیں اور سر سے پاؤں تک سفید چادر ڈالی ہوئی ہے، کمر سے ایک دوپٹہ بندھا ہوا ہے اور سفید چوغہ زیب بدن ہے۔ احقر نے سامنے جا کر سلام عرض کیا تو ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہماری تعریف کر کے شفاعت چاہے ہم اس کی شفاعت نہیں کریں گے ہم اس کے شافع ہوں گے جو ہماری حدیث پر عمل کرے گا۔

اس سے میرے مدعیٰ کی مزید تائید ہوتی ہے، وہ ایسے کہ اگر مدح میں تمام تر شرائط بھی ملحوظ ہوں تب بھی اس کا درجہ اتباع سے کم ہے۔

اب اس خاتمہ کو ختم کرتا ہوں۔ اور رسالہ القاسم کے ایک مضمون کے مطالعہ کی ترغیب دیتا ہوں جو ''اصلاح معاملہ بحضرت رسالت ﷺ'' کے عنوان سے شائع کرنے کا ارادہ ہے، وہ مضمون اس سارے رسالے کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ خاتمہ کا مضمون ختم ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی رسالہ ''نشر الطیب'' بھی ختم ہوا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس وقت بھی ربیع الاوّل کا مہینہ پیر کا دن اور دوسرا عشرہ ہے۔

والحمد للہ اولا واٰخرا والصلاۃ علیٰ رسولہ باطنا وظاھرا وعلیٰ اٰلہ وصحبہ الذین کل منھم کان طیبا وطاھرا مادام الغیث متقاطرا والسحاب متماطرا وکان ھذا فی سنۃ ۱۳۲۹ من الھجرۃ المبارکۃ۔

من خاتمۃ الروض

صَلَّی وَسَلَّمَ مَنْ اَوْلَاهُ كُلَّ عُلَا
عَلَيْهِ مَا جَنَّ لَيْلٌ اَوْ بَدَا سَحَرُ
وَاٰلِـهِ الْغُرِّ وَالْاَصْحَابِ اَجْمَعِهِمْ
اَلْعَابِدِيْنَ بِاِخْلَاصٍ كَمَا اُمِرُوْا
وَالتَّابِعِيْنَ بِاِحْسَانٍ لَهُمْ وَكَذَا
يَعُمُّ فَضْلًا اِلٰهِیْ كُلًّ مَنْ حَضَرُوْا
وَأْذَنْ لِسُحْبِ صَلَاةٍ مِنكَ دَائِمَةً
عَلَى النَّبِیِّ بِمُنْهَلٍ وَمُنْسَجِمِ
وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِيْنَ هُمْ
اَهْلُ التُّقٰى وَالنُّقٰى وَالْحِلْمِ وَالْكَرَمِ
ثُمَّ الرِّضٰى عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ وَعَنْ عُمَرَ
وَعَنْ عَلِیٍّ وَعَنْ عُثْمَانَ ذِی الْكَرَمِ
مَارَنَّحَتْ عَذَبَاتِ الْبَانِ رِيْحُ صَبَا
وَاَطْرَبُ الْعِيْسَ حَادِی الْعِيْسِ بِالنَّغَمِ
فَاغْفِرْ لِنَاشِدِهَا وَاغْفِرْ لِسَامِعِهَا

سَأَلْتُكَ الْخَيْرَ يَا ذَالْجُوْدِ وَالْكَرَمِ

۱۔ جب تک دن رات کا سلسلہ قائم رہے، آپ ﷺ پر وہ ذات درود و سلام نازل کرتی رہے جس نے آپ ﷺ کو بلندیوں سے نوازا۔

۲۔ اور آپ ﷺ کی آل اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم پر جو اخلاص کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں۔

۳۔ اور ان پر بھی جو ان کا اتباع کرتے ہیں، اسی طرح وہ سلام تمام حاضرین کو پہنچے۔

۴۔ اور اپنی رحمتوں کے بادل کو اجازت عطا فرمائیں کہ وہ ہمیشہ حضور اکرم ﷺ پر رحمت کی بارش برساتے رہیں۔

۵۔ اور آپ ﷺ کی آل پر اور اصحاب پر اور تابعین پر، جو تقویٰ اور حلم و کرم سے مزین ہیں اور پاکیزگی والے ہیں۔

۶۔ اے اللہ! آپ کی رضا ہو ابو بکر رضی اللہ عنہ پر، عمر رضی اللہ عنہ پر، عثمان رضی اللہ عنہ پر اور علی رضی اللہ عنہ ذوالکرم پر۔

۷۔ یہ ابرِ رحمت اس وقت تک برستے رہیں جب تک بادِ صباء درختوں کی ٹہنیوں کو ہلاتی رہے اور جب تک حُدی خواں اپنے اونٹوں کو اپنے نغمے سنا کر دوڑاتے رہیں۔

۸۔ یا اللہ! یہ قصیدہ کہنے والے اور سننے والے کی مغفرت فرما۔ اے صاحبِ جود وعطا! میں آپ سے خیر کا سوال کرتا ہوں۔

تمت: الحمد للہ تسہیل نشر الطیب مکمل ہوئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اسے اصل کتاب کی طرح نافع فرمائیں اور شرف قبولیت سے نوازیں اور میرے حق میں بھی اسے سرکارِ دو عالم ﷺ کی شفاعت اور حسنِ خاتمہ کا سبب بنائیں۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

احقر العباد: سید عبد العظیم ترمذی کان اللہ لہٗ

معہد الترمذی ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی۔ رائیونڈ روڈ لاہور

۱۲-۴-۳۳ ھج

کیا اثر تھا رسالت کی شان میں

نور سنت ہے کون و مکاں میں
کیا تجلّی تھی تیرے بیاں میں
عبد و سُلطاں کھڑے ایک صف میں
کیا اثر تھا رسالت کی شاں میں
فرق کالے و گورے کا تو نے
کس طرح سے مٹایا جہاں میں
یہ تھا تیری غلامی کا صدقہ
شانِ سُلطانیت شتر باں میں
جس نے کانٹے بچھائے تھے دیکھا
گُل بداماں ترے بوستاں میں
جو چلا تیرے نقشِ قدم پر
کامراں ہے وہ دونوں جہاں میں
ہو قمر جیسے انجم میں روشن
آپ تھے محفلِ اختراں میں
آپ کی شان بے انتہا کو
کس طرح لائے اختر بیاں میں

درود شریف کی کثرت
بلاؤں کو ٹالنے کے لیے اکسیر ہے

حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں ایک کتاب لکھی، جس کا نام نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ کتاب عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی ہے جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل پر اس کتاب کو لکھ رہے تھے، اُس زمانے میں تھانہ بھون میں طاعون پھیلا ہوا تھا، تو جس دن کتاب لکھتے قصبہ میں کوئی موت نہیں ہوتی تھی اور جس دن ناغہ ہو جاتا تھا اُس دن کئی اموات ہو جاتی تھیں۔ جب حضرت کو مسلسل یہ روایت پہنچی تو آپ روزانہ لکھنے لگے اور جب روزانہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل اور آپ کی شان کو لکھنے لگے تو وہاں طاعون ختم ہو گیا، لہٰذا درود شریف کی کثرت بلاؤں کو ٹالنے کے لیے بھی اکسیر ہے اور ایک درود شریف پر دس درجے بلند ہوتے ہیں، دس نیکیاں ملتی ہیں اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا حق بھی ادا ہوتا ہے۔

Khanqah Imdadia Ashrafia
92 316 7771051 @khanqahimdadiaashrafia khanqahashrafia
livekhanqah@gmail.com | www.khanqah.org